ماہنامہ

خالد

احمدی نوجوانوں کیلیے

دسمبر 2000ء

مدیر
سید مبشر احمد ایاز

سالنامہ

فہرست عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان برائے سال 2000ء-2001ء

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازرہ شفقت سال 2000ء-2001ء کے لئے درج ذیل ممبران عاملہ کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔

والسلام خاکسار
سید محمود احمد شاہ
صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

عہدہ	نام
نائب صدر اول	مکرم سید مبشر احمد صاحب ایاز
نائب صدر دوم	مکرم راجہ رفیق احمد صاحب
معتمد	مکرم سلیم الدین صاحب
مہتمم اشاعت	مکرم شمشاد احمد صاحب قمر
مہتمم تربیت	مکرم حافظ خالد افتخار صاحب
مہتمم خدمت خلق	مکرم ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب
مہتمم تعلیم	مکرم فرید احمد صاحب نوید
مہتمم مال	مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب
مہتمم صنعت وتجارت	مکرم نصیر احمد صاحب انجم
مہتمم امور طلباء	مکرم سید میر محمود احمد صاحب
مہتمم تجنید	مکرم ظفر اللہ خان صاحب طاہر
مہتمم تحریک جدید	مکرم مرزا فضل احمد صاحب
مہتمم وقار عمل	مکرم نعیم اللہ ملہی صاحب
مہتمم اصلاح وارشاد	مکرم اسفندیار منیب صاحب
مہتمم صحت جسمانی	مکرم رفیق احمد صاحب ناصر
مہتمم عمومی	مکرم ظہیر احمد خان صاحب
ایڈیشنل مہتمم تربیت برائے نومبائعین	مکرم امین الرحمان صاحب
مہتمم اطفال	مکرم حافظ حفیظ الرحمان صاحب
مہتمم مقامی	مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر
محاسب	مکرم خلیل احمد صاحب تنویر
معاون صدر	مکرم اکبر احمد صاحب
	مکرم اسداللہ صاحب غالب
	مکرم میر مظفر احمد صاحب
	مکرم ڈاکٹر عامر احمد خان صاحب

﴿صرف احمدی احباب کے لئے﴾

ماہنامہ

خالد

سالنامہ

جلد نمبر 48-47 شمارہ نمبر 1-7

سالنامہ 2000ء

دسمبر۔جنوری 01-2000ء

فتح۔صلح 80-1379 ہش

مدیر

سید مبشر احمد ایاز

نائبین

فخر الحق شمس۔اسد اللہ غالب

معاون:۔منصور احمد نور الدین

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر

پبلشر: قمر احمد محمود۔ مینیجر: سلطان احمد خالد

پرنٹر: قاضی منیر احمد۔

مطبع ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)

مقام اشاعت: ایوان محمود دار الصدر جنوبی

اس شمارے میں

قیمت 25 روپے پرچہ ہذا۔سالانہ 100

اداریہ

ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے

ایک سال اور گزر گیا یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ کل کی بات ہی تو تھی کہ سال شروع ہوا تھا، کتنی تیزی اور سرعت کے ساتھ یہ عرصہ بیت گیا۔ ایک پل میں.... لیکن اگر غور کریں تو ایسا تو نہیں ہوا پورے تین سو پینسٹھ دن پورے کر کے یہ سال گزرا ہے اتنی ہی راتیں اور اتنے ہی دن۔

یہی حال زندگی کا ہے جو اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے اور جتنی منزلیں مقرر ہیں وہ پوری ہونگی نہ کم نہ زیادہ، اور یہ دنوں اور مہینوں اور سالوں کا سفر ہمیں متوجہ کرتا ہے اس حقیقت کی طرف کہ اپنی زندگی کے شمار کو نہ بھول جانا جہاں سال بڑھ رہے ہیں وہاں کم بھی ہو رہے ہیں کہ اب زندگی کا ایک سال اور کم ہو گیا........ اسلئے جتنی جلدی ہو سکے توجہ کر لیں کہ ہماری زندگیوں کا کیا مقصد تھا، کیا کام تھا.... ایسا نہ ہو کہ زندگی کی شام ہونے کو آجائے اور بقول ایک پنجابی شاعر...... شام پئی بن شام محمد کر جاندی نوں ڈرنا (کہ اب شام کا وقت ہونے کو آ گیا ہے اور ڈر لگ رہا ہے کہ کیا تو کچھ نہیں اب گھر کیسے جانا ہوگا...) تو قبل اسکے کہ ''گھر'' واپس جانا ہو ہمیں دیکھ لینا چاہیئے کہ اس گزرنے والے سال میں ہم نے کیا کچھ حاصل کر لیا ہے کیا کھویا ہے، اور کیا کمی رہ گئی ہے ان سب باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس نصیحت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے، سوچنا چاہیے اور جائزہ لینا چاہئے کہ؛

''.....سارا سال کون سی ایسی بدیاں تھیں جن سے وہ غافل رہے۔ کون سی ایسی نیکیاں تھی جنہیں وہ اختیار کر سکتے تھے لیکن نہیں کیا۔ نظام جماعت میں ان کا کیا مقام ہے۔ خدمت کے کون سے مواقع تھے جو انہوں نے ضائع کئے ہیں۔ کس حد تک وہ تحریکات پر عمل کرتے ہیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کس حد تک ان کا وجود جماعت کے لئے مفید اور غیر مفید ہے۔ کس حد تک وہ بنی نوع انسان کو اللہ کی طرف بلانے میں کامیاب رہے ہیں یا اپنی اولاد کو خدا کی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔''

پس نئے سال پر فضول اور لغو اور بے معنی کھوکھلی رسموں کی بجائے اس مفید اور بامعنی محاسبہ کے ساتھ ایک نئے عزم اور ولولے کے ساتھ نئے سال بلکہ نئی صدی کا آغاز کریں اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ ہی کے ایک اور ارشاد کو مشعل راہ بناتے ہوئے نئے سفر کا آغاز کریں جسمیں آپ فرماتے ہیں؛

''جہاں تک مومن کا تعلق ہے وہ اپنی خوشیوں کا اظہار نئے سال کے آغاز پر اس طرح کر سکتا ہے اور ان

پیش نظر دوسروں کو مخاطب کر کے کہہ سکتا ہے کہ اے میرے بھائیو! بہنو، میرے بیوی بچو، میرے بڑو اور میرے چھوٹو، اے میرے مسلمانو اور غیر مسلمو!! میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ میں اس نئے عزم کے ساتھ اس نئے سال میں داخل ہو رہا ہوں کہ مجھ سے بھلائی پہلے سے زیادہ قوت اور شدت کے ساتھ پھوٹ کر تم تک پہنچے گی اور میں یہ کوشش کروں گا کہ میرا فیض نسبتاً زیادہ عام ہو۔ اس میں پہلے سے زیادہ قوت ہو۔ میں اپنے فیض کو ہر اس سمت میں آگے بڑھانے کی کوشش کروں گا جس سمت میں حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض موجیں مارتا ہوا بڑھتا ہے۔''

پس حضور انور کا مندرجہ بالا ارشاد ہی ہمارے لئے اسوہ ہونا چاہئے، اسی سے ہمیں نئے سال ک استقبال کرنا ہوگا اور اپنے سفر کا آغاز کرنا ہوگا۔ بڑا ہو یا چھوٹا، عمر یا صحت یا وقت کا کوئی بھروسہ نہیں، یہ سوچنا بہت بڑی غلطی ہوگی کہ عمر کافی پڑی ہے، ایسا ہرگز نہیں، قبریں تو منہ کھولے ہوئے ہیں۔ نہ جانے کب، کس کا بلاوا آجائے اور جب بلاوا آجائے تو کوئی اس کو ٹلا نہیں سکتا اس لئے عمر یا وقت کا بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ نصیحت بہت بابرکت ہے اور ہمیں متوجہ کرنے کے لئے کافی ہے، آپ فرماتے ہیں:

''اب وقت تنگ ہے، میں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے، تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے زمانہ انقلاب میں ہے۔ یہ آخری زمانہ ہے اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے اس وقت صدق وصفا کے دکھلانے کا وقت ہے اور آخری موقع دیا گیا ہے یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا یہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں... اسلئے صدق اور خدمت کا یہ اخری موقع ہے جو بنی نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد کوئی موقع نہ ہوگا۔ بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھودے۔ نرا زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے بلکہ کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو کہ وہ تمہیں صادق بنادے۔ اس میں کاہلی اور سستی سے کام نہ لو بلکہ مستعد ہو جاؤ اور اس تعلیم پر جو میں پیش کر چکا ہوں عمل کرنے کے لئے کوشش کرو اور اسی راہ پر چلو جو میں نے پیش کی ہے۔'' (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۵۱۷ جدید ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ ان تمام نیک دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ تمام قارئین اور خدام بھائیوں کی خدمت میں نئی صدی کا نیا سال مبارک...... دعا ہے کہ:

فضل خدا کا سایہ ہم پر رہے ہمیشہ
ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے

☆☆☆☆☆

23.12.00

قدرت ثانیہ

یہ تیری کرامت ہے جو خاک کو سبزہ زار کیا
اس بستی کو آباد کیا ' اس صحرا کو گل زار کیا

قادر کی پہلی قدرت نے ہر وحشی کو انسان کیا
قادر کی دوسری قدرت نے ہر پت جھڑ کو گلبار کیا

ہر ایک نظر نے دیکھا ہے تم کتنے پیارے اچھے ہو
ہر باغ سے چن کے گل پیارے ہم سب کو لالہ زار کیا

تری پیار بھری اس قربت نے اور پاک مطہر صحبت نے
ان لوگوں کو اس دنیا کی آلائش سے بیزار کیا

بن تیرے نہ کوئی چاہت ہے نہ اور کسی کی طاعت ہے
بس ہاتھ پہ رکھ کے ہاتھ ترے یہ ہم نے ہے اقرار کیا

ہر حکم پہ تیرے سب کے سب ہی جان لٹانے والے ہیں
ان تیرے چاہنے والوں نے اس بستی کو گلنار کیا

اس غم کو خوشی نے ڈھانپ لیا جب عہد دوبارہ باندھ لیا
اک بار دوبارہ ہم سب کو ایمان میں پھر سرشار کیا

وہ پیار کی دولت بخشی ہے جو تم نے اپنے پیاروں کو
وہ پاس بلا کے ساتھ بٹھا کے جان سے بڑھ کر پیار کیا

ہیں بیت گئے اب سال کئی اور ہجر کی ہم میں تاب نہیں
اس فرقت نے تیرے پیاروں کی حالت کو زاروزار کیا

ہم مجبوروں نے اے جاناں ہیں دیپ جلائے جانوں کے
ان دیپ جلانے والوں نے تجھے یاد ہے لاکھوں بار کیا

ترے پیار کے اس مے خانے میں یوں لوگ مسلسل آتے ہیں
تیرے پیار نے ان زندانِ وفا کو میکش اور مے خوار کیا

یہ لوگ محبت کی تیری بس مالا جپتے رہتے ہیں
ترے پیار کی خوشبو کو لے کر سب جگ کو عنبر بار کیا

(مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب)

پیغام صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

پیارے خدام بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سب سے پہلے تو نیا سال بلکہ نئی صدی کے پہلے سال کی مبارکباد آپ سب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، اس نئے سال کا آغاز آپ جہاں اور بہت سے اچھے اور نیک کاموں کے عزائم کے ساتھ کریں وہاں خاکسار کی اس ایک گذارش کو بھی مدنظر رکھیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب'' کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو ان کے اجر بغیر حساب کے دے گا، قرآن میں اور کسی بھی نیک کام کا اجر بغیر حساب نہیں آیا نہ نماز، نہ روزہ، نہ زکوۃ، صرف صبر ہے جسکی جزاء بغیر حساب کے ملے گی۔ ایک اور جگہ یہ فرمایا ''وبشر الصابرین'' یعنی صبر کرنے والوں کو بشارت دے یہاں پر مشکلات میں دعائیں کرنے والوں کو بشارت دے نہیں آیا۔

یاد رکھیں یہ دور تو شان احمدیت کا دور ہے اور شانِ احمدی تو ہے ہی یہ کہ صبر اور محبت سے دلوں کا فتح کرنا اور دعاؤں اور سجدہ گاہوں میں فتح طلب کرنا، حضرت بانی سلسلہ مسیح موعودؑ کا ایک نام ''گئوپال'' بھی آیا ہے، اور گائے وہ جانور ہے کہ جو کسی سے بدلہ نہیں لیتا۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اے میرے پیارو شکیب وصبر کی عادت کرو''

نیز فرمایا:

''اگر ہمیں کوئی گالی دیتا ہے تب بھی صبر کرو اور حلم سے کلام کرو اور ایسا نہ ہو کہ تمہارا اس وقت کا غصہ کوئی خرابی پیدا کر دے جس سے سارا سلسلہ بدنام ہو یا کوئی مقدمہ بنے جس سے سب کو تشویش ہو'' (ملفوظات جلد ۳)

اور ساتھ ہی اپنے عملی نمونے کا ذکر اس شعر میں کر دیا کہ

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

ایسا ہی ایک اور جگہ فرمایا:

''میں اپنی جماعت کو چند الفاظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوی پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلے میں گالیاں نہ دیں، وہ بہت کچھ ٹھٹھہ اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں مگر چاہئے کہ خاموش رہیں اور تقوی اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالی کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔

اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالی کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقوی اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں اب اُس عدالت کے سامنے مثلِ مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی جب تک انسان عدالت کے کمرے سے باہر ہے اگرچہ اسکی بدی کا بھی مؤاخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مؤاخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالی کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور صبر اور تقوی اختیار کرو اور خدا تعالی سے

چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرمادے ۔''(راز حقیقت صفحہ ۲۰ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۳)

آپ نے اکثر یہ واقعہ پڑھا یا سنا ہوگا کہ حضرت ابوبکرؓ سے کوئی شخص جھگڑا کر رہا تھا اور آپ خاموشی سے کھڑے اسکی باتیں سن رہے تھے وہاں سے آنحضور ﷺ کا گزر ہوا تو آپ ﷺ وہیں کھڑے ہوگئے اور اس عجیب لڑائی کو دیکھنے لگے کہ جسمیں صرف ایک شخص بول رہا تھا اور دوسرا خاموش تھا ۔اچانک حضرت ابوبکرؓ کو خیال آیا کہ میں بھی اس شخص کو جواب دوں چنانچہ انہوں نے بھی بولنا شروع کیا تو کیا دیکھا کہ آنحضور ﷺ وہاں سے روانہ ہوگئے یہ نظارہ دیکھ کر حضرت ابوبکر لڑائی چھوڑ کر آنحضور ﷺ کے پیچھے دوڑے اور عرض کی کہ یارسول اللہ آپ کیوں چل دئے ؟ اسپر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر! جب تک تم خاموشی سے لڑنے والے کی باتیں سن رہے تھے تو خدا کے فرشتے تمہاری طرف سے اسے جواب دے رہے تھے مگر جب تم نے بولنا شروع کیا تو وہ فرشتے وہاں سے چلے گئے اور جب تک فرشتے کھڑے تھے میں بھی کھڑا رہا اور ان کے ساتھ ہی وہاں سے چل پڑا۔

اس واقعہ میں ہمارے لئے بہت خوبصورت پیغام ہے کہ آج کے ان حالات میں جب بھی کوئی برا کہے تو اپنی زبانوں کو بند رکھیں اور صبر کریں تا خدا کے فرشتے ہماری طرف سے جواب دیں ۔پس گلیوں اور میدانوں کی بجائے اپنی سجدہ گاہوں میں اندھیری راتوں میں دعاؤں کے تیروں کے ساتھ اس جنگ اور لڑائی کو جیتیں ۔اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جیت اور فتح آپ ہی کا مقدر ہے اور اب وہ وقت آنے ہی والا ہے کہ آسمان اور زمین سے بھی آواز آئے گی کہ ''مرزا غلام احمد کی جے''۔

تو اپنے صبر کو اتنا کامل کریں کہ وہ صرف آپکی آنکھوں سے آپ کی سجدہ گاہوں میں آنسو بن بن

کے برسے اور آپکے آنسو خدا سے یہ التجا کر رہے ہوں

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے میرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچے میں مچایا ہم نے

اور بزبانِ حال یہ کہہ رہے ہوں

شور کیسا ہے ترے کوچے میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

اور اپنے رب کو پکاریں کہ الٰہی اب تُو ہماری خاطر

اب خود اتر کے آ کہ سیاہ ترہے کائنات

یا اللہ تو ہماری دعاؤں کو سن لے اور آنے والی نئی صدی ہماری صدی ہو جو تیری خالص توحید کا گہوارہ ہو۔

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لے کر امید بھاری

والسلام

خاکسار

آپ کا بھائی

سید محمود احمد

23/12/2000

سید محمود احمد شاہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شکریہ۔ خدا حافظ

آج سے گیارہ برس قبل نومبر ۱۹۸۹ء میں خاکسار کا تقرر بحیثیت مدیر خالد ہوا تھا اور جنوری ۹۰ء کو خاکسار نے خالد کا پہلا شمارہ نکالا تھا ـــــ

کوئی تجربہ نہیں تھا اور حیرانی و پریشانی کا ایک عجیب عالم تھا۔ اب دسمبر ۲۰۰۰ء کا شمارہ آ گیا ـــــ (جس کو بعض وجوہات کی بناء پر دسمبر جنوری ۰۱۔۲۰۰۰ء کا شمارہ قرار دینا پڑا) ـــــ یہ گیارہ سال دیکھتے ہی دیکھتے گزر گئے ـــــ اور اس انجام بخیر پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جیسے تیسے بھی بن پڑا ''خالد'' کی کشتی کو چلاتے رہے ـــــ اس خدائے غفور و رحیم اور ستار و کریم کے فضل و رحم کی ہوائیں ہی تھیں جو اس کو چلاتی رہیں ـــــ کھیتی رہیں ـــــ اور ہم بس نام کے اس کے کھویتے بنے رہے ـــــ

اب اس سفر کو جاری رکھنے کے لئے نئے مدیر کا تقرر ہو چکا ہے ـــــ تازہ دم، نوجوان اور ہونہار ـــــ عزیزم مکرم اسفند یار منیب صاحب ـــــ اور انشاء اللہ یہ سفر ایک نئی شان اور آن کے ساتھ، مزید تیز رفتاری کے ساتھ جاری رہے گا۔ وباللہ التوفیق

خاکسار اب جبکہ ادارت کے فرائض سے سبکدوش ہو رہا ہے تو اس زمانے میں جن بے شمار احباب کا تعاون میرے شامل حال رہا ان کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ خاکسار کی ادارت کے ساتھ گاہے گاہے میرے نائب یا معاون ہونے کی حیثیت سے جن بھائیوں نے بہت محنت کی ان کا بھی شکرگزار ہوں ـــــ

ان میں سے اکثریت ان ناموں کی ہے جنہوں نے اس وقت تعاون فرمایا جبکہ ان بھائیوں کے نام بھی رسالے پر نہیں دیئے جا سکتے تھے۔ لیکن وہ بے لوث خدمت کرتے رہے اور اللہ کے فضل سے اب بھی بے لوث خدمت کرنے والے ساتھی خدا نے مجھے عطا کئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ ان میں خصوصاً مکرم ظہیر احمد خان صاحب اور مکرم منصور احمد نور الدین صاحب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ مکرم مبشر احمد محمود صاحب، مکرم رفیق احمد ناصر صاحب، مکرم ناصر احمد طاہر صاحب، مکرم محمود ناصر ثاقب صاحب، مکرم خالد محمود صاحب، مکرم نوید مبشر صاحب، مکرم نصیر احمد انجم صاحب، مکرم اسد اللہ غالب صاحب، مکرم فخر الحق شمس صاحب، مکرم اسفند یار منیب صاحب۔ ان سب کے لئے میرا دل شکر کے جذبات سے معمور ہے۔

ان کے ساتھ ساتھ میرے ساتھ میرے کاموں میں ہاتھ بٹانے والوں میں میری اہلیہ محترمہ امۃ القیوم سعدیہ اور ان کی ہمشیرہ محترمہ امۃ الحیٔ آسیہ بھی ہیں۔

جنہوں نے بہت سارے مواقع میں پروف ریڈنگ اور مضامین کے ترجموں اور انتخاب میں میرا ہاتھ بٹایا اور خصوصاً خالد کے خاص شماروں میں ان کا تعاون بہت زیادہ حاصل ہوتا رہا۔ فجزاھما اللہ احسن الجزاء

رسالے کی کمپوزنگ اور کتابت میں جن احباب نے تعاون کیا ان میں کاتبوں میں سے مکرم منشی نور الدین صاحب اور مکرم منشی حمید الدین صاحب اور ۹۱۔۹۰ میں جب کمپیوٹر لے لیا گیا تو پھر مکرم سید صہیب احمد صاحب، مکرم طارق محمود صاحب (حال

امریکہ)، مکرم مقصود اظہر صاحب اور اب مکرم اقبال احمد زبیر صاحب ہیں ـــــ ان سب نے بہت محبت کے ساتھ تعاون کیا۔ اور بیسیوں مرتبہ خاکسار کی درخواست پر انہوں دن رات رسالے کی کمپوزنگ کے لئے وقت دیا۔ اور وقت بے وقت میں ان کو تنگ کرتا رہا لیکن بڑی بشاشت کے ساتھ یہ کام کرتے رہے' ـــــ اور آج کل گزشتہ ایک سال سے تقریباً اقبال احمد زبیر صاحب بہت محنت اور محبت سے رسالے کے لئے یہ خدمات بجالا رہے ہیں۔ فجزاہم اللہ

پھر ان کے ساتھ ساتھ دفتر اشاعت کا عملہ ہے' ان سب میں سے اوّل تو مکرم برادرم عبدالقیوم صاحب ہیں جو مددگار کارکن ہیں اور واقعی وہ میرے کاموں میں مددگار ثابت ہوئے' گرمی سردی میں مسودات کو لانا اور لے کر جانا ـــــ محبت اور محنت اور فرض شناسی سے مسلسل کام کرنے والے کارکن' اور پھر مکرم برادرم قمر احمد محمود صاحب (موجودہ پبلشر)' مکرم لطیف احمد صاحب' مکرم برادرم انور احمد صاحب (خاموشی سے کام کرنے والے بہت پیارے کارکن) اور مکرم برادرم سلطان احمد خالد صاحب حالیہ مینیجر ـــــ ہونہار اور محنتی ـــــ اور بہت تعاون کرنے والے ـــــ ان کے والد محترم مبارک احمد خالد صاحب کو نہیں بھولا جا سکتا ہے جنہوں نے بہت انکساری اور خلوص اور بے لوث جذبے کے ساتھ خاکسار کے ساتھ تعاون کیا اور بہت تعاون کیا۔ رسالہ کی طباعت اور خوبصورتی کے متعلق بہت کچھ سکھایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ اور ان سب کارکنان کو احسن ترین جزاء سے نوازے۔

چونکہ خالد مجلس خدام الاحمدیہ کی تنظیم کا رسالہ ہے۔ اس لئے لامحالہ خالد کی ادارت مہتمم اشاعت کے براہِ راست نگرانی میں ہوتی ہے ـــــ اس لئے مہتمم اشاعت بھی رسالے کے حسن کو دوبالا کرنے میں ایک مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس پہلو سے میں اپنے سابقہ مہتممین اشاعت کا بھی شکرگزار ہوں جو گاہے گاہے خاکسار کی راہنمائی کرتے رہے اور مدد فرماتے رہے۔ ان میں بطور خاص برادرم مکرم صاحبزادہ مرزا عبدالصمد احمد صاحب کا شکرگزار ہوں۔ ان کے علاوہ برادرم مکرم سلطان احمد صاحب مبشر اور مکرم و محترم صوفی حبیب الرحمٰن صاحب زیروی ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزاء دے۔ آمین

اور آخر پر مجلس خدام الاحمدیہ کے صدر صاحبان ہیں۔ جن کی دعائیں اور ہر ممکن اور نگرانی و راہنمائی مہمیز کا کام بھی کرتی رہی اور حوصلہ بھی بڑھاتی رہی ـــــ سب سے پہلے استاذی المکرّم حافظ مظفر احمد صاحب ہیں جنہوں نے خاکسار کو مدیر خالد کے طور پر نامزد فرمایا پھر ان کے بعد برادرم مکرم راجہ منیر احمد خان صاحب نے اپنی صدارت کے پورے چھ سال تک خاکسار کو یہ خدمت بجالانے کی سعادت بخشی اور ان کے بعد برادرم مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب نے اس اعتماد کو بحال رکھا ـــــ ان تمام صدر صاحبان کی محبت اور شفقت جو پہلے سے کہیں بڑھ کر ثابت ہوئی۔ میں کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ جو اعتماد اور نوازش کا سلوک ان بزرگ بھائیوں نے خاکسار پر حسنِ ظن رکھتے ہوئے میرے ساتھ کیا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان کو اس کی بہترین جزاء دے ـــــ

ممکن ہے کہ میں بہت سے نام اب لکھنے بُھول گیا ہوں گا۔ جنہوں نے کسی نہ کسی موقعہ پر خاکسار کے ساتھ کام کیا' تعاون کیا' پریس کے کارکنان ہیں ـــــ ضیاء الاسلام پریس کے کارکنان' بلیک ایرو پرنٹرز لاہور کے مالکان اور کارکنان ـــــ مکرم شیخ طارق محمود صاحب پانی پتی اور رسالوں کے ٹائٹل ڈیزائن کرنے میں تعاون کرنے والے مکرم برادرم شیخ خالد محمود پانی پتی صاحب۔

اور یاد آیا کہ رسالہ کی پیسٹنگ جو ایک اعتبار سے مشکل اور اہم کام بھی ہے اور حوصلے والا بھی ـــــ حوصلے والا اس لئے کہ ایک تو بے وقت پیسٹر کو تنگ کرنا کہ ہمیں آج ہی پیسٹنگ کر دیں۔ رسالہ لیٹ ہو رہا ہے۔ اور کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ پیسٹر صاحب کا بچہ بیمار

ہے' خود بخار ہے لیکن وہ محبت میں آ جاتے ___ اور وہ تھے مکرم حبیب الرحمٰن غوری صاحب ___ ان کے علاوہ مکرم قاضی منیر احمد صاحب بھی ایک عرصہ تک پیسٹنگ کرتے رہے ___ مکرم غوری صاحب کے جانے کے بعد خاکسار اور مکرم منصور احمد نورالدین صاحب نے خود یہ کام سنبھالا ___ زیادہ کام منصور صاحب نے کیا ___ یہ شمارہ جو کہ سالنامہ ہے' یہ سارے کا سارا مکرم منصور احمد صاحب نے مسلسل وقت دے کر اس کی پیسٹنگ کی ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

اسی طرح بے شمار مضمون نگار ہیں جن کو درخواست کی جاتی اور وہ بہت مصروف ہونے کے باوجود اس درخواست کو قبول کرتے اور مضمون لکھ کر دیتے' جو دراصل رسالہ کی جان اور شان میں اضافہ کرنے کا بھی موجب ہوتے۔ ان میں استاذی المکرم پروفیسر راجہ نصر اللہ خان صاحب' عاصم جمالی صاحب' یوسف سہیل شوق صاحب' مرزا خلیل قمر صاحب وغیرہ اور خاکسار کے بہت سارے شاگرد اور کولیگز ہیں جو مضمون لکھنے میں تعاون فرماتے رہے۔

مجھے اب یہ بھی یاد آ رہا ہے کہ کافی تعداد ان مضمون نگاروں کی بھی ہے جو مجھ سے ناراض بھی ہوئے ہوں گے ___ کہ ان کا مضمون یا ان کی نظم غزل وغیرہ شائع نہیں ہوئی ___ بعضوں نے ناراضگی کا اظہار کیا ___ بعضوں نے نہ کیا ___ بعض نے کسی رنگ میں' کسی نے کسی رنگ میں ___ مجھے یاد ہے کہ ایک صاحب نے ایک نظم بھیجی ___ اور نظم کے ساتھ ایک خط بھی جو انتہائی پُرتکلف بلکہ مبالغہ کی حد تک تکلف سے بھرپور القابات سے مزین تھا مثلاً

''قبلہ شاہ صاحب ___ مدت سے اس رسالے کو آپ جیسے مُدیر کی تلاش تھی......'' وغیرہ وغیرہ

اور ساتھ یہ کہ میں ایک نظم بھیج رہا ہوں اس کو شائع فرما دیں۔ پھر ہفتہ دو ہفتہ بعد خط آ گیا کہ۔

''حضرت شاہ صاحب ماشاء اللہ رسالہ بہت اچھا جا رہا ہے......اور ساتھ نظم کی فرمائش......''

خاکسار اب اس انتظار میں تھا کہ شاید میں اس نظم کے مصرعے ہی الگ الگ کر لوں ___ ان کو شعر میں ڈھالنا اور سمجھنا ابھی دُور کی بات تھی ___ کہ ایک تیسرا ''محبت نامہ'' موصول ہو گیا ___ میں نے ان صاحب سے معذرت چاہی کہ یہ نظم شائع نہیں ہو سکے گی ___

پھر ان کا چوتھا ''عقیدت نامہ'' موصول ہوا جو شاید ان کی طرف سے آخری تھا ___ جو اس طرح سے تھا۔

''مکرمی مدیر صاحب ___ مجھے سمجھ نہیں آتی آپ کو کس نے ایڈیٹر بنا دیا ہے............'' وغیرہ وغیرہ

تو بعض ناراضگی کے رنگ ایسے بھی ہوتے تھے ___

مجھے ان صاحب سمیت ان سب احباب سے معذرت بھی کرنا ہے کہ میں کسی بھی وجہ سے' اس کو میری نالائقی پر محمول کریں۔ کم فہمی اور کم علمی پر یا کوئی اور مجبوری کہ میں بہت سے دوستوں کے مضامین اور کلام کو شائع نہیں کر سکا ___ میں ان سے معذرت خواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کسی اچھے رنگ میں آپ کو اس کا اجر دے اور کہیں بہتر انداز میں آپ کی تحریرات شائع ہوں۔ آمین۔

چلتے چلتے میں یہ ذکر کرتا ہوں ___ اپنے رفقاء کی خاطر' اپنے دوستوں اور بھائیوں کے لئے ___ کہ یہ جو سب کچھ ہم کرتے ہیں۔ کوئی ایڈیٹر ہے' کوئی نائب کوئی کسی رنگ میں' کوئی کسی رنگ میں کام کر رہا ہے ___ تو یہ سب اس کے فضل ہیں جو ہم سے کام لے رہا ہے ___ اس میں ہماری کوئی خوبی نہیں ہے ___ اگر اپنے دل میں جھانک کر دیکھیں تو شرمندگی اور ندامت سے

سر اُٹھانا مشکل ہو جائے ___ اور جھکی ہوئی گردن کے ساتھ دل سے یہ آواز سنائی دے گی کہ

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

جس طرح بارش کے قطرے مسلسل اور بے شمار تعداد میں آ رہے ہوں اس طرح جماعت کے کاموں کے لئے خدا نے لوگ تیار کر رکھے ہیں۔ ہم میں سے ایک ذرا اِدھر اُدھر ہوا تو اس کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ گیا اور سینکڑوں اس کی جگہ لینے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ یہ تو آسمانی تقدیر ہے کہ اس کے کام رکنے کے نہیں، ہو کر رہنے والے ہیں ___

قضائے آسمان است ایں
بہر حالت شود پیدا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دماغوں کے رُخ اور دلوں کے قبلہ کو ادھر موڑا ہے فرماتے ہیں کہ:۔

بمفت ایں اجر نصرت را دھنت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اے میرے بھائی یہ تو مفت میں خدا نے اجر دینے کا بہانہ ڈھونڈا ہے کہ تیرے سپرد یہ خدمت لگا دی۔ وگرنہ یہ کام تو ہو کر رہنے والے ہیں ___ تو اس لئے میرے بھائیو! یہ ہمارا احسان نہیں کہ ہم جماعت کی کوئی خدمت کرتے ہیں۔ ہاں اس کا احسان ہے۔ یہ نظامِ جماعت کا احسان ہے کہ وہ ہمارے ذمہ کوئی خدمت سونپتا ہے ___

اور ہاں اس خدمت کو معمولی نہ سمجھیں ___ اگر آخر تک، پوری محبت، محنت خلوص اور بے لوث جذبے کے ساتھ اس خدمت کو پورا کرنے میں کامیابی مل جائے تو ___ اس کو معمولی کام اور خدا کا معمولی احسان نہ سمجھئے۔ یہ بہت بڑی سعادت بھی ہے۔ حضرت مصلح موعود کے ارشاد کے مطابق۔

کل کو آنے والے بادشاہ، بھی ان جماعتی کاموں پر رشک کی نگاہ ڈالیں گے۔

لیکن یہ تو کل کی بات ہے ___ جب ہم نہیں ہوں گے ___ جب تک ہم ہیں ہمیں یہ بات ذہنوں میں رکھنی چاہئے کہ خدمتِ دین ___ ایک فضلِ الٰہی ہے ___ خدا کا شکر کریں کہ اس خدمت کے لئے اس نے ہمیں چنا ___

ورنہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخری سانسوں تک دین کی خدمت کی توفیق دے۔ ایسی خدمت جو اس کی نگاہ میں، جو اس بارگاہ میں مقبول ٹھہرے۔ اور جس کا درجہ ہمیں بھی ملے۔ اس جہان میں بھی اور اُس جہان میں بھی ___ اور جس کا پھل ہماری نسلیں بھی کھائیں ___ اب بھی، تب بھی ___ آمین

ربنا تقبل منا ___ انک انت السمیع العلیم

☆☆☆

دسمبر۔ ایک یاد

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے احمدی احباب و خواتین کی اخلاقی و روحانی تربیت اور اخوت و محبت کو بڑھانے کی خاطر اور کئی دینی مصالح کے پیش نظر تمام احمدیوں کو سال میں ایک بار مرکز میں جمع کرنے کے لئے جلسہ سالانہ کا آغاز فرمایا۔

جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ دسمبر 1891ء میں مرکز سلسلہ قادیان میں ہوا اور پھر خدا کے فضل و کرم سے یہ سلسلہ سالہا سال سے باقاعدگی سے جاری رہا اور عموماً دسمبر میں یہ جلسہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ خدا کے نام پر۔ خدا کا نام بلند کرنیکی خاطر جمع ہونے والے ان معصوم و مظلوم اور بے ضرر لوگوں کے اجتماع پر پاکستان کے اس وقت کے آمر مطلق ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق کی حکومت نے پابندی عائد کردی۔ اور اس پابندی کو اب 13 سال ہونے کو آئے ہیں۔ ضیاء کے جانے کے بعد چار حکومتوں کے آنے کے باوجود ابھی تک یہ پابندی جوں کی توں ہے۔ ربوہ شہر میں جو کہ عالمگیر جماعت احمدیہ کے ممبران کا مرکز ہے۔ اور جہاں کی نوے فیصد آبادی احمدی افراد پر مشتمل ہے۔ یہاں یہ لوگ اپنے ہی شہر میں اکٹھے ہو کر اپنی اجتماعی دینی اور اخلاقی اور روحانی تربیت کے ذرائع سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اور ظلم اور ناانصافی کی حد تو یہ ہے کہ اسی شہر کی ایک مضافاتی بستی میں ہر سال کئی بار دوسرے شہروں کے دینی مدارس کے طلباء اور مزدوروں کو اکٹھا کر کے لایا جاتا ہے جو اس شہر کے اندر سے گزرتے ہوئے جلوس کی صورت میں نعرے لگاتے ہوئے اور دلخراش آوازے کستے ہوئے گزرتے ہیں اور احمدیوں کے صبر کا امتحان ہر سال بلکہ سال میں کئی بار لیا جاتا ہے۔

بیرونی مقامات سے آئے ہوئے لوگوں کو تو یہاں ہر قسم کی زبان استعمال کرنے کی اور جلسے جلوس کی بھی اجازت ہے لیکن قہر گرتا ہے تو بے چارے۔۔۔ احمدیوں پر۔۔۔ اور یوں سالہا سال سے ہر قسم کے اجتماعات کی پابندی پر احمدی بڑے کمال اور حوصلے کے ساتھ صبر کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ صبر ایک بہت بھاری نتیجہ پر منتج ہوا کرتا ہے۔ زمین پر کیا جانے والا صبر بالآخر ساتویں آسمان سے ہو کر آتا ہے اور پھر بڑے جاہ جلال اور فتح و نصرت کے ساتھ اترتا ہے۔ ہم بھی صبر کرتے ہوئے۔۔۔ خدا کی خاطر صبر کرتے ہوئے۔۔۔ اسی قادر و مطلق یار کی طرف نگاہیں

لگائے بیٹھے ہیں۔ گو کہ اس نے ایک جلسہ کی بندش اور کمی کو اس طرح پورا کیا ہوا ہے کہ اب ہر ملک میں ہونے والا احمدیوں کا جلسہ پاکستان کے احمدیوں کے گھروں میں دیکھا اور سنا جاتا ہے۔ اور ایک جلسہ کی کمی بیسیوں جلسوں کی صورت میں پوری ہو رہی ہے لیکن ہم خدا کے فضل سے اس یقین پر بھی قائم ہیں کہ انشاء اللہ وہ وقت آئے گا کہ:

جب یہی دسمبر کا مہینہ ہوگا!

اور یہی ربوہ ہوگا!

ہمارا پیارا امام ہوگا

وہی نعرے ہوں گے

وہی ولولے ہوں گے

ہاں فی الحال تو صبر کی گھڑیاں ہیں

شاید صرف دو گھڑی...... کا وقت رہ گیا ہے۔
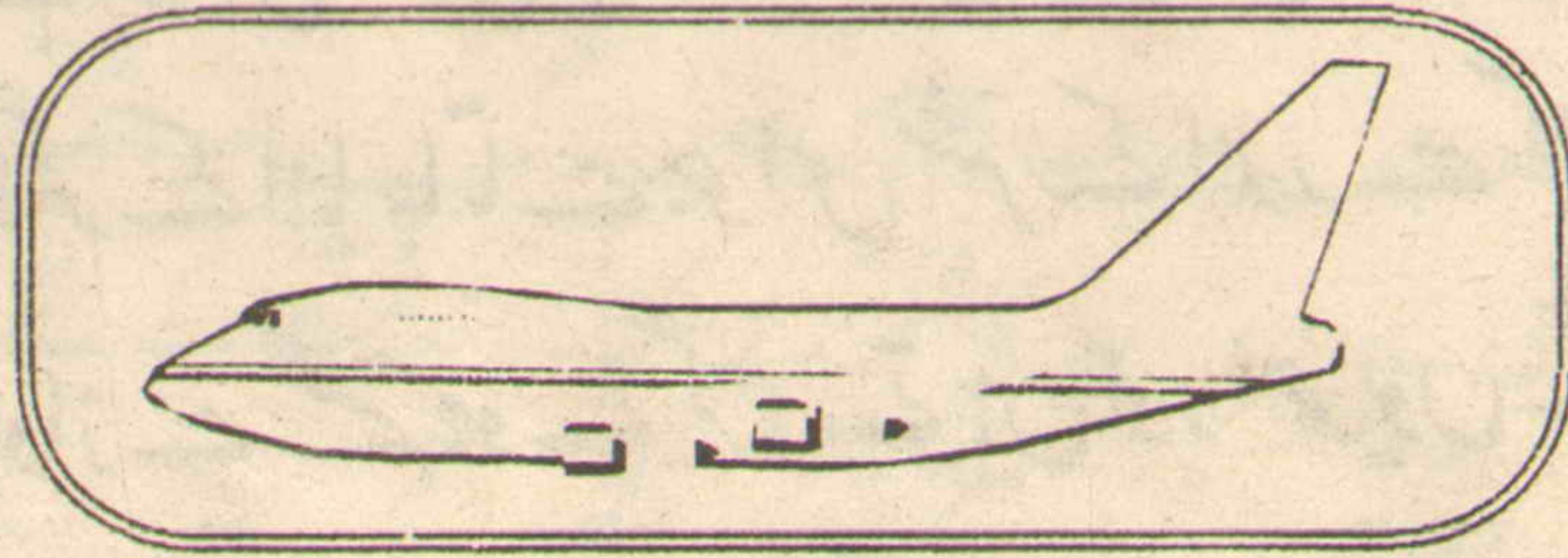
اسے کہنا دسمبر آگیا ہے

اسے کہنا دسمبر آگیا ہے
دسمبر کے گذرتے ہی
برس اک اور ماضی کی
گپھا میں ڈوب جائے گا
اسے کہنا دسمبر لوٹ آئے گا
مگر جو خون سو جائے گا جسموں میں
نہ جاگے گا
اسے کہنا ہوائیں سرد ہیں
اور زندگی کے کہرے دیواروں میں لرزاں
اسے کہنا
شگوفے ٹہنیوں میں سو رہے ہیں
اور ان پر برف کی چادر بچھی ہے
اسے کہنا
اگر سورج نہ نکلے گا تو کیسے برف پگھلے گی
اسے کہنا کہ لوٹ آئے

(عرش صدیقی)

(مرسلہ: مکرم سلیم الدین احمد صاحب ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جب آپ صدر مجلس خدام الاحمدیہ تھے انہیں خطبات کے متعلق فرمایا تھا کہ:۔
''تاریکی کی گھڑیوں میں ان خطبات نے میری ڈھارس باندھی تھی اگر آپ کے دل میں کبھی مایوسی کے خیالات پیدا ہوں۔ تاریک بادل کبھی آپ کو آگھیریں یا کبھی آپ کے دل میں اگر یہ خیال پیدا ہو کہ اتنا عظیم الشان کام ہم کیسے سرانجام دے سکتے ہیں۔ اتنا بڑا بوجھ ہمارے کمزور کندھے کس طرح سہاریں گے تو آپ ان خطبات کی طرف رجوع کریں...... آپ نئی ہمت اور پختہ عزم لیکر اپنے کام کے لئے کھڑے ہوں گے اور یہ یقین ہر وقت آپ کے ساتھ رہے گا کہ دور کا راستہ پُرخار ضرور ہے مگر راہبر اپنے فن کا ماہر ہے اور بے شک چاروں طرف سے شیطان تیروں کی بوچھاڑ کر رہا ہے مگر اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقْتَلُ مِنْ وَرَآءِہٖ......''

مشعلِ راہ

حضرت مصلح موعود بانی مجلس خدام الاحمدیہ کے روح پرور اور ولولہ انگیز خطبات اور تقاریر پر مشتمل کتاب دفتر اشاعت ایوانِ محمود میں دستیاب ہے۔

کتاب کی قیمت

اعلیٰ کاغذ ---------------------------- -/250

عام کاغذ ---------------------------- -/200

بائبل پیپر ---------------------------- -/500

علاوہ ڈاک خرچ (کتاب V.P.P نہیں بھیجی جائے گی)

وہ رنگ ہے، نور ہے کہ خوشبو دیکھو تو وہ کس قدر سجَل ہے

تم بھی اے کاش کبھی دیکھتے سنتے اس کو
آسماں کی ہے زباں یارِ طرحدار کے پاس

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

دو بادشاہ ——— اس الہام کا مصداق

وصیت

آنحضرت ﷺ کی ایک وصیت جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک خطبہ جمعہ میں پڑھ کر سنائی

آپ نے فرمایا:

''آخر میں ایک وصیت پڑھ کر سُنانا چاہتا ہوں جو رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو کی۔ دوست اِسے غور سے سنیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اِس وصیت کو سُننے کے بعد کوئی انسان مرتے دم تک اپنے کسی عمل سے کسی صُورت میں بھی مطمئن نہیں ہوسکتا۔ یہ وصیت بڑی لمبی ہے اِس لئے مَیں اس کے الفاظ نہیں پڑھوں گا بلکہ اُن کا صرف ترجمہ بیان کروں گا:۔

آنحضرت ﷺ نے ایک دِن حضرت معاذؓ سے فرمایا:۔

یامعاذ محمدِ تلک بحدیث ان انت حفظته نفعک.

اے معاذ! میں تجھے ایک بات بتاتا ہوں، اگر تو نے اُسے یاد رکھا تو یہ تمہیں نفع پہنچائے گی اور اگر بھول گئے تو انقطعت حجتک عند اللہ اللہ تعالیٰ کا فضل تم حاصل نہیں کرسکو گے اور تمہارے پاس نجات حاصل کرنے کے بارے میں اطمینان کے لئے کوئی دلیل باقی نہیں رہے گی۔ یا معاذ ان اللہ تبارک و تعالیٰ خلق سبعۃ املاک قبل ان یخلق السموت والاض اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پہلے سات دربان فرشتوں کو پیدا کیا (اور جیسا کہ اس حدیث کے مفہوم سے پتہ لگتا ہے یہاں آسمانوں سے مراد روحانی آسمان ہیں جن میں روحانی لوگ اپنے اپنے درجہ کے مطابق رکھے جاتے ہیں) اور ان فرشتوں میں سے ایک ایک کو ہر آسمان پر بطور بواب یعنی دربان کے مقرر کردیا۔ اُن کی ڈیوٹی تھی کہ تم اپنی اپنی جگہ پر رہو اور صرف ان لوگوں کے اعمال کو یہاں سے گزرنے دو جن کے گزرنے کی ہم اجازت دیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ فرشتے جو انسان کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں اور اُن کا روزنامچہ لکھتے ہیں، خدا کے ایک بندے کے اعمال لے کر جو اُس نے صبح سے شام تک کئے تھے آسمان کی طرف بلند ہوئے اور اُن اعمال کو اُن فرشتوں نے بھی پاکیزہ سمجھا تھا اور انہیں بہت زیادہ خیال کیا تھا، لیکن جب وہ اعمال لے کر پہلے آسمان پر پہنچے تو انہوں نے دربان فرشتے سے کہا کہ ہم خدا تعالیٰ کے حضور ایک بندے کے اعمال پیش کرنے آئے ہیں۔ یہ اعمال پاکیزہ ہیں، تو اُس فرشتے نے کہا ٹھہر جاؤ تمہیں آگے جانے کی اجازت نہیں، تم واپس لوٹو اور جس شخص کے یہ اعمال ہیں انہیں اُس کے مُنہ پر مارو۔ خدا تعالیٰ نے مجھے یہاں یہ ہدایت دے کر کھڑا کیا ہے کہ میں غیبت کرنے والے بندہ کے اعمال کو اس دروازہ میں سے نہ گزرنے دوں اور یہ شخص جس

کے اعمال تم خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرنے آئے ہو ہر وقت غیبت کرتا رہتا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کچھ اور فرشتے ایک اور بندے کے اعمال لے کر آسمان کی طرف چڑھے۔ تزکیہ وتکثرہ وہ فرشتے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ یہ اعمال بڑے پاکیزہ ہیں اور پھر یہ بندہ انہیں بڑی کثرت سے بجالایا ہے اور چونکہ اِن اعمال میں غیبت کا کوئی شائبہ نہیں تھا اس لئے پہلے آسمان کے دربان اور حاجبِ فرشتے نے اُنہیں آگے گزرنے دیا۔ لیکن جب وہ دُوسرے آسمان پر پہنچے تو اس کے دربان فرشتے نے انہیں پکارا' ٹھہر جاؤ' واپس لوٹو اور ان اعمال کو ان کے بجالانے والے کے منہ پر مارو۔ میں فخرو مباہات کا فرشتہ ہوں اور خدا تعالیٰ مجھے یہاں اِس لئے مقرر کیا ہے کہ میں کسی بندے کے ایسے اعمال کو یہاں سے نہ گزرنے دوں جن میں فخر ومباہات کا بھی کوئی حصہ ہو اور وہ اپنی مجالس میں بیٹھ کر بڑے فخر سے اپنی نیکی کو بیان کرنے والا ہو۔ یہ شخص جس کے اعمال لے کر تم یہاں آئے ہو لوگوں کی مجالس میں بیٹھ کر اپنے اِن اعمال پر فخر ومباہات کا اِظہار کیا کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا فرشتوں کا ایک اور گروہ ایک اور بندے کے اعمال لے کر آسمان کی طرف بلند ہوا اور وہ اُن فرشتوں کی نگاہ میں بھی کامل نور تھے۔ ان اعمال میں صدقہ وخیرات بھی تھا' روزے بھی تھے' نمازیں بھی تھیں اور وہ محافظ فرشتے تعجب کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا یہ بندہ کس طرح اپنے رب کی رضاء کی خاطر محنت کرتا رہا ہے اور چونکہ ان اعمال میں غیبت کا کوئی حصہ نہیں تھا اور ان میں فخر ومباہات کا بھی کوئی حصہ نہیں تھا اس لئے پہلے اور دُوسرے آسمان کے دربان فرشتوں نے اُنہیں گزرنے دیا' لیکن جب وہ تیسرے آسمان کے دروازہ پر پہنچے تو اس کے دربان فرشتہ نے کہا ٹھہر جاؤ اضربوابهذا العمل وجه صاحبه کہ جس شخص کے اعمال تم خدا تعالیٰ کے حُضور پر پیش کرنے کے لئے لے جا رہے ہو اس کے پاس واپس جاؤ اور ان اعمال کو اُس کے مُنہ پر مارو۔ مَیں تکبّر کا فرشتہ ہوں' مجھے تیسرے آسمان کے دروازہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دے کر کھڑا کیا ہے کہ اس دروازہ سے کوئی ایسا عمل آگے نہ گزرے جس کے اندر تکبر کا کوئی حصہ ہو۔ اور یہ شخص جس کے اعمال تم اپنے ساتھ لائے ہو بڑا متکبر تھا' وہ اپنے آپ کو ہی سب کچھ سمجھتا تھا اور دُوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور اُن سے تکبر اور اِباء کا سلوک کیا کرتا تھا اور وہ اپنی مجالس میں گردن اُونچی کر کے بیٹھنے والا تھا۔ اس کے اعمال گو تمہاری نظر میں اچھے نظر آ رہے ہیں لیکن وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں مقبول نہیں۔ آپ نے فرمایا فرشتوں کا ایک چوتھا گروہ ایک اور بندے کے اعمال لے کر آسمان کی طرف بلند ہوا۔ یزهو کما یزهو الکوکب الدری وہ اعمال ان فرشتوں کو کب دُرّی کی طرح خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ ان میں نمازیں بھی تھیں' تسبیح بھی تھی' حج بھی تھا' عمرہ بھی تھا۔ وہ فرشتے یہ اعمال لے کر آسمان کے بعد آسمان اور دروازہ کے بعد دروازہ سے گزرتے ہوئے چوتھے آسمان کے دروازہ پر پہنچے' تو اُس کے دربان فرشتے نے انہیں کہا ٹھہر جاؤ تم یہ اعمال ان کے

بجا لانے والے کے پاس واپس لے جاؤ اور اُس کے منہ پر دے مارو۔ میں خود پسندی کا فرشتہ ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اُس شخص کے اعمال کو جس کے اندر عُجب پایا جائے گویا وہ اپنے نفس کو خدا تعالیٰ کا شریک سمجھتا ہو اور خود پسندی کا احساس اس کے اندر پایا جائے اور اُس میں خدا تعالیٰ کی بندگی کا احساس نہ پایا جاتا ہو اِس چوتھے آسمان کے دروازے سے نہ گزرنے دوں۔ میرے رب کا مجھے یہ حکم ہے ۔انه کان اذا عمل عملاً ادخل اععجب فیه ۔یہ شخص جب کوئی کام کرتا تھا خود پسندی کو اس کا ایک حصہ بنا دیتا تھا۔ اس کے اعمال اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مقبول نہیں ہیں۔

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا' فرشتوں کا ایک پانچواں گروہ ایک اور بندے کے اعمال لے کر آسمانوں کی طرف بلند ہوا۔ان اعمال کے متعلق اُن فرشتوں کا خیال تھا کہ کانه العروس المزفوفة الی اهلها ۔وہ ایک سجی سجائی' سولہ سنگھار سے آراستہ' خوشبو پھیلاتی دلہن کی طرح ہیں جو رُخصتانہ کی رات کو اپنے دولہا کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ لیکن جب وہ چاروں آسمانوں پر سے گزرتے ہوئے پانچویں آسمان پر پہنچے تو اس کے دربان فرشتے نے کہا قفوا ٹھہر جاؤ واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه ۔ان اعمال کو واپس لے جاؤ اور اُس شخص کے مُنہ پر مارو اور اُسے کہہ دو کہ تمہارا خدا اِن اعمال کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔انا ملک الحسد میں میں حسد کا فرشتہ ہوں اور میرے خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ ہر وہ شخص جس کو حسد کرنے کی عادت ہو اس کے اعمال پانچویں آسمان کے دروازہ میں سے نہ گزرنے دوں۔ یہ شخص ہر علم حاصل کرنے والے اور نیک اعمال بجالانے والے پر حسد کیا کرتا تھا۔ میں اس کے اعمال کو اِس دروازہ میں سے نہیں گزرنے دُوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان حفظه فرشتوں کا ایک چھٹا گروہ ایک اور بندہ کے اعمال لے کر آسمانوں کی طرف بلند ہوا اور پہلے پانچ دروازوں میں سے گزرتا ہوا چھٹے آسمان تک پہنچ گیا۔ یہ اعمال ایسے تھے جن میں روزہ بھی تھا' نماز بھی تھی' زکوٰۃ بھی تھی' حج اور عمرہ بھی تھے اور فرشتوں نے یہ سمجھا کہ یہ سارے اعمال خدا تعالیٰ کے حضور میں بڑے مقبول ہونے والے ہیں۔ لیکن جب وہ چھٹے آسمان پر پہنچے' تو وہاں کے دربان فرشتے نے کہا ٹھہر جاؤ۔ آگے مت جاؤ۔ انه کان لا یرحم انسانا من عباد الله قط ۔یہ شخص خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی بندہ پر کبھی رحم نہیں کرتا تھا اور خدا تعالیٰ نے مجھے یہاں اس لئے کھڑا کیا ہے کہ جن اعمال میں بے رحمی کی آمیزش ہو میں انہیں اس دروازے سے نہ گزرنے دوں۔ تم واپس لوٹو اور اِن اعمال کو اس شخص سے منہ پر یہ کہہ کر مارو کہ تمہارا اپنی زندگی میں یہ طریق ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرنے کی بجائے ظلم کرتے ہو۔ خدا تعالیٰ تم پر رحم کرتے ہوئے تمہارے یہ اعمال کیسے قبول کرے؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کچھ اور فرشتے ایک بندے کے اعمال لے کر آسمان کے بعد آسمان اور دروازہ کے بعد دروازہ سے گزرتے ہوئے ساتویں آسمان پر پہنچ گئے۔ ان اعمال میں نماز بھی تھی' روزے بھی تھے' فقہ اور اِجتہاد بھی تھا اور

وَرَع بھی تھا۔ لھادی کدوی النحل وضوء کضوءِ الشمسِ ۔ان اعمال سے شہد کی مکھیوں کی آواز ایسی آواز آتی تھی یعنی وہ فرشتے گنگنا رہے تھے کہ ہم بڑی چیز خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش کرنے کے لئے لے جا رہے ہیں اور وہ اعمال سورج کی روشنی کی طرح چمک رہے تھے۔ ان کے ساتھ تین ہزار فرشتے تھے۔ گویا وہ اعمال اتنے زیادہ اور بھاری تھے کہ تین ہزار فرشتے اُن کے خوان کو اُٹھائے ہوئے تھے۔ جب وہ ساتویں؟ آسمان کے دروازہ پر پہنچے تو دربان فرشتہ نے جو وہاں مقرر تھا کہا، ٹھہرو، تم آگے نہیں جاسکتے۔ تم واپس جاؤ اور ان اعمال کو اس شخص کے منہ پر مارو اور اس کے دل پر تالا لگادو کیونکہ مجھے خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس کے حضور ایسے اعمال پیش نہ کروں جن سے خالصۃً خدا تعالیٰ کی رضاء مطلوب نہ ہو اور ان میں کوئی آمیزش ہو۔ اِس شخص نے یہ اعمال غیراللہ کی خاطر کئے ہیں ارادبه رفعة عندالفقهآءِ یہ شخص فقیہوں کی مجالس میں بیٹھ کر اور فخر سے گردن اونچی کر کے تفقہ اور اجتہاد کی باتیں کرتا ہے تا اُن کے اندر اُسے ایک بلند مرتبہ اور شان حاصل ہو۔ اس نے یہ اعمال میری رضاء کی خاطر نہیں کئے بلکہ محض لاف زنی کے لئے کئے ہیں۔ وذکراً عندالعلمآءِ وصیتا فی المدآئن ۔اس کی غرض یہ تھی کہ وہ دُنیا میں ایک بڑے بزرگ کی حیثیت سے مشہور ہو جائے۔ علماء کی مجالس میں اس کا ذکر ہو۔ امرنی ربی ان لآ ادع عمله یجاوزنی الی غیری و کل عمل لم یکن لله تعالیٰ خالصاً فهوریآء ۔وہ کام جو خالصاً خدا تعالیٰ کے لئے نہ ہو اور اس میں ریاء کی ملونی ہو وہ خدا تعالیٰ کے حضور مقبول نہیں اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں ایسے اعمال کو نہ آگے گذرنے دوں۔ تم واپس جاؤ اور ان اعمال کو اس شخص کے منہ پر دے مارو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ کچھ اور فرشتے ایک اور بندے کے اعمال لے کر آسمانوں کی طرف بلند ہوئے اور ساتوں آسمانوں کے دربان فرشتوں نے انہیں گزرنے دیا۔ انہیں ان اعمال پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ان اعمال میں زکوۃ بھی تھی، روزے بھی تھے، نماز بھی تھی، حج بھی تھا، عمرہ بھی تھا، اچھے اخلاق بھی تھے۔ ذکرالٰہی بھی تھا اور جب وہ فرشتے ان اعمال کو خدا تعالیٰ کے حضور میں لے جانے کے لئے روانہ ہوئے تو آسمانوں کے فرشتے ان کے ساتھ ہو لئے اور وہ تمام دروازوں میں سے گزرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے دربار میں پہنچ گئے۔ وہ فرشتے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو گئے لیشهدو واله بالعمل الصالح المخلص لله اور کہا اے ہمارے رب! تیرا یہ بندہ ہر وقت تیری عبادت میں مصروف رہتا ہے، وہ بڑی نیکیاں کرتا ہے اور ایسے تمام اوقاتِ عزیزہ کو تیری اطاعت میں خرچ کر دیتا ہے۔ وہ بڑا ہی مخلص بندہ ہے۔ اس میں کوئی عیب نہیں۔ غرض انہوں نے اس شخص کی بڑی تعریف کی۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا: انتم الحفظة اعلیٰ علی عمل عبدی کہ تمہیں تو میں نے اعمال کی حفاظت اور انہیں تحریر کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ تم صرف انسان کے ظاہری اعمال کو دیکھتے ہو اور انہیں لکھ لیتے ہو۔ وانا القریب علی قبله اور میں اپنے بندہ کے دل کو دیکھتا ہوں۔ انه لم یردنی بهذاالعمل اس

بندہ نے یہ اعمال بجالا کر میری رضا نہیں چاہی تھی' بلکہ اس کی نیت اور ارادہ کچھ اور ہی تھا۔ ارادبہ غیری۔ وہ میرے علاوہ کسی اور کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ فعلیه لعنتی اس پر میری لعنت ہو۔ فتقول الملئکة کلهم تو تمام فرشتے پکار اٹھیں گے علیه لعنتک ولعنتنا اے ہمارے رب! اس پر تیری بھی لعنت ہے اور ہماری بھی لعنت ہے۔ فتلعنه المسموة السبع ومن فیهن اور اس پر ساتوں آسمان اور ان میں رہنے والی ساری مخلوق اس پر لعنت کرنی شروع کردے گی۔

حضرت معاذؓ نے رسول کریم ﷺ کی اِس وصیت کو سُنا تو آپ کا دل کانپ اٹھا۔ آپ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیف لی بالنجاة والخلوص ؟ یارسول اللہ! اگر ہمارے اعمال کا یہ حال ہے تو مجھے نجات کیسے حاصل ہوگی؟ اور میں اپنے رب کے قہر اور غضب سے کیسے نجات پاؤں گا؟ آپؐ نے فرمایا اقتدبی تم میری سنت پر عمل کرو۔ وعلیک بالیقین وان کان فی عملک تقصیر اور اس بات پر یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ کا ایک بندہ خواہ کتنے ہی اچھے عمل کیوں نہ کر رہا ہو اس میں ضرور بعض خامیاں رہ جاتی ہیں' اس لئے تم اپنے اعمال پر ناز نہ کرو' بلکہ یہ یقین رکھو کہ ہمارا خدا اور ہمارا مولیٰ ایسا ہے کہ وہ ان خامیوں کے باوجود بھی اپنے بندوں کو معاف کردیا کرتا ہے۔ وحافظ علی لسانک اور دیکھو اپنی زبان کی حفاظت کرو اور اس سے کسی کو دکھ نہ پہنچاؤ۔ کوئی بری بات اس سے نہ نکالو۔ ولا تزک نفسک علیهم اور اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ متقی اور پرہیز گار نہ سمجھو اور نہ اپنی پرہیز گاری کا اعلان کرو۔ ولاتدخل عمل الدنیا بعمل الاخرة اور جو عمل تم خدا تعالیٰ کی رِضاء اور اُخروی زندگی میں فائدہ حاصل کرنے کے لئے کرتے ہو اُس میں دنیا کی آمیزش نہ کرو۔ ولا تمزق الناس فیمزقک کلاب النار اور لوگوں میں فتنہ وفساد پیدا کرنے اور انہیں پھاڑنے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو قیامت کے دِن جہنم کے کتے تمہیں پھاڑ دیں گے۔ ولا تراء بعملک الناس اور اپنے عمل ریاء کے طور پر دنیا کے سامنے پیش نہ کرو۔

(روح البیان جلد اوّل صفحہ ۷۷۶)

یہ ساری باتیں اقتدبی کی تشریح اور تفسیر ہیں اور ان کا خلاصہ یہی ہے کہ جس طرح عجز کے ساتھ دنیا سے کلیۃً منہ موڑ کر اور خالصۃً اپنے ربّ کے حضور حاضر رہ کر آنحضرت ﷺ نے زندگی گزاری ہے اور جس طرح بنی نوع انسان کے لئے محض شفقت اور محض رحمت تھے اسی طرح کی زندگی اگر ہم بھی گزارنے کی کوشش کریں یعنی ایک طرف ہم حقوق اللہ کو ادا کرنے کی طرف کوشش کریں اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کا بھی لحاظ رکھنے والے ہوں اور ان پر شفقت اور رحم کرنے والے ہوں' ان سے پیار کرنے والے ہوں' ان کے کام آنے والے ہوں اور اپنی دعا اور تدبیر کے ساتھ ان کے دکھوں کو دور کرنے والے ہوں۔ وہ ہمارے بھائیوں سے زیادہ اپنے فضل کے ساتھ' محض اپنے فضل کے ساتھ ہمیں اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لے گا۔ کیونکہ اس کے فضل کے بغیر ہماری نجات ممکن نہیں۔ نبی کریم ﷺ سے زیادہ اللہ

تعالیٰ کو کون پیارا ہو سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ صحابہ نے آپ عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کی نجات بھی آپ کے اعمال کے نتیجہ میں نہیں ہو گی بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہو گی تو آپ نے فرمایا ہاں میری نجات بھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے میرے عمل کے نتیجہ میں نہیں ہو گی۔

(بخاری۔ نیز اسی قسم کی روائت حضرت عائشہ سے مسند احمد حنبل میں مروی ہے۔ دیکھو جلد ششم۔ صفحہ ۱۲۵)

غرض جب تک ہم اپنے تمام کاموں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر نہ چلیں اور آپ کی اقتدا نہ کریں، اس وقت تک ہمیں تسلی نہیں ہو سکتی اور یہ تو خدا تعالیٰ کو ہی علم ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کی سنت کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتے ہیں یا نہیں' اس لئے ہمیں اپنی زندگیوں کے آخری سانس تک خدا تعالیٰ سے دُعا کرتے رہنا چاہئے' کہ اے خدا! ہم نے کچھ کیا یا نہیں کیا۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ اگر ہم سب کچھ بھی کر دیں تب بھی ہمارے اعمال میں بہت سی کمزوریاں ہوں گی اور اِس قابل نہیں ہوں گے تو انہیں قبول کرے۔ اِس لئے ہم یہ نہیں کہتے کو تُو ہمارے عمل کو قبول کر' بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ تو اپنے فضل سے ہمیں قبول کرلے اور اپنے قُرب اور رِضا کی راہیں ہم پر کھول دے' تا کہ اِس دُنیا میں بھی ہم اِس تیری جنت کے وارث بنیں اور آنے والی دنیا میں بھی ہم تیری جنت کے وارث بننے والے ہوں۔ اللھم آمین''۔

(مطبوعہ الفضل ۹ فروری ۱۹۶۶ء)

☆☆☆

چوہدری محمد علی صاحب ایم اے

صلہ کوئی تو سرِ اوج دار دینا تھا
نہیں تھا پھول تو پتھر ہی مار دینا تھا

حریف دار بھی پروردگار دینا تھا
دیا تھا غم تو کوئی غمگسار دینا تھا

یہ وہ زمین تھی جو آسماں سے اتری تھی
یہ وہ حوالہ تھا جو بار بار دینا تھا

وہ اِک حسین تھا اس عہد کے حسینوں میں
اُسے کسی نے تو کافر قرار دینا تھا

میں اپنی تنگیٔ داماں کا عذر کیا کرتا
وہ دے رہا تھا اُسے بے شمار دینا تھا

تم اپنے آپ سے ملتے اگر اکیلے تھے
کڑا تھا وقت تو ہنس کر گذار دینا تھا

نہیں بتانا تھا لوگوں کو اپنا نام پتا
سرِ صلیب کوئی اشتہار دینا تھا

وہ بے لحاظ بھی کہتا کبھی خدا لگتی
اُسے بھی زخم کوئی مستعار دینا تھا

وہ برگزیدہ شجر لڑ رہا تھا موسم سے
کہ پھولنا تھا اُسے برگ و بار دینا تھا

ہمیں بھی عہد کے انجام سے تھی دلچسپی
کہ ہم فقیروں کا اُس نے ادھار دینا تھا

اٹھائے پھرتے ہو منظر اجاڑ گلیوں میں
یہ سر کا بوجھ تو سر سے اُتار دینا تھا

☆☆☆

مرے درد کی جو دوا کرے

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا منظوم کلام)

مرے درد کی جو دوا کرے ، کوئی ایسا شخص ہوا کرے
وہ جو بے پناہ اُداس ہو ، مگر ہجر کا نہ گلہ کرے

مری چاہتیں مری قربتیں جسے یاد آئیں قدم قدم
تو وہ سب سے چھپ کے لباس شب میں لپٹ کے آہ و بکا کرے

بڑھے اس کا غم تو قرار کھو دے وہ میرے غم کے خیال سے
اٹھیں ہاتھ اپنے لئے تو پھر بھی مرے لئے ہی دعا کرے

یہ قصص عجیب و غریب ہیں ، یہ محبتوں کے نصیب ہیں
مجھے کیسے خود سے جُدا کرے ، اُسے کچھ بتاؤ کہ کیا کرے

کبھی طے کرے یونہی سوچ سوچ میں وہ فراق کے فاصلے
مرے پیچھے آکے دبے دبے ، مری آنکھیں موند ہنسا کرے

بڑا شور ہے مرے شہر میں کسی اجنبی کے نزول کا
وہ مری ہی جان نہ ہو کہیں ، کوئی کچھ تو جاکے پتا کرے

یہ تو میرے دل ہی کا عکس ہے ، میں نہیں ہوں پر مری آرزو
کو جنون ہے۔ مجھے یہ بنا دے تو پھر جو چاہے قضا کرے

بھلا کیسے اپنے ہی عکس کو میں رفیق جان بنا سکوں
کوئی اور ہو تو بتا تو دے ، کوئی ہے کہیں تو صدا کرے

اسے ڈھونڈتی ہیں گلی گلی ، مری خلوتوں کی اُداسیاں
وہ ملے تو بس یہ کہوں کہ ! آ مرا مولیٰ تیرا بھلا کرے

☆☆☆

مجلس عرفان

۴ جون ۲۰۰۰ء بروز اتوار بیت السلام برسلز (بلجیم) میں فرنچ بولنے والے مہمانوں کی حضور ایدہ اللہ کے ساتھ ایک سوال وجواب کی مجلس ہوئی۔ اس مجلس میں بلجئن، افریقن اور عرب مہمان شامل تھے۔ تلاوت قرآن کریم اور تعارفی باتیں حضور انور ایدہ اللہ کی تشریف آوری سے قبل ہو چکی تھیں۔ ساڑھے بارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ مارکی میں تشریف لائے اور سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا۔

(۱) پہلا سوال ابارشن (Abortion) کے بارہ میں تھا کہ اگر بچہ ماں کے پیٹ میں جسمانی یا ذہنی لحاظ سے اپاہج ہو تو اسلام اس بارہ میں کیا تعلیم دیتا ہے؟

(جواب) حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اگر ڈاکٹر کے علم کے مطابق بچہ ماں کی زندگی کے لئے خطرہ کا موجب ہو تو ابارشن جائز ہے۔ لیکن غربت اور کمزور اقتصادی حالات کے پیش نظر قرآن کے مطابق جائز نہیں کیونکہ اقتصادی حالات خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ پر بھروسہ ہو تو غریب گھرانہ میں پیدا ہونے والا بچہ اقتصادی حالت میں بہتری کا باعث ہو سکتا ہے۔

☆......☆......☆

ہندوؤں میں مردہ کو جلانے کی رسم کے بارہ میں ایک استفسار پر حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ہندو مذہب ابتدا میں نبیوں سے چلا۔ اور ان کو جلائے جانے کا کوئی ثبوت بھی نہیں ہے۔ ممکن ہے کسی زمانہ میں متعدی بیماریوں سے مرنے والوں کو احتیاطاً جلایا جاتا ہوگا کہ وہ بیماریاں نہ پھیلیں اور بعد میں لاعلمی سے یہ رسم پڑ گئی ہو۔

☆......☆......☆

تعدد ازدواج کے مسئلہ سے متعلق چھوٹے چھوٹے سوالات کا جواب دیتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ چار بیویوں کی اجازت ہے، قانون نہیں ہے۔ ورنہ یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہوتی۔ چونکہ عورت مرد تقریباً برابر تعداد میں ہوتے ہیں۔ اگر چار بیویوں کا قانون ہو تو تین چوتھائی مرد بغیر شادی کے رہ جائیں گے اور ایک جرم اور ظلم ہوگا جو کہ قانون قدرت اور قانون فطرت کے خلاف ہوگا اور اللہ تعالیٰ ایسا قانون نہیں بنا سکتا۔

حضور نے فرمایا کہ دراصل تعدد ازدواج کی تعلیم قرآنی سیاق وسباق کے مطابق جنگ کے استثنائی حالات سے متعلق ہے۔ چونکہ جنگ کے بعد عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں تعدد ازدواج سے معاشرہ کا اخلاقی معیار برقرار رکھا جا سکتا ہے مگر یہ اجازت بھی بیویوں کے درمیان انصاف سے مشروط ہے۔

رہا یہ سوال کہ سب بیویوں سے یکساں محبت ناممکن ہے؟ حضور نے فرمایا یہ درست ہے اور قرآن کریم نے ایسا مطالبہ بھی نہیں کیا۔ انصاف اور برابر سلوک سے مراد فنانس، وقت اور معمولات زندگی میں برابر کا سلوک ہے اور جہاں تک محبت کا پہلو ہے وہ تمہارے کنٹرول میں نہیں ہے۔

سوال کے اس حصہ پر کہ آج کل کے زمانہ میں

ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا جہنم نہیں؟ حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا جہنم ہے مگر اس کا انحصار ان خواتین پر ہے جن سے آپ شادی کرتے ہیں۔ بعض عورتیں مردوں سے زیادہ طاقتور ہوتی ہیں۔ اکڑ کر رہتی ہیں۔ باغی بھی ہو جاتی ہیں اور بعض تو مردوں کو مارتی بھی ہیں۔

☆......☆......☆

روح اور جسم کے بارہ میں مختلف سوالات کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا: روح وہ چیز ہے جو محسوس ہوتی ہے۔ مگر انگلی رکھ کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ روح کہاں ہے۔ آخری شعور روح کا بھی ہے۔ بعض اس کو Mind کہتے ہیں اور بعض Brain کہتے ہیں۔ مگر سائنسی تحقیق نے یہ بات روشن کردی ہے کہ برین کمپیوٹر ہے جو اسے Operate کرتا ہے۔ موت کے وقت روح الگ ہو جاتی ہے اور اس بات کا انحصار ہم پر ہے کہ ہم اس روح سے خدا خوفی، شرافت اور انسانی خدمت کر کے کیسا سلوک کرتے ہیں۔ جب ہم انسان کی شرافت اور شر کی شناخت اس کی شکل دیکھ کر کرتے ہیں تو دراصل اس وقت ہم اس کی روح دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ یوں روح جنتی اور جہنمی بنتی ہے اور اچھی روح آخرت میں بھی خوش ہوگی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس سے متعلق فلاسفی پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں بیان فرمایا ہے کہ زندگی میں انسان کو روح جسم کے ساتھ دی گئی ہے۔ موت کے وقت جب روح جسم سے الگ ہوگی تو وہ ایک ایسا روحانی جسم بن جائے گی جس کے اندر ایک لطیف روح ہوگی اور یوں روح ترقی کے مدارج طے کرے گی اور لطیف سے لطیف تر ہو جائے گی۔

☆......☆......☆

ایک سوال یہ ہوا کہ عیسائیت کا خدا محبت کا ہے، اسلام کا اللہ کیسا ہے؟

اس کے جواب میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اسی طرح محبت۔ مگر محبت تو صرف ایک پہلو ہے۔ اور مطالعہ سے مختلف صفات معلوم کی جاسکتی ہیں۔

نیز فرمایا مسائل کے حل کے لئے صرف محبت ہی کافی نہیں۔ مثلاً جرائم پیشہ لوگوں کو سزا ملنی چاہئے۔ بہت ہی کم مجرم ایسے ہوتے ہیں جن کی اصلاح محبت سے ہو سکتی ہے۔ اکثر مجرموں کی اصلاح سزا سے ہوتی ہے اور انہیں سزا دینی پڑتی ہے۔ خدا صرف محبت سے ہی زندہ نہیں۔ خدا نے مسیح کے دشمنوں کو بھی تو سزا دی تھی۔

☆......☆......☆

دنیا میں ظلم و تعدی کب اور کیسے ختم ہوگی۔ نیز خدا Good اور قادر مقتدر بھی ہے۔ وہ ان حالات کو کیوں نہیں بدلتا؟

اس کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ Good ہے مگر زبردستی نہیں کرتا۔ قرآن کریم کے مطابق انسانی آزادی ایک بنیادی قانون ہے۔ اچھا ہونا یا بُرا ہونا یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے اور وہ آزاد ہے۔ اسی لئے تو اچھائی کرنے سے جزا اور برائی کرنے پر سزا ملتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے جانوروں کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ بعض جانور اپنی افتاد طبع کی رو سے ظالم ہیں اور بعض ایسے نہیں ہیں۔ ان کے لئے خدا کی طرف سے کوئی جزا

سزا نہیں ہے۔ چونکہ وہ اپنی طبع کے لحاظ سے مجبور ہیں مگر انسان آزاد ہے کہ اچھا ہو یا برا۔ مگر بدقسمتی سے آج کے انسان نے برا ہونے کو اختیار کر لیا ہے۔ یوں وہ اس دنیا میں بھی جہنم پیدا کر رہا ہے اور آخرت کی جہنم کا بھی خود ہی ذمہ دار ہوگا۔ یہاں انسان' انسان سے ہی سزا پاتا ہے۔ یہ انسان کا پاگل پن ہے۔ اس طرح کے ظلم و تعدی کے حالات کی سزا آسمان سے Impose نہیں ہوتی۔

☆......☆......☆

اس مجلس میں موجود ایک وکیل نے صوفی ازم اور رہبانیت سے متعلق جماعت احمدیہ کے مؤقف کے بارہ میں جب سوال کیا تو حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اسلام کی تعلیم کی فلاسفی کو سمجھ کر عمل کرنے سے ایک مسلمان صوفی بن سکتا ہے لیکن رہبانیت کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ ایسا کرنے سے تو دنیا کے سارے کام رک جائیں گے اور لوگ بھوکے مر جائیں گے۔ اسلام کہتا ہے کہ خدا کو بھی یاد کرو اور دنیا کے کام بھی کرو۔ جیسے فارسی کا ایک قول ہے ''دست بکار دل بیار''۔ مسلمانوں کو یوں زندگی گزارنی چاہئے کہ دنیا کے کاموں میں بھی مصروف ہوں اور دل خدا کی یاد میں بسے۔

☆......☆......☆

جماعت احمدیہ اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے فنڈز کہاں سے حاصل کرتی ہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ہر احمدی جو کماتا ہے اس میں سے وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اور یہ مالی قربانی 1/3 تک ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف مواقع پر مالی قربانی کی اپیلوں پر افراد جماعت خوشی سے مالی قربانی کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ اسے دیکھتا ہے۔ اسکے علاوہ ایک نظام خاموش خدمات کا ہے۔ رضا کاروں کے کاموں کا ہے۔ فرمایا: یہی کیمرہ مین' گارڈ اور دوسرے رضا کار ہر ملک میں کام کرتے ہیں تو یوں ہمارا نظام چلتا ہے۔ مثلاً ایم ٹی اے انٹرنیشنل جو ۲۴ گھنٹے چلتا ہے تقریباً مکمل طور پر رضا کاروں سے چلتا ہے۔ بہت ہی کم پروفیشنلز کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر ایسا ٹی وی کوئی غیر مذہبی تنظیم چلائے تو جو دولت استعمال کرنی پڑے گی اس کا بجٹ اتنا زیادہ ہوگا کہ یہ کام ناممکن ہو جائے گا۔ جماعت احمدیہ میں رضا کارانہ خدمات کے نظام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خاموش اور ایمان داری سے پیش کی جانے والی خدمات ہیں۔

☆......☆......☆

تقریب شادی

مکرم عبدالباسط صاحب ابن چوہدری عبدالشکور صاحب (مرحوم) قائد خدام الاحمدیہ ضلع ملتان کی شادی مکرمہ فوزیہ جلیل صاحبہ بنت مکرم شیخ جلیل احمد صاحب آف کینیڈا۔ مورخہ ۲۸ 'اکتوبر ۲۰۰۰ء کو ملتان میں ہوئی۔ مکرم چوہدری عبدالباسط صاحب حضرت چوہدری غلام حسین صاحب مرحوم رفیق حضرت مسیح موعود کے پوتے اور حضرت چوہدری محمد حسین صاحب مرحوم کے نواسے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام نوبل انعام یافتہ کے بھانجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ ہر دو خاندانوں کے لئے بابرکت کرے۔ آمین

سید میر محمود احمد ناصر صاحب

میرے دلبر ہو تم' میرے دلدار بھی
تم مرے یار ہو اور مرا پیار بھی

تم سے ڈرتا بھی ہوں' تم پہ مرتا بھی ہوں
تم مری جیت ہو اور مری ہار بھی

میری خوشبو ہو تم' میرے عطار بھی
میرا نغمہ ہو تم' میرے فنکار بھی

میرے گلرو ہو تم. میرے گلزار بھی
تم مرے پھول ہو' میں ترا خار بھی

میرے مقصود ہو' میرے مطلوب ہو
میرے محبوب ہو' میری سرکار بھی

میرے معبود ہو' میرے مسجود ہو
میرے مؤنس ہو تم' میرے غمخوار بھی

مجھ کو حاصل ہے' مجھ کو دائم ملے
تیرا دیدار بھی' تیری گفتار بھی

نام تیرا ہی جپتا ہوں' رٹتا ہوں میں
میری تسبیح ہو' میرا زنار بھی

میں سادات میں میر ہوں' خوار بھی
مگر عاشقی کا سزاوار بھی

میں کمزور ہوں اور بیمار بھی
پر رکھتا ہوں یارِ طرحدار بھی

ہوں اک بندہ عاجز گنہگار بھی
پر تری محبت میں سرشار بھی

ترے پاؤں پر کاش قربان ہو
مرا سر پہ ہے دوش پر بار بھی

ترے پیار میں ہم نے سب کچھ سہا
ہم ہوئے قید بھی اور سنگسار بھی

تری راہ میں ہم نے منظور کیں
سلاسل' زلازل بھی' تلوار بھی

ترے حسنِ جلوہ کی خاطر چڑھے ہم
سرِ طور بھی اور سرِدار بھی

ترے شکر کا ساز بجتا رہے
پسِ دیوار بھی' سرِ بازار بھی

تری حمد کے گیت گاتے رہیں
سمندر بھی صحرا بھی کہسار بھی

☆☆☆

فیض احمد فیض

خُدا وہ وقت نہ لائے کہ سوگوار ہو تو
سکوں کی نیند تجھے بھی حرام ہو جائے
تری مسرتِ پیہم تمام ہو جائے
تری حیات تجھے تلخ جام ہو جائے
غموں سے آئینہ دل گداز ہو تیرا
ہجومِ یاس سے بیتاب ہو کے رہ جائے
وفودِ درد سے سیماب ہو کے رہ جائے
ترا شباب فقط خواب ہو کے رہ جائے
غرورِ حسن سراپا نیاز ہو تیرا
طویل راتوں میں تو بھی قرار کو ترسے
تری نگاہ کسی غمگسار کو ترسے
خزاں رسیدہ تمنا بہار کو ترسے
کوئی جبیں نہ ترے سنگِ آستاں پہ جُھکے
کہ جنسِ عجز و عقیدت سے تجھ کو شاد کرے
فریب وعدہ فردا پہ اعتماد کرے
خدا وہ وقت نہ لائے کہ تجھ کو یاد آئے
وہ دل کہ تیرے لئے بیقرار اب بھی ہے
وہ آنکھ جس کو تیرا انتظار اب بھی ہے

وجہ تسمیہ

(مکرم مسعود احمد سلیمان صاحب۔ استاذ الحدیث جامعہ احمدیہ)

انسان کو حیوان ناطق کہا جاتا ہے یعنی ایسی مخلوق جو کلام کرنے کی قدرت رکھتی ہے جو اپنا مافی الضمیر بیان کر سکے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا ہے اور علمہ البیان اُسے فصاحت و بیان بخشا۔ دوسرے جانوروں میں یہ بیان کی صفت مفقود ہے۔ اس لئے آغاز سے ہی انسان کو اللہ تعالیٰ نے زبان سکھائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ تمام زبانوں کی ماں یعنی ام الالسنہ ''عربی'' زبان ہے۔ اور یہی آغاز میں انسان کو سکھائی گئی۔ عربی زبان کی ایک خوبی یہ ہے کہ عربی زبان کے الفاظ خود اپنے اندر اپنے معنی رکھتے ہیں۔ مثلاً ''محمد'' ﷺ کے معنی میں بہت زیادہ تعریف کیا گیا۔ اور ''احمد'' کے معنی میں بہت زیادہ تعریف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے تمام صفاتی نام جو ہمیں ملتے ہیں وہ سب بامعنی ہیں اور سارے کے سارے خوبصورت، پیارے اور حسین نام ہیں جیسے کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

له الاسماء الحسنى فادعوه بها (سورہ اعراف:181)

یعنی اللہ تعالیٰ کے بہت ہی پیارے اور اچھے (صفاتی) نام ہیں۔ پس تم انہی کے ذریعہ اُسے پکارا کرو۔ انسان بھی طبعاً اچھے ناموں کو پسند کرتا ہے اور بُرے ناموں کو ناپسند کرتا ہے اسی لئے فرمایا۔

لا تنابزوا بالالقاب (الحجرات۔12)

کہ تم ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے یاد نہ کیا کرو۔ احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اچھے ناموں کو پسند فرماتے اور برے ناموں کو تبدیل فرما دیا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ

ان النبی ﷺ کان یغیر الاسم القبیح

(ترمذی۔ ابواب الاستئذان والادب)

یعنی آنحضور ﷺ برے ناموں کو تبدیل فرما دیا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ میری ایک بہن کا نام عاصیة (نافرمان) تھا آنحضور ﷺ نے فرمایا انت جمیلہ تُو تو جمیلہ ہے۔ اس کے معنی خوبصورت کے ہیں۔ پس اس کے بعد اس کا نام جمیلہ ہو گیا۔ (مسلم۔ کتاب الادب)

اسی طرح صحیح بخاری میں سعد بن المسیب سے روایت ہے کہ میرے دادا جن کا نام ''حزن'' تھا (اس کے معنی غمگین ہیں) آنحضور ﷺ کے پاس آئے آپ نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے ___ انہوں نے کہا ''حزن'' فرمایا انت سھل کہ اپنا نام سھل رکھ لو یعنی آسانی والا ___ اُس نے کہا کہ میں اُس نام کو نہیں بدلنا چاہتا جسے میرے ماں باپ نے رکھا ہے۔ ابن مسیب کہتے ہیں

کہ ہم نے ہمیشہ اس کے بعد غم کو اپنے اندر پایا۔ اور کبھی ہمیں خوشحالی اور سہولت نصیب نہ ہوئی۔ گویا یہ آنحضورﷺ کی اس پیشکش کو ٹھکرانے کے نتیجے میں عملاً وہی حزونت جوان کی نام میں داخل تھی، کے وہ شکار ہو گئے۔ (کتاب الادب)

سب سے بُرا نام

اسی طرح آنحضورﷺ مشرکانہ ناموں کو بھی تبدیل فرمادیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں

اخنی الاسماءِ عنداللہِ رجل تسمی ملک الاملاک (بخاری کتاب الادب)

یعنی اللہ تعالیٰ کو جو نام سب سے برا لگتا ہے۔ وہ ملک الاملاک ہے (آل عمران: 28) یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے جو تمام سلطنت کا مالک ہے ___ پس وہ نام جن میں شرک کی بو آتی ہو وہ ہرگز نہیں رکھنے چاہئے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بھی یہی معمول ہیکہ جو افراد جماعت میں داخل ہوتے ہیں اور ان کے نام مشرکانہ ہوتے ہیں آپ انہیں تبدیل فرمادیا کرتے ہیں۔

پسندیدہ نام

آنحضورﷺ نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کا اچھا نام رکھنا چاہئے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضورﷺ نے فرمایا۔

ان احب اسمائکم الی اللہ نعبداللہ وعبدالرحمن

یعنی تمہارے ناموں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو سب سے پسندیدہ نام ہے وہ ''عبداللہ'' اور ''عبدالرحمٰن'' کا نام ہے۔ ان کے معنی بالترتیب اللہ کا بندہ اور رحمٰن خدا کا بندہ ہے ___ ہماری جماعت میں عموماً یہ رواج کہ بچوں اور بچیوں کے نام اللہ کے صفاتی ناموں پر رکھے جاتے ہیں جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالکریم، عبدالحفیظ اور امۃ اللہ امۃ الرحمٰن اور امۃ الحکیم وغیرہ۔ ''امۃ'' کے معنی ہیں ''بندی'' جو عبد کی مونث ہے۔

آنحضورﷺ انبیاء کے ناموں پر بھی نام رکھا کرتے تھے۔ حضور ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میرا بیٹا پیدا ہوا تو میں اُسے لے کر آنحضورﷺ کے پاس آیا آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا۔ اسے کھجور گھٹی دی اور اس کے لئے برکت کی دعا کی۔ (بخاری کتاب الادب) آنحضورﷺ نے اپنے ایک بیٹے کا نام بھی ابراہیم رکھا۔

حضرت جابرؓ سے ایک روایت ملتی ہے کہ ایک شخص کا لڑکا ہوا اس نے اس کا نام ''محمد'' رکھا۔ اس پر اس کی قوم نے کہا کہ ہم تجھے آنحضورﷺ کا نام نہیں رکھنے دیں گے۔ اس پر وہ بیٹے کو لے کر آنحضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تم بے شک میرا نام رکھ لیا کرو مگر میری کنیت نہ رکھا کرو۔ (صحیح مسلم کتاب الادب)

بچوں کا اچھا نام رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ چونکہ اُسے بار بار اُسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس لئے اس میں اچھائی اور نیکی پیدا ہوگی۔ بلکہ اسے بتایا جائے کہ تمہارے نام

کے یہ معنی ہیں تم اس طرح کے اچھے بچے ہو۔ تمہیں ایسا بننا ہے تو شروع سے ہی بچے میں نیکی کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت مصلح موعود اپنی کتاب منہاج الطالبین میں بچوں کی تربیت کا ایک اہم گر یہ بتاتے ہیں کہ ''بچہ کے دل میں یہ بات ڈالنی چاہئے کہ وہ نیک ہے اچھا ہے''۔ پس نیک نام رکھنا بہت مفید ہوگا۔ جب انبیاء کے نام پر یا نیک بزرگ لوگوں کے نام پر بچوں کے نام رکھیں گے اور ان مقدس لوگوں کے حالات انہیں سنائیں گے تو طبعاً ویسا ہی بننے کی خواہش پیدا ہوگی۔ اسلئے نیک تفاؤل کے طور پر بچوں کے اچھے پسندیدہ اور بامعنی نام رکھنے چاہئیں۔ بہت سی زبانوں میں بعض ایسے نام ملتے ہیں جس سے اگرچہ وہ شخص اُس نام سے معروف تو ہو جاتا ہے مگر وہ نام اپنے اندر کوئی معنی نہیں رکھتا محض ایک نام ہے۔

بعض لوگ محض ان کی دنیاوی وجاہت سے متاثر ہو کر اپنے بچوں کو ان کے ناموں سے موسوم کر دیتے ہیں۔ شاید اپنے زعم میں وہ اپنے بچوں کو ماڈرن بنا رہے ہوں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ Complex کا شکار ہوتے ہیں اور یہی احساس محرومی وہ اپنے بچوں میں منتقل کر رہے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تو ان کے اسلاف میں وہ وجود پیدا کئے جو دنیا کے عظیم ترین مقدس وجود تھے پھر انہیں چھوڑ کر ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو اپنا آئیڈیل بنانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ اللہ کرے کہ ہم انسانیت کی اعلیٰ قدروں کو اور بلند مراتب کو اور دوراؤں کے پاکیزہ اور عظیم نقوش کو اپنی اگلی نسلوں میں منتقل کرنے والے ہوں۔ آمین

☆☆☆

مرزا اسداللہ خان غالب

(1796-1869)

آہ کو چاہئے، اِک عمر، اثر ہونے تک
کون جیتا تری زلف کے سر ہونے تک

دام ہر موج میں ہے، حلقہ صد کام نہنگ
دیکھیں! کیا گذرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب
دل کا کیا رنگ کروں، خونِ جگر ہونے تک

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے، لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم، تم کو خبر ہونے تک

پرتو خود سے ہے شبنم کو، فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

یک نظر بیش نہیں، فرصتِ ہستی غافل
گرمیٔ بزم ہے اک رقصِ شرر ہونے تک

غم ہستی کا اسد کس سے ہو، جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

☆☆☆

سفرنامہ

جاپانی گھر

''مجھے جاپانی گھر دیکھنے کا بہت شوق تھا' کئی لوگوں سے کہا کہ اپنے گھر دکھاؤ' مگر وہ بڑی خوبصورتی سے ٹال گئے۔ جاپانی باہر والوں کو بلائیں گے' تو ہوٹل یا کلب میں۔ کبھی گھر پر دعوت نہیں دیتے' شاید ان کا خیال ہے کہ ہم جنگلی ان کے نازک نازک نفیس گھروں کو تہہ و بالا کردیں گے' جاپانی صدیوں تک باہر کی دنیا سے کنارہ کش رہے ہیں اور صرف پچھلے اَسّی سال سے انہوں نے اپنے معاشرے کے دروازے باہر والوں کے لئے کھولے ہیں' لیکن ان کے گھروں کے دروازے ابھی تک بند ہیں۔ خیر میں نے بھی ڈھیٹ بن کر ایک گھر میں جھانک ہی لیا۔ برآمدے اور باورچی خانے میں نہایت عمدہ لکڑی کا فرش' ٹائلوں کی چھتیں' کمروں کے بیچ میں دیواریں ندارد' ہلکے ہلکے کاغذ کے دروازے جو ادھر ادھر کھسک جاتے ہیں اور ہٹائے بھی جاسکتے ہیں' تاکہ کمرہ جس ناپ کا بنانا ہو بنا لیا جائے' کمرے میں خوبصورت چٹائیاں بچھی ہوئی' کوئی فرنیچر فالتو نہیں' محرابی صورت کا ایک گوشہ عبادت کے لئے مخصوص ہے' جہاں ایک نہایت خوبصورت طغریٰ ٹنگا رہتا ہے' خوبصورت گلدان میں پھول' وہاں گھر والے خاموش بیٹھ کر دعائیں مانگتے ہیں' یا دل و دماغ کو سکون دیتے ہیں' خوشحال گھرانوں میں ایک مغربی طرز کا کمرہ ضرور ہوتا ہے جس میں میز کرسیاں اور صوفے ہوتے ہیں' جاپانی کمرے کا یہ فائدہ ہے کہ اسے کئی طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔ سونا' کھانا' بیٹھنا' کھیلنا' پڑھنا' سب کچھ ایک کمرے میں ممکن ہے۔ ہمارے ایک سویڈش دوست سے جسے ایک ہوٹل والے نے پوچھا کہ آپ مغربی کمرہ لیں گے یا جاپانی تو وہ کچھ ترنگ اور کچھ تکلف میں بولے: ''جاپانی''۔ اندر پہنچ کر انہیں محسوس ہوا کہ اگر ذرا سا سر اٹھایا تو چھت بھی ساتھ اٹھ جائے گی' ذرا ہلے تو گھر ہل جائے گا۔ بچارا گھٹنوں کے بل چلتا تھا' گھٹنوں کے بل حجامت بناتا تھا' اتنے لطیف و نازک گھر میں انسان اپنے آپ کو خواہ مخواہ ایک بے ہنگم حیوان تصور کرنے لگتا ہے اور آئینہ بھی ڈر ڈر کر دیکھتا ہے کہ کہیں سینگ نہ نکل آئے ہوں۔ سرزمین جاپان آتش فشاں پہاڑوں پر واقع ہوئی ہے' اس لئے زلزلہ کے ڈر سے عام گھر ہلکے ہلکے بنائے جاتے ہیں۔ میرے سامنے زلزلہ کے دو زبردست جھٹکے لگے تھے اور ساری عمارت دو منٹ تک ایک مدہوش شرابی کی طرح جھومتی رہی تھی۔ میرے منہ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی' لیکن چاروں طرف دیکھا تو عورتیں بدستور اپنے اپنے کام کر رہی تھیں۔

(بیگم اختر ریاض الدین کا ۳۵ برس پرانا جاپان کا سفرنامہ)

میرے مشفق والد۔ ڈاکٹر عبدالسلام

(تحریر ڈاکٹر عزیزہ رحمٰن۔ اینجلز۔ امریکہ۔ ترجمہ۔ محمد زکریا ورک صاحب کینیڈا)

ایک سوال جو مجھ سے بار بار پوچھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ تمہارے والد واقعتاً کیسے تھے؟ کسی بچے کے لئے ایسے مشکل سوال کا جواب اس کے والد کے بارہ میں دینا اتنا سہل نہیں مگر میرے نزدیک یہ سوال میرے لئے۔ میری بہنوں اور بھائی (احمد سلام) کے لئے خاص طور پر مشکل ہے میرے والد ڈاکٹر عبدالسلام واقعتاً ایک منفرد انسان تھے جن کے مقدر میں بانی جماعت احمدیہ کی ایک پیش گوئی کا پورا ہونا مقصود تھا۔ آپ یقیناً اس پیش گوئی کا مصداق بن کر اس سے بار آور ہونے والے پھلوں میں سے پہلا پھل تھے جس کے مطابق حضرت احمد علیہ السلام کے پیروکار علم کی بلندیوں کو چھوئیں گے نیز وہ اس دنیا میں اعلیٰ مقام پائیں گے اس لحاظ سے میرے پیارے ابا جان کے کئی اور سنہری روپ تھے سائنس دان۔ استاد۔ بین الاقوامی شخصیت۔ تیسری دنیا کے سنہری مستقبل بنانے کے چمپئین اور بلاشبہ ایک مشفق باپ۔

میرے والد کی غیر معمولی کہانی کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جب میرے دادا کو ان کی ولادت باسعادت کی خبر رؤیا کے ذریعہ دی گئی ۲ جون ۱۹۲۵ء کے روز میرے دادا جھنگ میں واقع احمدیہ مسجد میں نماز مغرب ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے درج ذیل تلاوت کی آیت ختم ہی کی تھی۔

ربنا ھب لنامن ازواجنا و ذریتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما. (قرآن پاک سورة ۲۵ آیت ۷۵)

کہ انہوں نے رؤیا میں دیکھا کہ ان کو ایک بچہ تھمایا گیا ہے انہوں نے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟ جواباً بتلایا گیا کہ اس کا نام عبدالسلام ہے۔ چنانچہ میرے ابا جان کی ولادت ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء کو جھنگ شہر میں ہوئی اور آپ کا نام عبدالسلام رکھا گیا جس کے معنی ہیں امن کا بندہ۔ جھنگ اس وقت پنجاب کا ایک معمولی سا قصبہ بلکہ معمولی سا گاؤں تھا جسمیں اس وقت بجلی ابھی نہیں آئی تھی۔ آپ کا خاندان زیادہ مالدار نہ تھا لیکن اس میں تقویٰ۔ علمی فضیلت اور مذہبی علوم کی تحصیل کی روایت لمبے عرصہ سے چلی آ رہی تھی۔

اوائل عمر سے ہی آپ میں ذہانت اور فطانت کے آثار نظر آ رہے تھے فی الحقیقت دو سال کی عمر میں آپ نے سب سے صحت مند بچہ ہونیکی بناء پر جھنگ میں انعام جیتا تھا میرے دادا محترم جو اس وقت ڈسٹرکٹ اسکولز کے سپرنٹنڈنٹ تھے انہوں نے اپنے جینیس بیٹے کی صحیح رنگ میں تعلیمی پرورش کی اور اس کی علم سے والہانہ محبت کی حوصلہ افزائی کی میرے والد نے چھ سال کی عمر میں سکول جانا شروع کیا اور سیدھے چوتھی جماعت میں داخلہ مل گیا جلد ہی آپ نے امتحانات میں

ریکارڈ توڑنا شروع کئے اور بیس سال کی عمر میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔

مولیٰ کریم نے ۱۹۴۶ء میں میرے والد کی کیمرج یونیورسٹی میں تعلیم کیلئے غیب سے سکالرشپ کا انتظام فرمایا جہاں آپ نے ریاضی اور فزکس میں Double Tripos کے بعد ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لئے ریسرچ کا کام شروع کردیا جو انہوں نے حیرت انگیز طریق سے پانچ ماہ میں مکمل کرلیا ڈاکٹریٹ کے لئے جو تحقیقی کام آپ نے کیا اس کی بناء پر آپ کو Smith'z Prize سمتھ پرائز نوازا گیا اس کے بعد پرنسٹن یونیورسٹی (نیوجرسی۔ امریکہ) نے آپ کو وہاں آنے کی دعوت دی جہاں آپ نے آئن سٹائن کے ساتھ ایک سال تحقیقی کام کیا۔ اس کے بعد آپ پاکستان واپس آگئے اس موہوم امید پر کہ وہ تدریس اور تحقیق کا کام وطن عزیز میں کرسکیں گے مگر یہ بات جلد ہی ان پر منکشف ہوگئی کہ آپ جیسی قابلیت والے جوہروں کیلئے اس ملک میں کوئی مستقبل نہیں ہے لہذا آپ دل برداشتہ ہوکر ۱۹۵۳ء میں کیمرج واپس لوٹ آئے مگر اس باران کے ساتھ میں اور میری والدہ تھیں۔

اس کے بعد فزکس کے علمی میدان میں آپ کی کامیابیوں کا کوئی شمار نہیں تھا آپ نے زندگی میں ۲۵۰ کے قریب تحقیقی مضامین تحریر کئے آپ کو بے شمار توثیق نامے۔ سرفرازیاں۔ عزت افزائیاں اور بے شمار ایوارڈ دئے گئے ان میں بہت سے ایسے تھے جن کے وصول کرنے والے آپ سب سے پہلے تھے مثلاً آپ پہلے پاکستانی نیز سب سے کم عمر نوجوان تھے جس کو رائیل سوسائٹی کا ممبر بنایا گیا۔ اور لندن یونیورسٹی میں سے آپ سب سے پہلے کم عمر پروفیسر تھے آپ پہلے شخص تھے جسے جیمز میکسویل MAXWELL میڈل دیا گیا آپ کو ایٹم فار پیس پرائز دیا گیا اس کے ساتھ درجنوں انعامات اور میڈل ملے تا آنکہ ۱۹۷۹ء میں نوبل انعام سب سے پہلے مسلمان سائنسدان اور پہلے پاکستانی کو ایسا بین الاقوامی انعام ملا آپ کو ۱۲۴ ایوارڈ اور میڈل ملے ۲۵ ممالک کی سائینس اکیڈمیوں کے آپ ممبر تھے آپ کو ۳۶ آنریری ڈاکٹریٹ ڈگریاں ملیں اور ۱۹۸۹ء میں برطانیہ کی ملکہ معظمہ نے آپ کو آنریری نائیٹ ہوڈ سے نوازا۔

میرے ابا جان کی یادیں میرے ذہن میں اس وقت سے ہیں جب میں نے اور میری والدہ نے کیمبرج نقل مکانی کی تھی اس وقت میری عمر تین سال کی تھی۔ کیمبرج ایک خوبصورت یونیورسٹی ٹاؤن ہے جو کیم CAM دریا کے کنارے آباد ہے ہماری رہائش سینٹ جانز کالج کے پاس چھوٹے سے فلیٹ میں تھی جہاں میرے والد برسر روزگار تھے انہوں نے ٹرینٹی کالج کی بجائے سینٹ جانز کالج میں ملازمت کو ترجیح دی تھی کیونکہ یہاں دلپذیر باغات سب سے زیادہ حسین تھے۔ میرے ابا جان کا ایک ہر دلعزیز مشغلہ ہمیں دریا پر لے جا کر پنٹنگ Punting کرنا ہوتا تھا۔ پنٹ ایک چھوٹی سی کشتی ہوتی ہے جس کو ایک شخص کشتی میں پیچھے بیٹھ کر لانگ پول سے آگے دھکیلتا ہے۔ بجائے گنڈولا جیسی کشتی کے۔ میں اور میری والدہ آگے بیٹھتے تھے اور ابا جان پول سنبھالتے تھے

بعض دفعہ پول پانی میں گر جاتا تھا تو پھر کنارے تک پہنچنے کے لئے چھوٹا پیڈل استعمال کیا جاتا تھا۔

کچھ سالوں کے بعد ہم لندن منتقل ہو گئے میرے والد کی امپیریئل کالج لندن میں پروفیسر کے طور پر تعیناتی ہو گئی اور وہ اپنے علمی کاموں اور ریسرچ میں حد سے زیادہ مصروف ہو گئے وہ تمام دنیا کے سفر کرنے لگے بعض دفعہ وہ ایک ہفتہ کے دوران چار پانچ ملکوں میں لیکچر دیتے تھے مگر اس کے باوجود وہ ہماری تعلیم و تربیت کی نگرانی کے لئے وقت نکال لیتے تھے۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے وہ اس معاملہ میں کافی سختی کرتے تھے وہ ہم سب کو ورک بکس لا کر دیتے اور پھر کالج جانے سے قبل ان صفحات کی نشاندہی کر جاتے جن کا مطالعہ ہمیں کرنا ہوتا تھا جب وہ سمندر پار کے سفروں سے واپس آتے تو ہر ایک کو اپنے کمرہ میں بلاتے اور ہمارے گریڈز اور تعلیمی پروگریس کے بارہ میں استفسار کرتے وہ ہماری دلدہی کرتے اور اپنے اس محبوب مقالہ سے ہمارے اعتماد میں اضافہ کرتے۔ پوری پوری کوشش کرو۔ باقی اللہ پر چھوڑ دو۔ وہ ہم سے بہتر سے بہتر تعلیمی ریکارڈ کی توقع رکھتے تھے اور اکثر ہمیں زیادہ سے زیادہ محنت کرنے کی نصیحت کرتے تھے۔

وہ خود بھی ہر وقت کام میں مگن رہتے تھے ۱۹۶۵ء میں ٹریسٹ میں انٹرنیشنل کالج فار تھیوریٹیکل پارٹیکلز کے آغاز کے بعد وہ مسلسل لندن اور ٹریسٹ (اٹلی) کے درمیان سفر کرتے تھے ہمارے گھر میں بھی وہ اکثر گھنٹوں مطالعہ میں منہمک رہتے تھے اور بعض دفعہ تو وہ کمرے سے باہر صرف کھانا تناول کرنے کے لئے آتے تھے ابا جان نے اپنے کمرے میں محبت کی فضا پیدا کی ہوئی تھی جس میں پراسراری بھی شامل تھی انکے کمرہ کا ٹمپریچر ہمیشہ اونچا ہوتا تھا حتیٰ کہ موسم گرما میں بھی درجہ حرارت کافی اونچا ہوتا تھا اس کے ساتھ کمرہ میں بعض مقامات پر اگربتیاں جل رہی ہوتی تھیں جن کے خوشبودار دھوئیں سے کمرہ بھرا ہوتا تھا۔ اس کے بیک گراؤنڈ میں قرآن پاک کی تلاوت کا ٹیپ کیسٹ لگا ہوتا تھا چنانچہ اللہ کا کلام ان کے خیالات میں ہمیشہ سمویا ہوتا تھا جس کا اظہار ان کے مضامین اور تحریروں سے بخوبی ہوتا ہے باہر سڑک سے آنیوالے شور کو کم کرنے کے لئے کمرہ کی کھڑکیوں کے ویلویٹ پردے اکثر کھینچے ہوتے تھے بچپن سے ہی ہم سب کو پتہ تھا کہ جب وہ اپنے کمرہ میں ہوں تو نہ تو اونچی آواز میں بولیں اور نہ ہی گھر میں بھاگیں دوڑیں اگر فون کی گھنٹی ایک سے زیادہ بار بجتی تو فون کو ریسیور سے اتار کر نیچے رکھ دیا جاتا تھا۔

ابا جان نے اپنے تحقیق کے کام کی عادات کا روزانہ معمول طے کیا ہوا تھا اس پر وہ مذہبی فریضہ کی طرح کاربند رہتے تھے اس فریضہ کو وہ نیند کے وقفوں اور میٹھی گرما گرم چائے سے نباہتے تھے وہ درج ذیل مقولہ پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ Early to bed, early to rise, makes man healthy, wealthy and wise

وہ رات آٹھ یا نو بجے بستر پر چلے جاتے پھر چند گھنٹوں بعد بیدار ہو کر وہ رات کی خاموشی میں تحقیق کا کام

کرتے تا آنکہ پو پھٹنے کے وقت ان کی قوت ارتکاز اور قوت تخلیق چوٹی پر ہوتی اس کو برقرار رکھنے کے لئے گرم میٹھی چائے سے بھرا تھرموس اور کچھ کھانے کی چیزیں ہم سونے سے قبل ان کے بستر کے قریب رکھ دیتے تھے۔

ان کی میراث

میرے مشفق ابا جان کی سب سے بڑی میراث ان کتابوں کا خزانہ ہے جو وہ ہمارے لئے چھوڑ گئے نیز علم سے بے تاب لگن جو وہ ہم میں نمود کر گئے بعض دفعہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ سانس لینا اور مطالعہ کرنا ان کی فطرت کا حصہ بن چکا تھا۔ انہوں نے ہر موضوع پر کتب کا مطالعہ کیا نیز ان کا علم مختلف موضوعات پر بحر بیکراں کی طرح تھا۔ نئی اور پرانی کتب خریدنا ان کا محبوب مشغلہ تھا ہمارے گھر کا کوئی کمرہ بشمول باتھ روم کے ایسا نہ تھا جس میں دیواروں پر بک شیلف نہ لگے ہوں اور یہ کتابوں سے بھرے ہوتے تھے۔ ابا جان دنیا کے سفروں کے بعد گھر واپس آتے تو ان کا سوٹ کیس کتابوں کے وزن سے پھٹ رہا ہوتا تھا اور میری امی جان کو یہ فکر دامن گیر ہوتی کہ نئی کتابیں اب کہاں رکھیں گے۔

سب سے اہم چیز جو ہمارے والد نے ہمیں سکھلائی وہ وقت کی اہمیت تھی ان کے نزدیک وقت سب سے بیش قیمت تحفہ ہے جس کا زیاں گناہ سے کم نہ تھا ہماری دادی امی بتلایا کرتی تھیں کہ ہمارے والد بچپن سے ہی وقت کی منصوبہ بندی کرنے کے عادی تھے یعنی اتنے گھنٹے روزانہ کھیل کے لئے اور اتنے گھنٹے روزانہ مطالعہ کے لئے حتیٰ کہ جب وہ کھیلنے کے لئے جاتے تو اپنے ساتھ گھڑی لے جاتے اور جونہی کھیل کا معینہ وقت ختم ہوتا تو وہ مطالعہ کے لئے گھر آجاتے چاہے وہ کھیل کتنا ہی فرحت بخش کیوں نہ ہو؟

وہ ہمیں اکثر تعلیمی سیر وسیاحت جیسے میوزیم۔ انسٹی ٹیوٹس اور تاریخی مقامات کی سیر کرانے کے لئے لے جاتے تھے اتوار کی صبح جب وہ کالج اپنے کام کے سلسلہ میں جاتے تو ہمیں بھی ساتھ لے جاتے بعض دفعہ وہ ہمیں سائنس میوزیم میں اتار دیتے جو امپیریل کالج کے بالکل ساتھ واقع ہے۔

ایک روز ہماری خوشی اور تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے ہمیں فلم لارنس آف عربیہ دکھانے کا فیصلہ کیا زندگی میں پہلی بار ہم سینما گھر جانے لگے تھے فلم کا ابھی نصف حصہ ختم ہوا تھا کہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وقت کا کافی زیاں ہو گیا ہے اس لئے آیئے اب گھر چلیں ہماری مایوسی کا کوئی عالم نہ تھا ہم نے ان سے درخواست کی کہ باقی کی فلم بھی دیکھ لینے دیں بالآخر وہ مان گئے اس شرط پر کہ وہ خود باہر کار میں جا کر بیٹھ جائیں گے جب فلم ختم ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ وہ کار کے اندر اپنی تھیوریز میں دنیا و مافیہا سے کلیتہً بے خبر مصروف کار تھے۔ گھر واپس پہنچنے پر ہمیں حکم ہوا کہ اب ہم نے مضمون لکھنا ہے جس میں یہ ذکر ہو کہ ہم نے اس فلم سے کیا سیکھا؟ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ کام میں سے فرصت نکال کر ہمیں رچمینڈ پارک محض کار ڈرائیو یا وہاں پیدل چلنے کے لئے لے گئے یہ پارک ہمارے گھر کے قریب ہے جس میں فطرت کے مناظر بے تحاشا ہیں ایسے مواقع پر میرے والد ہاتھ سے کوئی

ایسا موقعہ نہ جانے دیتے کہ وہ ہمیں کوئی سبق یا اچھی کارآمد بات سمجھاتے مثلاً پارک کے اندر ایک رائیڈ میں جو ایک عمودی ڈھلوان پہاڑی سے نیچے جاتی تھی آپ کار کا انجن بند کر دیتے اور کار کو رفتہ رفتہ نیچے جانے دیتے پھر وہ ہمیں کار کے کلچ Clutch اور گیئرز Gears کے بارہ میں بتلاتے کہ وہ کس طرح کام کرتے ہیں تاہم یہ جان سکیں کہ کار خود بخود نیچے ڈھلوان پر جاسکتی ہے اگر اسپر گیئرز سے پیدا ہونے والی مزاحمت عمل پذیر نہ ہو اگلی بار جب ہم دوبارہ آتے تو جو سبق پچھلی بار سیکھا تھا اس کو دہراتے مزے کی بات یہ ہوتی کہ وہ قوانین فزکس کو بیان کرنے میں بہت محو ہو جاتے اور ہم یہ انتظار کرتے کہ وہ آیا کار کو بریک بھی لگائیں گے یا نہیں؟

تین باتوں سے عشق

ابا جان کو تین باتوں سے وارفتہ لگاؤ تھا ایک تو قرآن مجید دوسرا والدین اور تیسرا وطن عزیز۔ بچپن میں انہوں نے عربی زبان سیکھ لی تھی اس لئے وہ قرآن مجید کی آیات کے معانی سے پوری طرح باخبر تھے وہ آیات کریمہ پر خوب غور وخوض کیا کرتے تھے خاص طور پر وہ آیات جن کا تعلق سائینس سے ہے ان آیات سے وہ روحانی فیضان حاصل کرتے تھے تا وہ اپنی ریسرچ میں ان سے راہنمائی حاصل کر سکیں وہ اپنی تقاریر ہمیشہ درج ذیل قرآنی دعا سے شروع کرتے تھے۔

ربنا و آتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیامة انک لا تخلف المیعاد. (سورۃ ۳ آیت ۱۹۵)

ہمارے گھر میں وہ اکثر قرآن پاک کی تلاوت ٹیپ کیسٹ پر سنا کرتے تھے اپنی تقاریر میں وہ آیات قرآنی کے حوالے دیتے نوبل انعام کی تقریب کے موقعہ پر میرے ابا جان کی بین کوئیٹ کے موقعہ پر ایڈریس پیش کرنے کی عزت و توقیر دی گئی اس ایڈریس میں انہوں نے سائینس اور مذہب پر بحث کرتے ہوئے قرآن مجید کی درج ذیل آیت پیش کی تھی۔

الذی خلق سبع سموت طباقا. ماتریٰ فی خلق الرحمن من تفوت فارجع البصر هل تریٰ من فطور. ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وهو حسیر. (سورۃ الملک آیت ۴ اور ۵)

والدین سے محبت

ابا جان کی اپنے والدین کے لئے محبت اور ان کا اپنے بیٹے کے لئے والہانہ عشق فقید المثال ہے میرے دادا جان چوہدری محمد حسین صاحب بذات خود ایک ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ سے عشق اور مذہب اسلام سے محبت ان کو اپنی زندگی کے اوائل سے ہی تھی خدا نے ان کی راہنمائی دعاؤں اور کشوف ورؤیا سے کی اور انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ہاتھ پر ۱۹۱۴ میں احمدیت قبول کی جب وہ محض ۱۲ سال کے تھے میرے والد کی پیدائش کے بعد انہوں نے اپنی زندگی اپنے بیٹے میں جملہ خوبیوں کو اجاگر کرنے اور ان کے تعلیمی کیریئر کو بہتر بنانے کے لئے وقف کر دی یہ میرے دادا ہی تھے جنہوں نے میرے والد میں مطالعہ کا ذوق پیدا کیا اور ان میں عرق ریزی محنت کرنے کا نظم ونسق پیدا کیا۔

دادا جان مرحوم ومغفور کا ایک ہر دلعزیز مقولہ یہ تھا

Time & Tide wait for no man میرے پیارے ابا جان دادا مرحوم کے مکمل مطیع اور فرمانبردار تھے وہ ان کی راہنمائی بغیر سوچے وسمجھے قبول کرتے تھے میری دادی اماں کا نام ہاجرہ تھا جو حافظ نبی بخش صاحب کی دختر تھیں۔ دادی اماں نہایت رحمدل۔ سراپا محبت اور سادہ لوح انسان تھیں جب کبھی ابا جان امتحان کی تیاری کر رہے ہوتے وہ جائے نماز بچھا کر نوافل میں دعا کرتیں کہ کامیابی ان کے قدم چومے۔ وہ میرے ابا جان کی بہت عزت کرتیں تھیں یہی حال ابا جان کا تھا جب میرے والد نے نوبل انعام جیتا تو اس سے ملنے والی رقم سے انہوں نے مستحق طلباء کے لئے ایک سکالرشپ جاری کیا جس کا نام تھا۔ محمد حسین وہاجرہ حسین فاؤنڈیشن۔

ابا جان کی یہ وصیت تھی کہ بعد از وفات ان کو والدین کی قبروں کے ساتھ کی جگہ میں دفنایا جائے۔ چنانچہ اللہ کے خاص کرم سے قبرستان میں ان کے لئے قبر کی جگہ محفوظ کر لی گئی تھی ان کی رحلت کے بعد میں اور میرا بھائی (احمد سلام) ان کے کاغذات دیکھ رہے تھے تو پتہ چلا کہ انہیں نے وصیت نامے میں ایک بات کا اضافہ کیا تھا جو یہ تھا۔

''اگر کسی وجہ سے مجھے ربوہ نہ لے جایا جا سکے تو میرے کتبہ پر یہ عبارت کندہ ہو اسکی خواہش تھی کہ وہ ماں کے قدموں میں دفن ہو''۔

پاکستان سے محبت

ابا جان کی وطن عزیز سے محبت زبان زد عام تھی اگرچہ وطن والوں نے ان کی قدر نہ کی ۱۹۵۳ء میں انہوں نے برطانیہ منتقل ہونے کا کربناک فیصلہ کیا تھا مگر اس کے باوجود انہوں نے ملک کی خدمت صدر ایوب خان کے سائنسی مشیر کی حیثیت سے کی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے وہ اس وقت خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے جب ان کو ۱۹۵۹ء میں ستارہ پاکستان سے نوازا گیا جب احمدیوں کے خلاف ایذاء رسانی حد سے بڑھ گئی تو انہوں نے تمام سرکاری عہدوں سے تو استعفیٰ دے دیا مگر انہوں نے پاکستان میں سائنیس اور ٹیکنالوجی لانے کی کوششوں میں ذرہ بھر بھی کمی نہ آنے دی انہوں نے پاکستانی سکالروں (خاص طور پر احمدیوں) کی اس دور میں ہر ممکن اعانت کی جو وہ کر سکتے تھے باوجودیکہ دوسرے ممالک نے ان کو شہریت کی پیش کش کی تھی انہوں نے ساری عمر اپنی قومیت نہ بدلی جب وہ سویڈن (نوبل) انعام وصول کرنے گئے تو انہوں نے پگڑی اور اچکن پہن کر اپنے وطن کا نام بلند کیا تھا۔

سائینس سینٹر کا قیام

ملک سے نقل مکانی کرنے کے تلخ تجربہ نے ہی تو ان کو انٹرنیشنل سینٹر فار تھیوریٹکل فزکس کی بنیاد رکھنے کی ترغیب دی تھی تا ترقی پذیر ممالک کے سائینس دان دورِ حاضر کے عظیم سائینسدانوں سے تربیت حاصل کر سکیں اور خود کو اپنے اپنے ممالک میں اکیلا محسوس نہ کریں جس طرح انہوں نے کیا اپنے وطن میں کیا تھا سینٹر کا قیام ۱۹۶۴ء میں عمل میں آیا اور اب تک غریب ممالک کے ہزاروں غریب طلباء اس سے مستفید ہو چکے ہیں پھر انہوں نے ترقی پذیر ممالک میں سائینس اور ٹیکنالوجی کے فروغ کیلئے تھرڈ ورلڈ اکیڈمی آف سائنس کی

بنیاد رکھی ان کا ایک سنہری خواب یہ بھی تھا کہ وہ بین الاقوامی یونیورسٹی قائم کر سکیں تا اسلامی ممالک ایک بار پھر علم اور سائنس میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکیں۔

باوجود یہ کہ ان کو اتنی کامیابیاں اور آنرز ملے۔ میرے ابا جان نے اپنی شخصیت میں غرور کو کبھی بھی ظاہر نہ ہونے دیا انہوں نے خود کو عظیم انسان تصور ہی نہ کیا۔ اپنی عاجزانہ زندگی کے آغاز کو انہوں نے فراموش نہ کیا سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ کبھی یہ نہ بھولے کہ جو بھی ان کو ملا یہ خداوند کریم کا انعام اور خاص عنایت تھی۔ یہ وصف میرے والد اور سر محمد ظفر اللہ خان صاحب میں مشترک تھا ان دو انسانوں نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش گوئی کا مصداق تھے۔ آپس میں دوستی اور اخوت کو ساری عمر نبھایا جس کا آغاز بھی عجیب طریق سے ہوا۔ میرے ابا جان نے ۱۹۴۶ء میں برطانیہ کے لئے سفر کیا اور ان کا جہاز لیورپول کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا ایک ناقابل یقین اتفاق سے چوہدری صاحب جو اس وقت سپریم کورٹ آف انڈیا کے جج تھے اس بندرگاہ پر اپنے بھتیجے کو لینے کے لئے تشریف لائے تھے ابا جان کا کتابوں سے بھرا بھاری سوٹ کیس کسٹم شیڈ میں پڑا تھا اور اس وقت وہاں کوئی پورٹر نہ تھا چوہدری صاحب میرے والد کو شش و پنج میں دیکھ کر صورت حال کو بھانپ گئے چنانچہ انہوں نے سوٹ کیس ایک طرف سے اٹھایا اور ٹرین تک پہنچا دیا۔ پھر چوہدری صاحب نے دیکھا کہ ابا جان یخ بستہ ہوا سے ٹھٹھر رہے تھے تو انہوں نے اپنا اوورکوٹ اتار کر ان کو دے دیا یہ اوورکوٹ ابا جان نے سالہا سال تک استعمال کیا اور اب بھی یہ ان کے بھائیوں میں سے کسی کے پاس محفوظ ہے۔

ابا جان جب بھی لندن میں قیام پذیر ہوتے تو چوہدری صاحب اتوار کے روز ناشتہ کے لئے ضرور تشریف لاتے۔ ناشتہ کی میز پر دو عظیم انسانوں کے درمیان ہونے والی گفتگو بہت دلچسپ ہوتی جو مذہب۔ سیاست۔ اور دیگر موضوعات پر حاوی ہوتی تھی۔ میرے ابا جان احباب کو اپنے گھر مدعو کرنا بہت پسند کرتے تھے جسے وہ شہر کا بہترین ریستوران کا نام دیتے تھے جو کہ فی الحقیقت میری امی جان کے کھانا پکانے کی مہارت کو خراج عقیدت تھا۔ ان کے مہمانوں میں وزیر۔ ڈپلومیٹ۔ غیر ملکی اعلیٰ عہدیدار۔ پروفیسرز اور بعض دفعہ ان کے طالب علم بھی ہوتے تھے۔

زندگی کے آخری ایام میں ابا جان کو پیرا سپرانوکلئیر پالسی Para Supranuclear Palsy کا عارضہ لاحق ہو گیا اس مرض کے بارہ میں انسانی علم ابھی تک محدود ہے اگرچہ ان کا دماغ اور فہم و فراست آخری وقت تک برقرار رہے مگر ان کے پٹھے رفتہ رفتہ کمزور ہو کر ضائع ہو گئے۔ ابا جان کے یقین کا یہ حال تھا کہ انہوں نے یہ حالت بغیر کسی آہ و بکاہ کے قبول کر لی اگرچہ ان کی بیماری کی آئندہ حالت کی پیش بینی کا شروع سے علم تھا۔ پھر بھی ہم نے علالت کے دوران ان کو شکوہ و شکایت کرتے یا بیماری کی شدت کے باعث گریہ و آزاری کرتے نہ دیکھا۔

اللہ کریم نے اپنے خادم بندے عبدالسلام پر بے

شمار فضل اور نوازشیں برسائیں ان کی زندگی، مثمر باثمرات اور اچھی تھی ان کی رحلت بھی باعزت اور باوقار تھی ان کو جوالوداع ملا شاید اُس سے وہ خود بھی وفور جذبات سے بھر جاتے ان کے لندن سے ربوہ کے بہشتی مقبرہ تک کے آخری سفر کو میں کبھی بھی چشم تصور سے مٹا نہیں سکتی سڑک کے دونوں کنارے ہزاروں ہزار احباب کا لائن بنا کر کھڑے ہونا تا وہ ان کو آخری الوداع کہہ سکیں واقعی جذبات سے بے قابو کرنے والا تھا۔ جنازہ میں تیس ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی ان کو ان کے والد مرحوم کے ساتھ والی لحد میں ابدی نیند سلا یا گیا یوں وہ والدہ کے قدموں میں سلائے گئے جیسے کہ انہوں نے خواہش کی تھی۔

اللہ نے ان کی آمد ورحلت کی خبر دی تھی جس رات اباجان کی وفات دو بج کر پنتالیس منٹ پر ۲۱ نومبر ۱۹۹۶ء کو ہوئی اس رات میرے چچا محمد عبدالرشید جو اباجی کے چھوٹے بھائی ہیں خواب دیکھی میرے دادا خواب میں آئے انہوں نے دیدہ زیب لباس پہنا ہوا تھا اور بہت خوش نظر آرہے تھے اعلانیہ رنگ میں انہوں نے (پنجابی میں) کہا۔ سلام پہنچ گیا اے۔ یعنی سلام پہنچ گیا ہے۔

اللہ کریم ان کی روح کو اعلیٰ (روحانی) انعامات سے نوازے اور مولیٰ کریم جماعت احمدیہ کو بہت سارے عبدالسلام نوازے۔ آمین اَللّٰھُمَّ آمین

☆☆☆

روشن دین تنویرؔ صاحب

زمانے سے مایوس ہو کر اٹھے ہیں
کہ سب کائنات اپنی کھو کر اٹھے ہیں

نہ جانے تری انجمن کیا ہے پیارے
جو ہنس ہنس کے بیٹھے تھے، رو کر اٹھے ہیں

اٹھے تو ہیں ہم موجِ دریا سے اوپر
مگر اپنی کشتی ڈبو کر اٹھے ہیں

ڈراؤ گے کیا تم ہمیں دھمکیوں سے
کہ ہم جان سے ہاتھ دھو کر اٹھے ہیں

اٹھایا تو ہے تو نے ہم کو رُلا کر
مگر درد کا بیج بو کر اٹھے ہیں

جو سوئے پڑے سینکڑوں سال سے تھے
وہ اصحابِ کہف آج سو کر اٹھے ہیں

وہ تنویرؔ خود منہ کے بل آ پڑیں گے
جو نشتر دلوں میں چبھو کر اٹھے ہیں

☆☆☆☆☆

خواجہ الطاف حسین حالی

(1837-1914)

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہاں

ہیں دورِ جام اوّل شب میں خودی سے دور
ہوتی ہے آج دیکھئے ہم کو سحر کہاں

یا رب اس اختلاط کا انجام ہو بخیر
تھا اُس کو ہم سے ربط مگر اس قدر کہاں

کون و مکاں سے ہے دل وحشی کنارہ گیر
اس خانماں خراب نے ڈھونڈا ہے گھر کہاں

ہم جس پر مر رہے ہیں' وہ ہے بات ہی کچھ اور
عالم میں تجھ سے لاکھ سہی' تو مگر کہاں

ہوتی نہیں قبول دعا ترکِ عشق کی
دل چاہتا نہ ہو' تو دعا میں اثر کہاں

حالی نشاطِ نغمہ و مے ڈھونڈتے ہو اب
آئے ہو وقتِ صبح' رہے رات بھر کہاں

☆☆☆

خواجہ میر درد

(1720-1784)

تہمتِ چند اپنے ذمہ دھر چلے
جس لئے آئے تھے ہم سو کر چلے

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

دوستو! دیکھا تماشایاں کا بس
تم رہو' اب' ہم تو اپنے گھر چلے

شمع کی مانند ہم اس بزم میں
چشمِ نم آئے تھے' دامن تر چلے

جو شرر اے ہستی بے بودیاں
بارے! ہم بھی اپنی باری بھر چلے

ساقیا! یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے' ساغر چلے

درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب
کس طرف سے آئے تھے؟ کیدھر چلے

☆☆☆

انتخاب

فارسی شکراست

”فارسی بہت شیریں زبان سہی، ایرانی بے حد شیریں گفتار سہی مگر جو شخص اس زبان سے نابلد ہے اس کے لئے تہران میں ایک مسئلہ بھی ہے۔ انگریزی بولنے والے اور سمجھنے والے بہت کم دستیاب ہوتے ہیں۔ اشاروں سے بات سمجھانا بھی مشکل ہے۔ ایسے وقت میں انتہائی بے بسی اور بے کسی کا احساس ہوتا ہے۔ دکانوں، دفتروں وغیرہ کے بورڈ بھی فارسی میں بہت بھلے لگتے ہیں مگر بعض اوقات گمراہ کن بھی ہیں۔ ہماری طرح انگریزی کے بورڈ برائے نام ہی نظر آئیں گے۔ ایک طرف یہ دیسی ہے اور دوسری طرف طرز رہائش بالکل مغربی انداز کی ہے۔ گھروں کا طریقہ وہی، رہن سہن کے اطوار وہی۔ ہر طرح سے یورپین شہر کا گمان گذرتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ تہران میں بلند عمارتوں کی بالکنی سے خواتین سڑکوں پر کپڑے جھاڑتی نظر آتی ہیں جو مغربی شہروں میں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ ایک دوسرے کو تہذیب اور احترام سے مخاطب کرنا بھی ایرانیوں کی سرشت ہے۔ گھریلو ملازم کو بھی آغا کہہ کر بلایا جاتا ہے، اسی طرح ادنیٰ ملازمہ کو بھی خانم کہنا لازمی ہے۔ ماتحتوں اور ملازموں کے ساتھ بلاوجہ رعب داب اور ڈانٹ ڈپٹ کا رویہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ بلکہ مساوات کا جذبہ زیادہ نمایاں ہے۔ (دوران سفر، علی سفیان آفاقی)

ابن بطوطہ کا سفرنامہ

”شرف الدین محمد“ ابن بطوطہ ایک عظیم سیاح، عالم، قانون دان، سفارت کار اور مہم جو تھا جس نے ۲۹ برس تک تین براعظموں میں دشت پیمائی کی اور موجودہ اٹلس کے ۴۴ ممالک کی سیاحت کے دوران پچھتر ہزار میل سے زیادہ فاصلے کو طے کیا جو کہ مارکو پولو کے سفروں سے تین گنا زیادہ ہے۔ اسی لئے تھامس جے کرومی نے ابن بطوطہ کو ”سیاحوں کا شہزادہ“ قرار دیا ہے۔ وہ بائیس برس کی عمر میں ۱۳ جون ۱۳۲۵ء کو مراکش کے شہر طنجہ (Tangier) سے حج کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ اس کے اپنے الفاظ میں: ”میں نے اپنے گھر کو الوداع کہا جیسے پرندے نقل مکانی کرتے وقت اپنے گھونسلوں کو الوداع کہتے ہیں“۔ مصر پہنچ کر اس نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا پرندہ اسے پروں پر بٹھائے محو پرواز ہے۔ وہ مکہ مکرمہ اور یمن سے ہو کر مشرق کی طرف اڑتا چلا گیا ہے اور پھر ایک سرسبز و شاداب ملک میں اسے اتار کر غائب ہو جاتا ہے۔ صوفی شیخ ابو عبداللہ المرشدی نے تعبیر بتائی کہ اسے مشرق کا سفر کرنا پڑے گا۔

ابن بطوطہ شرق اوسط او مشرقی یورپ میں آٹھ برس کی سیاحت کے بعد ۱۳۳۳ء میں دہلی وارد ہوا جہاں سلطان محمد تغلق نے اسے قاضی کا عہدہ تفویض کیا۔ دو سال بعد وہ ایک سفارت کے ہمراہ چین روانہ ہوا مگر حالات نے جزائر مالدیپ لے گئے جہاں وہ ڈیڑھ سال عہدۂ قضا پر فائز رہا۔ ۱۳۴۴ء میں وہ سری لنکا، بنگال، ملایا اور کمبوڈیا سے ہوتا ہوا چین گیا اور مسلسل دس برس قیام کرتے ہوئے ۱۳۵۴ء میں مراکش واپس پہنچ گیا۔ اس عدیم المثال سیاح نے ۱۳۷۷ء میں رحلت فرمائی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ جوانی

(مکرم نادر محمود صاحب)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو آغاز جوانی میں بذریعہ رؤیا' سرتاج دو عالم حضرت محمد مصطفی ﷺ کے رخ انور کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ اس زیارت کے بعد جب تک زندہ رہے۔ عشق رسول میں فنا رہے اور گو بعد میں آپ نے کشفی رنگ میں اپنے آقا فداہ ابی و امی کی متعدد بار بیداری میں ملاقات بھی کی اور کئی حدیثوں کی تصدیق بھی آپؐ سے براہ راست کی۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۵۲)

ہمارے یہاں اکثر دیکھا جاتا ہے نوجوان شادی کے بعد اپنی تعلیمی ذمہ داریوں سے عہدہ براہونے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو خلوت نشینی اور عزلت پسندی سے وہ کمال حاصل تھا کہ شادی آپ کے سلسلہ پر کسی طرح اثرانداز نہیں ہوسکی۔ آپ کے والد صاحب کہا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا مسیتڑ ہے نہ نوکری کرتا ہے نہ کماتا ہے۔ اور پھر وہ ہنس کر کہتے کہ چلو تمہیں کسی مسجد میں مُلا کروا دیتا ہوں۔ دس من دانے تو گھر میں کھانے کو آجایا کریں گے۔ آج وہ زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ کیا بادشاہ بنا بیٹھا ہے اور سینکڑوں آدمی اس کے در کی غلامی کے لئے دور دور سے آتے ہیں۔

(حیات النبی صفحہ ۱۸۶ جلد اول نمبر دوم طبع اول ۱۴ دسمبر ۱۹۱۵ء)

آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق آپ کی بعثت کا بہت بڑا مقصد عیسائیت کی یلغار کو روکنا اور عالم عیسائیت پر اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں سولہ سترہ برس کی عمر سے عیسائیوں کی کتابیں پڑھتا ہوں اور ان کے اعتراضوں پر غور کرتا رہا ہوں میں نے اپنی جگہ ان اعتراضوں کو جمع کیا ہے جو عیسائی آنحضرت ﷺ پر کرتے ہیں ان کی تعداد تین ہزار تک پہنچی ہوئی ہے۔ (الحکم ۳۰ اپریل ۱۹۰۰ء صفحہ ۲)

آپ اپنی جوانی کے اس دور میں اسلام کی دگرگوں حالت کو دیکھ کر ہر وقت مضطرب اور بے چین رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولوی فتح الدین صاحب دھرم کوٹی حضور کے ابتدائی زمانہ کے متعلق بیان کرتے ہیں:۔

"میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور اکثر حاضر ہوا کرتا تھا اور کئی مرتبہ حضور کے پاس ہی رات کو بھی قیام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بے قراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ جیسے ماہی بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدت درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ میں اس حالت کو دیکھ

کر سخت ڈر گیا اور بہت فکر مند ہوا اور دل میں کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اس وقت میں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی وہ حالت جاتی رہی۔ صبح میں نے اس واقعہ کا حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ذکر کیا رات کو میری آنکھوں نے اس قسم کا نظارہ دیکھا ہے کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ''میاں فتح دین کیا تم اس وقت جاگتے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آرہی ہیں ان کا خیال آتا ہے تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے''۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۹)

آپ نے اپنی جوانی کے دور میں کن کتابوں کو خاص طور پر پڑھا ہے اور ان سب میں قرآن مجید پڑھنے کا کیا عالم تھا اس کے بارے میں آپ کے فرزند حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضور قرآن مجید کے علاوہ بخاری۔ مثنوی رومی اور دلائل الخیرات، تذکرۃ الاولیاء، فتوح الغیب اور سفر السعادت پڑھتے اور کچھ نوٹ بھی لیا کرتے تھے۔ مگر بہر حال اکثر توجہ قرآن مجید کے مطالعہ کی طرف تھی۔ آپ (مرزا سلطان احمد) نے ایک روایت یہ کی ہے کہ آپ کے پاس ایک قرآن مجید تھا اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے۔ وہ کہتے کہ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو۔

(حیات النبی جلد اول صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹)

خدمت خلق اور غرباء پروری میں اس جوانی کے دور میں ہی خاص امتیاز بخشا تھا۔ حضور ان ایام میں (قادیان) بالا خانے پر رہتے تھے۔ کھانا نہایت قلیل مقدار میں تناول کرتے اور اکثر بھنے ہوئے دانوں پر ہی اکتفا فرماتے۔ خادمہ جب کھانا لاتی تو آپ اوپر سے ہی ایک برتن لٹکا دیتے خادمہ اس میں کھانا رکھ دیتی تو آپ اوپر کھینچ لیتے جس میں سے کچھ تو خود تناول فرماتے اور باقی اپنے ہمجولیوں اور ضرورت مندوں کو دے دیتے۔ چنانچہ اللہ یار صاحب ٹھیکیدار کا چشم دید بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور کے ساتھ گھر چلا گیا۔ دیکھا کہ ایک رسی کے ساتھ ایک برتن بندھا ہوا ہے۔ جب خادمہ کھانا لاتی ہے تو حضور اسے لٹکا دیتے ہیں۔ چنانچہ میرے سامنے خادمہ کھانا لائی۔ حضور نے اسے نیچے لٹکایا اور اوپر کھینچ لیا اور حضور کے ہاتھ میں کتاب تھی۔ حضور کتاب پڑھتے جاتے اور نیچے سے لقمہ لے کر کھاتے جاتے تھے۔

(روایات صحابہ جلد نہم صفحہ ۱۹۰، ۱۹۱ غیر مطبوعہ ماخوذ تاریخ احمدیت جلد نمبر ا نیا ایڈیشن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے والد صاحب کے حکم سے بعض مقدمات کی بھی پیروی فرمائی۔

جیسا کہ مقدمات میں ہر قسم کا مکر وفریب' دغابازی اور چالبازی روا رکھی جاتی ہے اور فریق مخالف کو شکست دینے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جاتا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مقدمات کی پیروی کا انداز ہی بالکل جدا' بالکل نرالا اور بالکل انوکھا تھا۔ آپ کو ہار جیت سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا صرف اطاعت والد کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی رضاء مقصود تھی۔ ان دنوں آپ کا یہ اکثر معمول تھا کہ جس صبح کو مقدمہ پر جانا ہوتا آپ اس سے قبل عشاء کی نماز مسجد اقصیٰ میں ادا کرنے کے بعد فرماتے ''مجھ کو مقدمہ کی تاریخ پر جانا ہے میں والد صاحب کے حکم کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔ دعا کرو کہ اس مقدمہ میں حق حق ہو جائے اور مجھے مخلصی ملے۔ میں نہیں کہتا کہ میرے حق میں ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ حق کیا ہے پس جو اس کے علم میں حق ہے اس کی تائید اور فتح ہو اس کے بعد حضور خود بھی دیر تک مصروف دعا رہتے اور حاضرین بھی۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۸۲)

آخر میں آپ کی جوانی کا وہ سنہری دور ہے جو آپ نے سیالکوٹ میں ملازمت کے دوران گزارا جو اپنے اندر خدا تعالیٰ کی عمیق در عمیق حکمتین رکھتا تھا۔

اس بارے میں حضور کا بیان آپ کی پاکیزہ جوانی اور پاکیزہ فطرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

''اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا کہ اکثر نوکری پیشہ گندی زندگی بسر کرتے ہیں ان میں بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جو پورے طور پر صوم صلوۃ کے پابند ہوں جو ان ناجائز حظوظ سے اپنے تئیں بچاسکیں جو ابتلاء کے طور پر ان کو پیش آتے رہتے ہیں۔ میں ہمیشہ ان کے منہ دیکھ کر حیران رہا اور اکثر کو ایسا پایا کہ ان کی تمام دلی خواہشیں مال و متاع تک خواہ حلال کی وجہ سے ہوں یا حرام کے ذریعہ سے' محدود تھیں اور بہتوں کی دن رات کی کوششیں (مال و متاع تک خواہ حلال کی وجہ سے ہوں یا حرام کے ذریعہ سے محدود تھیں) صرف اس مختصر زندگی کی دنیوی ترقی کے لئے مصروف پائیں۔ میں نے ملازمت پیشہ لوگوں کی جماعت میں بہت کم ایسے لوگ پائے کہ جو محض خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے اخلاق فاضلہ' علم اور قوم اور عفت اور تواضع اور انکسار اور خاکساری اور ہمدردی خلق اور پاک باطنی اور اکل حلال اور صدق مقال اور پرہیزگاری کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں بلکہ بہتوں کو تکبر اور بدچلنی اور لاپرواہی دین اور طرح طرح کے اخلاق رذیلہ میں شیطان کے بھائی پائے اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع کے انسانوں کا مجھے تجربہ حاصل ہو اس لئے ایک صحبت میں مجھے رہنا پڑا۔

(کتاب البریہ طبع اول صفحہ ۱۸۵ صفحہ ۱۸۶ روحانی خزائن جلد ۱۳ ابقیہ حاشیہ)

☆☆☆

اکثر شب تنہائی میں

اکثر شبِ تنہائی میں کچھ دیر پہلے نیند سے
گذری ہوئے دلچسپیاں بیتے ہوئے دن عیش کے
بنتے ہیں شمع زندگی اور ڈالتے ہیں روشنی
میرے دل صد چاک پر

وہ بچپن اور وہ سادگی وہ رونا وہ ہنسنا کبھی
پھر وہ جوانی کے مزے وہ دل لگی وہ قہقہے
وہ عشق وہ عہدِ وفا وہ وعدہ اور وہ شکریہ
وہ لذتِ بزمِ طرب یاد آتے ہیں ایک ایک سب
دل کا کنول جو روز و شب رہتا شگفتہ تھا سو اب
اس کا یہ ابتر حال ہے اک سبزۂ پامال ہے
اک پھول کملایا ہوا سوکھا ہوا بکھرا ہوا
روندا پڑا ہے خاک پر

یونہی شب تنہائی میں کچھ دیر پہلے نیند سے
گذری ہوئی ناکامیاں بیتے ہوئے دن رنج کے
بنتے ہیں شمعِ زندگی اور ڈالتے ہیں روشنی
ان حسرتوں کی قبر پر
جو آرزوئیں پہلے تھیں پھر غم سے حسرت بن گئیں

غم دوستوں کے فوت کا ان کی جواناں موت کا
لے دیکھ شیشے میں مرے ان حسرتوں کا خون ہے
جو گردشِ ایام سے جو قسمت ناکام سے
یا عیشِ غم انجام سے مرگِ بتِ گلفام سے
خود دل میں میرے مرگئیں کس طرح پاؤں میں حزیں
قابو دل صد چاک پر

جب آہ ان احباب کو میں یاد کر اُٹھتا ہوں جو
یوں مجھ سے پہلے اُٹھ گئے جس طرح طائر باغ سے
یا جیسے پھول اور پتیاں گر جائیں قبل از خزاں
اور خشک رہ جائیں شجر

اُس وقت تنہائی مری بن کر مجسم بے کسی
کردیتی ہے پیشِ نظر ہوں ہٹ سا اک ویران گھر
برباد جس کو چھوڑ کر سب رہنے والے چل بسے
ٹوٹے کواڑ اور کھڑکیاں چھت کے ٹپکنے کے نشاں
پرنالے ہیں روزن نہیں یہ حال ہے آنگن نہیں
پردے ہیں چلمن نہیں اک شمع تک روشن نہیں
میرے سوا جس میں کوئی جھانکیں نہ بھولے سے کبھی
وہ خانۂ خالی ہے دل پوچھے نہ جس کو دیو بھی
اُجڑا ہوا ویران گھر

☆☆☆☆☆

محمد صدیق صاحب امرتسری

نَفَس نَفَس نظر نظر شفق شفق سحر سحر
سفر سفر حضر حضر گلی گلی نگر نگر
شجر شجر ثمر ثمر یہاں وہاں اِدھر اُدھر
مجھے ہے جستجو تیری
مجھے ہے آرزو تیری

شکستہ دل کی آہ میں مریض کی کراہ میں
فقیر کی نگاہ میں غنی کی عزّو جاہ میں
صدائے لاالٰہ میں ندائے الّا اللہ میں
مجھے ہے جستجو تیری
مجھے ہے آرزو تیری

عیاں بھی تُو نہاں بھی تُو یہاں بھی تُو وہاں بھی تُو
پناہ بھی تُو اماں بھی تُو رحیم و مہرباں بھی تُو
ہر اک کا پاسباں بھی تُو ہر اک کا میزباں بھی تُو
مجھے ہے جستجو تیری
مجھے ہے آرزو تیری

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی

(مکرم احمد طاہر مرزا صاحب)

آپ ۱۲۸۰ھ میں باغیت ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ اس زمانہ میں تعلیم کے لئے سکول و کالج نہ ہوتے تھے۔ بلکہ مکتبی تعلیم کا سلسلہ ہوتا تھا۔ آپ نے اسی طریق پر تعلیم پائی۔ فارسی زبان کے علاوہ درسی کتب کا بھی مطالعہ کیا۔

آپ کی ذہانت

مکتبی تعلیم سے جب فارغ ہوئے تو سترہ سال کے قریب عمر تھی۔ انہی ایام میں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں تحصیلدار کی کچہری میں جانا پڑا۔ وہاں پر ایک تحریر کسی نے خطِ طغرے ٰمیں لکھ کر امتحاناً پیش کی ہوئی تھی۔ سب لوگ اس تحریر کو پڑھنے میں ناکام رہے۔ آپ نے تحصیلدار کے سامنے وہ تحریر جو خطِ طغرے ٰمیں تھی بالکل صحیح پڑھ دی۔

جس سے لوگوں میں آپ کی ذہانت کا بہت اثر ہوا۔ اور تحصیلدار نے کہا کہ آپ میری سررشتہ داری قبول کریں۔ لیکن آپ کی والدہ نے آپ کو ملازمت کی اجازت نہ دی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دیا ہوا رزق کافی تھا۔

کپورتھلہ میں وجہ آمد

بعد ازاں آپ نے ریاست کپورتھلہ میں کسبِ معاش کا آغاز کیا اور عدالت میں اپیل نویس مقرر ہو گئے۔ اس زمانہ میں سرکار کی طرف سے ایک ہی شخص کو اپیل نویسی کی اجازت ہوتی تھی۔ اس لئے معقول آمدنی پیدا ہو جاتی تھی۔ اور ملازمت کی نسبت بہت آزادی تھی۔ آپ تحریر میں بہت مشاق اور ماہر تھے۔ اس لئے گو آپ کا نام بطور اپیل نویس مشہور تھا لیکن اس زمانے کے مجسٹریٹ آپ سے سررشتہ داری کا کام لیتے تھے۔ اور آپ کی بجائے ایک اور شخص اپیل نویس کا کام کرتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ یہ طریق میرے لئے بہت مفید رہا۔ کیونکہ ملازمت والی پابندی نہ تھی۔ اور حسبِ دلخواہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اور اپنے اوقات کا بہت سا حصہ حضور کے قدموں میں گزارتا۔ کچھ عرصہ بعد واپس آپ اپنے ساتھی سے آمدنی وصول کرتا اور پھر قادیان چلے جاتا۔ حکام آپ کی قدر دانی اور عزت کرتے تھے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے رفاقت کا تعلق اور

براہین احمدیہ

اسی سلسلہ میں حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب فرماتے ہیں:۔

''یہاں یہ ذکر کر دینا مناسب ہے کہ براہین احمدیہ جب چھپی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کا ایک نسخہ حاجی ولی اللہ صاحب کو بھیجا جو کپورتھلہ میں مہتمم بندوبست

تھے۔ اور ہمارے پھوپھا صاحب مرحوم منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور کے چچا تھے۔ حاجی صاحب براہین احمدیہ کا نسخہ اپنے وطن قصبہ سروہ ضلع میرٹھ میں لے گئے۔ وہاں عندالملاقات والد صاحب وہ کتاب حاجی صاحب نے دے دی۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس کتاب کو پڑھا کرتے اور اس کی فصاحت و بلاغت پر عش عش کر اٹھتے کہ یہ شخص بے بدل لکھنے والا ہے اور براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے والد صاحب کو حضرت صاحبؑ سے محبت ہوگئی اس کے تھوڑے عرصہ بعد والد صاحب کپورتھلہ آگئے اور حاجی صاحب والد صاحب سے براہین احمدیہ پڑھوا کر سنتے۔ منشی اروڑا صاحب اور محمد خان صاحب نے بھی کتاب کا مطالعہ کیا۔ اور انہیں بھی محبت پیدا ہوئی۔

والد صاحب کی آمد و رفت قادیان شروع ہوگئی۔ یہ ۱۸۸۴ء اور ۱۸۸۵ء کے قریب کا واقعہ ہے۔ والد صاحب نے بہت دفعہ حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور بیعت لے لیں۔ لیکن حضورؑ نے انکار فرمایا کہ مجھے حکم نہیں۔ جب لدھیانہ سے حضورؑ نے بیعت کا اعلان فرمایا تو والد صاحب و محمد خان صاحب اور منشی اروڑہ خان صاحب کے نام ایک خط لکھا کہ آپ بیعت کے لئے کہا کرتے تھے۔ مجھے اب اذن الٰہی ہو چکا ہے۔ اس خط کے مطابق آپ نے لدھیانہ پہنچ کر بیعت کی۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب صحیح معنوں میں منشی تھے یعنی انشاء پرداز تھے۔ اس میں آپ کی ابتدائی تعلیم اور بعد میں حضرت صاحب کی کتب کا کثرت مطالعہ بہت ممد اور معاون تھے۔ علاوہ ازیں بہت پاکیزہ خط اور زود نویسی کا ملکہ بھی خاص تھا۔ یہی باتیں حضرت مسیح موعودؑ کے قرب کا باعث ہوئیں۔ چنانچہ جب حضرت منشی صاحب قادیان ہوتے تو حضورؑ کی ڈاک اور جوابات کا لکھنا آپ کے سپرد ہوتا۔ بہت دفعہ حضرت صاحب اشتہار و مضامین میں بول کر آپ کو لکھواتے۔ جنگ مقدس یعنی آتھم والا مباحثہ بھی آپ کا لکھا ہوا ہے۔ اس طریق پر کہ حضرت صاحب تقریر فرماتے جاتے تھے۔ اور آپ اور خلیفہ نورالدین صاحب جموں والے لکھتے جاتے خلیفہ صاحب موصوف بھی زود نویس تھے۔ اس زمانے میں شارٹ ہینڈ وغیرہ نہیں تھا۔ بلکہ زود نویسی کی بدولت بھی بہت سی خدمات کا موقعہ آپ کو ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل جو اس وقت مولانا نوالدین تھے۔ ایک دفعہ آپ سے فرمانے لگے کہ مجھے

آپ پر رشک آتا ہے کیونکہ آپ کا زود نویس ہونا بھی حضرت صاحب سے قرب کا موجب ہے۔

نواں نو(۹) دن پرانا سو(۱۰۰) دن

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام جالندھر کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور اکثر احباب بھی اس موقعہ پر آ گئے تھے۔

............حضرت مسیح موعودؑ کا قیام کسی قدر لمبا ہوگیا اور احباب جو رخصت لے کر آئے تھے یکے بعد دیگرے رخصت ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ منشی ظفر احمد صاحب رہ گئے۔

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب حاجی پور سے روز آتے اور چلے جاتے۔ مگر منشی صاحب دھونی رمائے بیٹھے تھے۔ ایک دن حضرت اقدسؑ نے اس نظارہ کو دیکھ کر انہیں خطاب کر کے فرمایا۔ ''نواں نو دن پرانا سو دن''۔

حضرت منشی صاحب نے اپنی اس سعادت پر جائز فخر کیا۔ فرمایا کرتے تھے مجھے اس وقت بہت ہی لطف آیا کہ میں خدا کے فضل سے سو۱۰۰ دن والوں اور پرانوں میں شریک ہوں''

(الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۴۱ء)

وصال پر حضرت امام جماعت کا اظہار شفقت

آپ کا وصال ۲۰ اگست ۱۹۴۱ء کو صبح ۶:۳۰ کے قریب ہوا۔ جنازہ بذریعہ ریل قادیان لایا گیا اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مزار کے قریب ترین حصہ میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ کے وصال پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

''منشی ظفر احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی رفقاء میں سے ایک تھے۔ وہ اس ہفتہ فوت ہوگئے ہیں...... لوگوں کو یہ احساس ہونا چاہئے کہ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے ابتدائی ایام میں آپ پر ایمان لائے۔ آپ سے تعلق پیدا کیا۔ اور ہر قسم کی قربانیاں کرتے ہوئے اس راہ میں انہوں نے ہزاروں مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ ان کی وفات جماعت کے لئے کوئی معمولی صدمہ نہیں ۔ میرے نزدیک...... ان لوگوں کی وفات کا بہت زیادہ صدمہ ہونا چاہئے۔ اور یہ امر تو ایسا ہے کہ دل اس کا تصور کر کے اور دردمند ہوتا ہے۔ کیونکہ منشی ظفر احمد صاحب ان آدمیوں میں سے آخری آدمی تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ابتدائی ایام میں اکٹھے رہے۔ اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ یہ رتبہ پنجاب کی دو ریاستوں کو ہی حاصل ہوا ہے۔ پٹیالہ میں میاں عبداللہ صاحب سنوری کو خدا تعالیٰ نے یہ رتبہ دیا اور کپورتھلہ میں منشی اروڑے خان صاحب عبدالمجید خان صاحب کے والد منشی محمد خان صاحب اور منشی ظفر احمد خان صاحب کو

یہ رتبہ ملا۔ یہ چار آدمی تھے جن کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ دعویٰ ماموریت اور بیعت سے بھی پہلے کے تعلقات تھے کہ ایک منٹ کے لئے بھی دور رہنا برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کپورتھلہ کی جماعت کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی جماعت کو یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ جس طرح خدا نے ہمیں اس دنیا میں اکٹھا رکھا ہے۔ اسی طرح اگلے جہان میں بھی کپورتھلہ کی جماعت کو میرے ساتھ رکھے گا...... یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ہزاروں نشانوں کا چلتا پھرتا ریکارڈ تھے''

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(الفضل ۲۸ اگست ۱۹۴۱ء)

روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی

آپ کے وصال پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے نے ایک طویل مضمون رقم فرمایا۔ جس میں آپ نے حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی بعض روایات میں درج کی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ منشی ظفر احمد صاحب مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ میں اور منشی اروڑا صاحب اکٹھے قادیان میں آئے ہوئے تھے اور سخت گرمی کا موسم تھا۔ اور چند دن سے بارش رکی ہوئی تھی۔ جب ہم قادیان سے واپس روانہ ہونے لگے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت سلام کے لئے حاضر ہوئے تو منشی اروڑا صاحب مرحوم نے حضرت صاحب سے عرض کیا ''حضرت گرمی بڑی سخت ہے دعا کریں کہ ایسی بارش ہو کہ بس اوپر بھی پانی اور نیچے بھی پانی ہو''۔ حضرت صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا ''اچھا اوپر بھی پانی ہو اور نیچے بھی پانی''۔ مگر ساتھ ہی میں نے ہنس کر عرض کیا کہ حضرت یہ دعا انہیں کے لئے کریں۔ میرے لئے نہ کریں (ذرا ان ابتدائی بزرگوں کی بے تکلفی کا اندازہ ملاحظہ ہو کہ حضرت صاحب سے یوں ملتے تھے جیسے ایک مہربان باپ کے اردگرد اس کے بچے جمع ہوں) اس پر حضرت صاحب پھر مسکرا دیئے اور ہمیں دعا کر کے رخصت کیا۔ منشی صاحب فرماتے تھے کہ اس وقت مطلع صاف تھا اور آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہ تھا۔ مگر ابھی ہم بٹالہ کے راستہ میں یکہ میں بیٹھ کر تھوڑی ہی دور ہی گئے تھے کہ سامنے سے ایک بادل اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر چھا گیا۔ اور پھر اس زور کی بارش ہوئی کہ راستے کے کناروں پر مٹی اٹھانے کی وجہ سے

جو خندقیں بنی ہوئی تھیں۔ وہ پانی سے لبالب بھر گئیں۔ اس کے بعد ہمارا یکہ جو ایک طرف کی خندق کے پاس چل رہا تھا یک لخت الٹا اور اتفاق ایسا ہوا کہ منشی اروڑا صاحب خندق کی طرف کو گرے اور میں اونچے راستہ کی طرف گرا۔ جس کی وجہ سے منشی صاحب کے اوپر اور نیچے سب پانی ہی پانی ہوگیا۔ اور میں بچ رہا۔ چونکہ خدا کے فضل سے چوٹ کسی کو بھی نہیں آئی تھی۔ میں نے منشی اروڑا صاحب کو اوپر اٹھاتے ہوئے ہنس کر کہا ''لو اوپر اور نیچے پانی کی اور دعائیں کرالو''۔ اور پھر ہم حضرت صاحب کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے آگے روانہ ہوئے۔

عشقِ دینِ الٰہی

''ایک دفعہ بٹالہ کے بعض عیسائیوں نے حضرت صاحب کے حضور یہ بات پیش کی کہ ہم ایک لفافے میں مضمون لکھ کر میز پر رکھ دیتے ہیں آپ اسے دیکھے بغیر اس کا مضمون بتا دیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہم یہ بتا دیں گے۔ آپ وہ مضمون لکھ کر رکھیں۔ اس پر انہوں نے جرأت نہ کی۔ اس قدر واقعہ میرا چشم دید نہیں۔ البتہ اس واقعہ کے بعد حضرت صاحب نے ایک اشتہار شائع فرمایا تھا جو صفائی کاغذ پر تھا۔ وہ اشتہار میں نے پڑھا تھا جس میں یہ واقعہ درج تھا۔ اور حضور نے یہ شرط پیش کی تھی اگر ہم لفافے کا مضمون بتا دیں تو مسلمان ہونا ہوگا۔ یہ واقعہ ابتدائی ایام کا اور بیعت اولے سے پہلے کا ہے''۔ (احمد جلد ۴ صفحہ ۹۳)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

''ایک طالب علم محمد حیات نامی کو پلیگ ہوگیا۔ اس کو فوراً باغ میں بھیج کر علیحدہ کر دیا گیا۔ اور حضور نے حضرت مولوی نور الدین صاحب کو بھیجا کہ اس کو جا کر دیکھو۔ اسے چھ گھلٹیاں نکلی ہوئی تھیں۔ اور بخار بہت سخت تھا اور پیشاب کے راستے خون آتا تھا۔ حضرت مولوی صاحب نے ظاہر کیا کہ رات رات میں اس کا مر جانا اغلب ہے۔ اس کے بعد ہم چند احباب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ محمد حیات کی تکلیف اور مولوی صاحب کی رائے کا اظہار کر کے دعا کے لئے عرض کی حضرت صاحب نے فرمایا میں دعا کرتا ہوں اور ہم سب روتے تھے۔ میں نے روتے روتے عرض کی کہ حضور دعا کا وقت نہیں سفارش فرمائیں۔ میری طرف مڑ کر دیکھ کر فرمایا۔ بہت اچھا مسجد کی چھت پر میں منشی اروڑہ صاحب اور محمد خان صاحب سوتے تھے۔ دو بجے رات کے حضرت صاحب اوپر تشریف لائے اور فرمایا

حیات خان کا کیا حال ہے ہم میں سے کسی نے کہا کہ شاید مرگیا ہو' فرمایا کہ جا کر دیکھو۔ اسی وقت ہم تینوں یا اور کوئی بھی ساتھ تھا باغ میں گئے تو حیات خان قرآن شریف پڑھتا اور ...... پھرتا تھا۔ اور اس نے کہا میرے پاس آجاؤ۔ میرے گلٹی اور بخار نہیں رہا۔ میں اچھا ہوں۔ چنانچہ ہم اس کے پاس گئے تو کوئی شکایت اس کو باقی نہ تھی۔ ہم نے عرض کی کہ حضور اس کو تو بالکل آرام ہے۔ آپ نے فرمایا ساتھ کیوں نہیں لیتے آئے۔ پھر یاد نہیں وہ کس وقت آیا غالباً صبح کو آیا چونکہ اس کے باپ کو تار دیا گیا تھا۔ اور ہم تینوں یہ عظیم الشان معجزہ دیکھ کر اجازت لے کر قادیان سے روانہ ہو گئے۔ نہر پر اس کا تاپ ملا۔ جو یکہ دوڑائے آرہا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر پوچھا کہ حیات کا کیا حال ہے۔ ہم نے یہ سارا قصہ سنایا۔ وہ یہ سن کر گر پڑا اور .... ہوش آیا۔ اور پھر وہ وضو کر کے نوافل پڑھنے لگا۔ اور ہم چلے آئے''۔

(احمد جلد ۴ صفحہ ۱۰۲۔۱۰۱)

مہمان نوازی کا اچھوتا انداز

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور مغرب کے بعد مبارک کی دوسری چھت پر ...... احباب کھانا کھانے کے لئے تشریف فرما تھے۔ ایک احمدی میاں نظام دین صاحب ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے۔ اور ان کے کپڑے بھی دریدہ تھے۔ حضور سے ۴/۵ آدمیوں کے فاصلہ پر بیٹھے تھے۔ اتنے میں کئی دیگر اشخاص خصوصاً وہ لوگ جو بعد میں لاہوری کہلائے آتے گئے اور حضور کے قریب بیٹھتے گئے جس کی وجہ سے میاں نظام دین کو پرے ہٹنا پڑتا رہا۔ حتی کہ وہ جوتیوں کی جگہ تک پہنچ گیا۔ اتنے میں کھانا آیا۔ تو حضور نے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اٹھالیں اور میاں نظام الدین کو مخاطب کر کے فرمایا آؤ میاں نظام الدین صاحب ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں اور یہ فرما کر مسجد کے صحن کے ساتھ جو کوٹھڑی ہے اس میں تشریف لے گئے اور حضور نے اور میاں نظام الدین نے کوٹھری کے اندر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا اور کوئی اندر نہیں گیا۔ جو لوگ قریب آکر بیٹھتے گئے ان کے چہروں پر شرمندگی ظاہر تھی''۔

(احمد جلد چہارم صفحہ ۹۳)

☆☆☆

جماعت احمدیہ کی سائنسی خدمات

(از قلم ۔ محمد زکریا ورک صاحب ۔ کنگسٹن کینیڈا)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام ذکر اور فکر کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

''قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی قدرتوں میں فکر کرتے ہیں ذکر اور فکر ہر دو عبادت میں شامل ہیں فکر کے ساتھ شکرگزاری کا مادہ بڑھتا رہتا ہے انسان سوچے اور غور کرے کہ زمین اور آسمان ۔ اور بادل ۔ سورج اور چاند ۔ ستارے اور سیارے سب انسان کے فائدے کے واسطے خدا تعالیٰ نے بنائے ہیں فکر معرفت کو بڑھاتا ہے''۔

(ملفوظات جلد نہم صفحات 321)

جماعت احمدیہ اگرچہ ایک مذہبی جماعت ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ہماری جماعت نے علم کی تحصیل اور اس کے پھیلانے میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے حضرت بانی جماعت علیہ السلام نے قرآن پاک کی کئی ایک آیات کی ایسی بصیرت افروز تفسیر فرمائی ۔ جو سائینس کی ماڈرن تھیوریز کی پیش رو ہیں مثلاً سائینس دان مستعدی سے زمین سے باہر دوسرے سیاروں میں لائف کی تلاش میں ہیں اور اس موضوع پر کئی سائینس فکشن فلمیں بن چکی ہیں اور کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر بانی سلسلہ احمدیہ حقہ نے آج سے ایک سو سال قبل فرمایا کہ قرآن کی ایک آیت سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ دوسرے سیاروں میں انٹیلی جینٹ لائف موجود ہے آپ نے فرمایا:۔

یسبح لہ مافی السموٰت والارض وھو العزیز الحکیم.

یعنی آسمان کے لوگ بھی اس کے نام کی پاکی کرتے ہیں اور زمین کے لوگ بھی ۔ اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے کہ آسمانی اجرام میں آبادی موجود ہے اور وہ لوگ بھی خدا کی ہدایتوں کے پابند ہیں ۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 92)

پھر ایک اور آیت کریمہ اللہ الذی خلق سبع سموت من الارض مثلھن کی تفسیر یوں فرماتے ہیں ۔ خدا تعالیٰ نے آسمانوں کو سات پیدا کیا اور ایسا ہی زمینیں بھی سات پیدا کیں اور ان سات آسمانوں کا اثر جو بامرالٰہی میں پیدا ہے سات زمینوں میں ڈالا تا کہ تم لوگ معلوم کر لو کہ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز کے بنانے اور ہر ایک انتظام کے کرنے پر اور رنگا رنگ کے پیرائیوں میں اپنے کلام دکھلانے پر قدرت تامہ رکھتا

ہے۔ اور تا تمہارے علوم وسیع ہو جائیں اور علوم وفنون میں تم ترقی کرو اور ہیئت اور طبعی اور طبابت اور جغرافیہ وغیرہ علوم تم میں پیدا ہو کر خدا تعالیٰ کی عظمتوں کی طرف تم کو متوجہ کریں۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 156 اور 157)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر بھی دی کہ خدا آپ کی جماعت میں ایسے افراد پیدا کرے گا جو علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے آپ فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے
کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت
دلوں میں بٹھائے گا اور میرے فرقہ کے لوگ
اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں
گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور
نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور
ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ
زور سے بڑھیگا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین
پر محیط ہو جاوے گا (تجلیات الٰہیہ صفحہ 22)

آپ کو اس بات کا علم ہے کہ میرے فرقہ کے لوگ علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے اس وقت دیا گیا جب جماعت کے افراد کی تعداد چند لاکھ تھی مگر اب یہ پیش گوئی صدیوں احمدی سائینس دانوں (خاص طور پر نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام) کی ذات میں حرف بہ حرف پوری ہو چکی ہے جو اپنی اپنی فیلڈ میں کمال حاصل کر کے اس پیش گوئی کی صداقت کا بین ثبوت بن چکے ہیں۔

پھر آپ کے خلفاء بھی اس ضمن میں بہت دلچسپی رکھتے تھے مثلاً حضرت مصلح موعود نے فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا آغاز قادیان میں فرمایا اس قسم کے انسٹی ٹیوٹ ہندوستان کے چند بڑے شہروں میں قائم ہو چکے تھے۔ ان کا مقصد سائینس میں ریسرچ اور نئی مصنوعات تیار کرنا تھا۔ اس تحقیقاتی ادارہ کی تاسیس کا مقصد بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔ یہ کام بہت لمبا ہے اور اس کیلئے بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے ابتدائی کام کے لئے بیس ایم ایس سی درکار ہونگے جو رات اور دن اس کام میں لگے رہیں اور اسلام کی تائید کے لئے نئی سے نئی تحقیقاتیں کرتے رہیں میں نے بتایا ہے کہ اس کام پر ستر ہزار سے ایک لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہونگے اور شروع میں اس غرض کے لئے دو لاکھ روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ (تاریخ احمدیت صفحہ 56 جلد 10)

اس کی لائبریری میں نادر کتابیں تھیں جن کا تعلق برِصغیر ہند کے میڈیسن پلانٹس اور جڑی بوٹیوں سے تھا ان نادر کتب میں سے کچھ اب بھی خلافت لائبریری ربوہ میں موجود ہیں اس لائبریری میں دنیا کے مشہور سائنسی جرنلز آیا کرتے تھے ایک زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دو ہوائی جہاز خریدے جن کا مقصد ٹی آئی کالج کے فزکس کے طلباء کیلئے ایرونا ٹکس کی تعلیم اور فضائی تربیت تھا۔ تقسیم کے بعد یہ ادارہ ربوہ منتقل ہو گیا اور اس کے انچارج ڈاکٹر عبدالاحد (پی ایچ ڈی) اور ملک محمد منور (ایم ایس سی) تھے اس ادارہ نے جو مصنوعات تیار کیں ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

گرائپ واٹر۔ شائینو Shino شو پالش۔ اور میگ لائٹ Maglite (یعنی نائب لائٹ)

آپ نے ذہین طلباء کے لئے وظائف کا اجراء فرمایا۔ دسمبر 1939ء میں جماعت احمدیہ کی خلافت ثانیہ کے پچیس سال گذرنے پر حضور نے جلسہ سالانہ پر فرمایا کہ نوجوانوں کی ہمت بڑہانے کے لئے یہ اعلان کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کا جو طالب علم اپنے سکول میں اوّل آئیگا اسے جوبلی فنڈ سے (جو ابھی قائم ہوا تھا) تیس روپے ماہوار وظیفہ ایف اے کے دو سالوں میں دیا جائے گا بعد ازاں جو نوجوان بی اے میں اول آئے گا اسے ایم اے کرنے کے لئے دو سال کے لئے ساٹھ روپے ماہوار وظیفہ دیا جائے گا اسے تعلیم کا نصف خرچ دیا جائیگا۔ ان وظائف سے بہت سے طالب علموں نے اپنی تعلیم مکمل کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مغرب میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور کئی سال تک تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل کے عہدہ پر فائز رہے۔ طلباء کے لئے آپ کی محبت کی کوئی انتہا نہ تھی آپ کے علم کا احاطہ بہت علوم پر نہایت وسیع تھا اس تعلیمی ادارہ کے فزکس کیمسٹری، بیالوجی کے ڈیپارٹمنٹ کافی مشہور تھے جن میں اعلیٰ درجہ کے قابل پروفیسر لیکچر دیتے تھے آپ نے ذہین طلباء کے لئے گولڈ میڈل کا اجراء فرمایا آپ کی طرف سے بہت سے قابل طلباء کو وظائف یا تعلیمی قرضے دیئے گئے جس کی بناء پر درجنوں طلباء نے مغرب کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ حضور ایدہ اللہ نے ربوہ میں طبیہ کالج کا اجراء بھی فرمایا۔ اس میں پروفیسر شریف خان ہیومن اناٹومی پر لیکچر دیتے تھے جملہ اساتذہ میں حکیم خورشید احمد بھی تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ٹی آئی کالج ربوہ کے لئے یونیورسٹی ونگ کی وسیع و عریض پر شوکت عمارت تعمیر کروائی جس کا مقصد یہاں طلباء کو سائینس کے مضامین جیسے فزکس، کیمسٹری باٹنی میں ایم ایس سی اور پی ایچ ڈی کروانا تھا۔

ذہین اور ضرورت مند طلباء کو وظائف یا تعلیمی قرضوں کا سلسلہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خلافت کے دور میں بھی جاری ہے۔ لجنہ اماء اللہ لندن سے سوال و جواب کی ایک محفل میں ایک خاتون نے سوال کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فضل عمر فاؤنڈیشن کے تحت سکیم جاری کی تھی جو طالب علم اپنی یونیورسٹی میں ٹاپ کرتے تھے ان کو گولڈ میڈل دیا جاتا تھا کیا یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے یا نہیں۔

اس کے جواب میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ گولڈ میڈل تو اب بھی دیا جاتا ہے مگر اب خدا کے فضل سے اس سے بہت زیادہ مدد کرتے ہیں اور ایسے فنڈ مہیا کئے جاتے ہیں پہلے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث یہ کیا کرتے تھے کہ اگر کوئی غریب طالب علم اور اس کا Potential اوپر کا ہو تو اس کو جماعت مدد یا کرتی تھی مگر اب تو (یہ مدد) بہت زیادہ ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ چوہدری شاہنواز صاحب (اللہ ان کو جزاء دے) نے اپنے والد کے نام پر ایک فنڈ مجھے مہیا کیا اور انہوں نے کہا کسی کمیٹی کی ضرورت نہیں خلیفہ جس کو چاہے

قرضہ دے دے۔ روزانہ ایک دن بھی نہیں ایسا ہوا کہ غریب طالب علموں کی میں نے اس سے مدد نہ کی ہو ایک دن بھی نہیں جاتا آج ہی ایک طالب علم ملنے آیا تھا اس کے ماں باپ غریب تھے مگر قربانی کر رہے تھے انگلستان اعلیٰ تعلیم کے لئے بھیج دیا تھا بات بات پر اس کو رونا آ رہا تھا میں نے پوچھا روتے کیوں ہو؟ اس نے کہا اس طرح میرے ابا کا حال ہے تو میں نے اس کو کہا تم مجھ سے تعلیمی قرضہ لے لو پہلے اس نے انکار کیا میں نے کہا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا انکار کا میں حکماً دے رہا ہوں ابا کو لکھ دو خدا نے میرا انتظام کر دیا ہے اور واپس کرنے کا جو خیال ہے یہ بھی بوجھ نہ رکھو اگر تمہاری تعلیم مکمل ہوگئی ہے اور دنیا کی کمائی ہوئی تو جب چاہو جتنا چاہو واپس کر دو۔

(الفضل ربوہ۔ 24 مارچ 2000 صفحہ 5)

جماعت احمدیہ کے تعلیمی ادارے

جماعت احمدیہ کی سائنسی خدمات میں سے ایک قابل قدر خدمت تعلیمی اداروں کا قیام ہے یہ ادارے نہ صرف ہندو پاکستان بلکہ افریقہ کے براعظم میں بھی قائم کئے گئے۔ تعلیم الاسلام کا اعلیٰ انتظام تھا یہاں کے اساتذہ جو حساب' فزکس' کیمسٹری پڑھاتے تھے وہ چوٹی کے اساتذہ تھے نیز ان کا طریقہ تدریس بھی بہت اعلیٰ تھا جب یہ کالج پاکستان منتقل ہوگیا تو اس کے پرنسپل حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تھے جو خود آکسفورڈ کے گریجویٹ تھے۔ ان کے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد جناب قاضی محمد اسلم صاحب پرنسپل مقرر ہوئے جو کیمبرج کے گریجویٹ تھے آپ ایک مانے ہوئے ماہر نفسیات ہونے کے ساتھ ماہر تعلیم بھی تھے آپ ایک عرصہ گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل بھی رہے آپ کے مضامین مغربی رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے سائنس کے قابل اساتذہ میں سے چند ایک یہ تھے پروفیسر نصیر احمد خاں (مرحوم) کے تعاون سے فزکس کے ڈیپارٹمنٹ کو وسیع کیا نیز اس کی لیبارٹری کو بھی جدید آلات سے مزین کیا آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے آپ کا مجموعہ کلام۔ رود چناب کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

پروفیسر سلطان محمود شاہد صاحب نے بھی کیمسٹری میں انگلستان سے ڈاکٹریٹ کیا۔ آپ کالج میں کیمیا کے پروفیسر تھے آپ کی کیمسٹری میں Helping Books ایف ایس سی کے طلباء مطالعہ کیا کرتے تھے۔ پروفیسر شریف احمد خان صاحب (حال امریکہ) زوآلوجی کے پروفیسر تھے آپ 36 سال کی بے لوث خدمت کے بعد 1999ء میں ہزاروں طلباء کو زیور تعلیم سے آراستہ کر کے ریٹائر ہوئے ایم ایس سی کے امتحان میں آپ نے فرسٹ پوزیشن حاصل کی اور آپ کو گولڈ میڈل ملا۔ 1991ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی کو اپنا مقالہ پی ایچ ڈی کے لئے پیش کیا۔ ملک میں اس کو کوئی سمجھ نہ سکا تو یہ مقالہ یونیورسٹی آف ہیلی فیکس نوا سکوشیا (کینیڈا) بھجوایا گیا 1996 میں آپ کو ڈاکٹریٹ عطا کی گئی۔ آپ کے 150 کے قریب تحقیقاتی

مضامین امریکہ اور یورپ کے سائنسی رسالوں کی زینت بن کر سائنسی حلقوں سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ کالج میں اس کے علاوہ سائینس کے پروفیسروں میں۔ عطاء الرحمٰن صاحب۔ چوہدری حمید اللہ حبیب اللہ خاں صاحب' مبارک احمد انصاری صاحب اور رفیق احمد ثاقب صاحب کے نام نامی بھی قابل ذکر ہیں۔

پروفیسر نسیم بابر (شہید) اسلام آباد کی قائداعظم یونیورسٹی فزکس کے پروفیسر تھے۔ یورپ کی یونیورسٹیوں میں کئی بار آپ نے لیکچر دئے آپ ایک مانے ہوئے سائینس دان اور مدرس تھے 1987ء میں انہوں نے سالڈ سٹیٹ فزکس کے موضوع پر ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کروائی جو بہت کامیاب رہی۔

ہندوستان سے ہجرت کر کے شمالی امریکہ آنیوالے سائینس دانوں میں سے ڈاکٹر یوسف احمد قابل ذکر ہیں جو عرصہ تک اٹامک انرجی کینڈا لمیٹڈ سے منسلک رہے آپ صوبہ بہار کے نامور احمدی جناب فضل احمد (آئی جی پولیس) کے قریبی عزیز ہیں۔ امریکہ میں ایک اور احمدی پروفیسر حمید نسیم ہیں جن کا تعلق حیدر آباد سے ہے آپ یونیورسٹی آف ارکانسا میں فزکس کے استاد ہیں۔ امریکہ میں پاکستان سے آنیوالے اعجاز رؤف (پی ایچ ڈی کیمبرج) ہیں جو یونیورسٹی آف الی نائس (شکاگو) میں فزکس کے شعبہ سے منسلک ہیں ڈاکٹر عبدالخالق ربوہ میں فزکس کے پروفیسر تھے اس وقت Minnesota کی یونیورسٹی میں الیکٹریکل انجینیرنگ کے شعبہ میں تدریس کام کام کر رہے ہیں اس کے علاوہ ایک احمدی خاتون Tennesee کی یونیورسٹی میں فزکس کی پروفیسر ہیں۔

کینیڈا میں اس وقت جماعت کے زیر اہتمام کمپیوٹر کی تعلیم کا انتظام مسز ساگا کی مسجد سے ملحق وسیع عمارت اور کشادہ دفاتر میں کیا جا رہا ہے۔ اس کمپیوٹر سکول میں زبانیں سکھانے کے علاوہ ہارڈ ویئر اور کمپیوٹر آپریشن کی بھی تعلیم دی جاتی ہے درجنوں طلباء یہاں سے تعلیم مکمل کر کے اچھی سے اچھی ملازمتیں حاصل کر چکے ہیں۔

پاکستان میں اس وقت احمدی کمپیوٹر انجینیرز ایسوسی ایشن بھی فعال ہے۔ جس کے چیرمین مرزا غلام قادر صاحب تھے پھر اسی طرح احمدیہ انجینیرز ایسوسی ایشن بھی فعال ہے۔ ایک اور تنظیم احمدی سائینٹسٹ ایسوسی ایشن نے بھی کام شروع کیا ہے جس کے ماتحت تمام ایسی احمدی احباب کی تجنید مکمل کی جا رہی ہے جو [illegible] یس سی اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں رکھتے ہیں یہ کام حضور ایدہ اللہ تعا[illegible] میں ہو رہا ہے

[illegible] میں احمدی طلباء پاکستان میں کئی سالوں سے خوب نام پیدا کر رہے ہیں مثلاً ربوہ کے قمر عزیز نے تین سال قبل سول انجینیر نگ میں ایم ایس سی میں اول پوزیشن حاصل کی اور مارچ 2000ء میں نیشنل یونیورسٹی برائے سائینس وٹیکنالوجی راولپنڈی کے سالانہ کانووکیشن میں چیف ایگزیکیٹو جناب پرویز مشرف نے ان کو گولڈ میڈل پیش کیا۔ احمدی خواتین بھی سائینس کی تعلیم میں پیچھے نہیں مثلاً طیبہ

بشریٰ ربوہ نے ابھی حال ہی میں قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد سے شعبہ ریاضی میں پہلی پوزیشن حاصل کر کے گولڈ میڈل حاصل کیا عزیزہ طیبہ نے 3000 میں سے 2767 نمبر حاصل کر کے ساری یونیورسٹی میں ملنے والا واحد میڈل حاصل کیا۔

(الفضل ربوہ 10 مئی اور 13 مئی 2000)

افریقہ میں اس وقت جماعت احمدیہ کے زیر انتظام ہزاروں سکول چل رہے ہیں جن میں سائینس کی مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اسکولوں کی لیبارٹریز میں نامساعد حالات کے باوجود جدید سامان رکھنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

یہاں میڈیسن کا ذکر نہیں کیا گیا اگر اسے بھی سائنسی مضامین میں شامل کر لیا جائے تو شاید یہ مضمون اس کا متحمل نہ ہو سکے پھر بھی ضمناً ذکر ہے کہ پاکستان کے بہت سے نامور ڈاکٹر احمدی ہیں۔ پاکستان کے ایک صدر کا ایک ذاتی معالج احمدی ڈاکٹر تھا انگلستان میں بھی درجنوں ڈاکٹر احمدی ہیں امریکہ اور کینیڈا میں احمدی ڈاکٹرز کی تعداد ایک محتاط تخمینے کے مطابق دوسو کے قریب ہے جن کا تعلق میڈیسن کی ہر برانچ سے ہے

دو نامور احمدی سائینس دان

دنیائے سائینس کے مہر درخشاں۔ عالم اسلام کے عظیم سپوت۔ احمدیت کا گنج ہائے گراں مایہ۔ اسلامی دنیا کے پہلے نوبل انعام یافتہ۔ اٹلی میں سائینس کے تاج محل کے بانی پاکستان کے بابائے سائینس۔ ڈاکٹر عبدالسلام

پروفیسر صالح الہ دین

آپ بھارت کے مشہور احمدی اسٹرانومر ہیں آپ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں 25 سال تک اسٹرانومی میں تدریس کے فرائض نہایت خوبی اور امتیاز سے انجام دینے کے بعد 1991ء میں ریٹائر ہوئے۔

آپ نے 1955 میں فزکس میں ایم اے کیا۔ اسی سال آپ کی ملاقات حضرت مصلح موعود سے ہوئی۔ 1959ء میں آپ یونیورسٹی آف شکاگو۔ امریکہ اعلیٰ تعلیم کے لئے آئے اور یہاں کے مشہور زمانہ Yeres Observatory میں ریسرچ کا کام شروع کیا آپ کے پروفیسر اس وقت Dr.Nelson Limber تھے جو شہرہ آفاق اسٹرانومر ڈاکٹر چندرا شیکھر (نوبل انعام یافتہ) کے تلامذہ میں سے تھے (چندرا کے نام سے منسوب اس وقت ایکس رے آبزرویٹری خلاء میں کام کر رہی ہے)۔ 1963ء میں آپ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی آپ کے پی ایچ ڈی کے ڈی زرٹیشن کا موضوع یہ تھا۔

To compute the orbits of coliding galaxies making use of the polyutrope theory to obtain the forces between galaxies when they overlariap.

امریکہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کا تقرر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں لیکچرار کے طور پر مئی

1964ء میں ہوا جہاں سے آپ نے 25 سال تک تدریس کا کام کیا درجنوں دلچسپ اور تحقیقاتی مضامین تحریر کئے ہیں 1981ء میں آپ کو Mehand Saha Award For Theoretical Science دیا گیا نیز آپ کو دو سال کے لئے فیلوشپ دی گئی 1980ء میں آپ نے تین ماہ یونیورسٹی آف آکسفورڈ میں گزارے اس کے بعد کمیبرج میں ایک ماہ گزارہ 1985ء میں آپ نے ڈاکٹر عبدالسلام کی دعوت پر ٹریسٹ میں موجود سائینس سینٹر میں تین ماہ گزارے۔

ڈاکٹر صالح الہ دین کا سب سے بڑا علمی کارنامہ سورج گرہن اور چاند گرہن ریسرچ ہے اس موضوع پر آپ نے کئی دلچسپ اور سائنسی حقائق سے بھرپور مضامین تحریر کئے۔

قرون وسطی میں جس طرح سائینس کی قندیل مسلمان سائینسدانوں جیسے الرازی۔ بوعلی سینا۔ الخوارزمی۔ البیرونی۔ عمرابن الخیام۔ اب الہیشم نے فروزاں رکھا آج یہ کام جماعت احمدیہ کی فعال عالمگیر جماعت کے ذریعہ ہو رہا ہے وہ دن دور نہیں جب اس جماعت میں بھی اور شہرہ آفاق سائینسدان پیدا ہوں گے جن کے نام تاریخ انسانیت میں سنہری الفاظ میں لکھے جائیں گے۔ انشاءاللہ

میں اس جائزہ کو قرآن پاک کی آیۃ ممدوحہ پر ختم کرتا ہوں

ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا

☆☆☆

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال

کبھی اے حقیقتِ منتظر! نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

طرب آشنائے خروش ہو، تو محرمِ گوش ہو
وہ سرود کیا کہ چھپا ہوا ہو سکوتِ پردۂ ساز میں

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

دمِ طوف کرمکِ شمع نے یہ کہا کہ وہ اثرِ کہن
نہ تری حکایتِ سوز میں، نہ مری حدیثِ گداز میں

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں، نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ زخم ہے زلفِ ایاز میں

جو میں سر بہ سجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

☆☆☆

سفرنامہ

دو تاریخی مینار

''فرانسیسی قوم کا شمار جنگجو اقوام میں نہیں ہے، تاہم قومی شجاعت کے نشانات ہم کو ہر جگہ نظر آئے۔ نپولین کا نام تو پیرس کے در و دیوار پر موجود ہے۔ کہیں کوئی کتبہ لگا ہوا ہے، کہیں نپولین کے نام کا فوارہ نصب ہے، کہیں بڑے بڑے مینار اور دروازے بنائے گئے ہیں، جن پر نپولین کی فتوحات کے مختلف مرقع نقش ہیں۔ خود نپولین کا بنایا ہوا مینار اندوم کالم اپنی قسم کی ایک ہی چیز ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نپولین نے ۱۲ سو توپوں کو جو وہ دشمن سے چھین کر لایا تھا، گلایا اور اس کے لوہے سے یہ ۱۴۲ فٹ اونچا مینار بنایا گیا جس کے اوپر خود نپولین کا ایک مجسمہ نصب ہے۔ ایک فوارہ ''فاؤنتی دی لاوکتور'' بھی فرانسیسی صناعی اور اس سے زیادہ فرانسیسی تخیل کا ایک اچھا نمونہ ہے۔

اس کو نپولین اول نے اپنی فتوحات کی یادگار کے طور پر بنایا تھا۔ فوارے کی وضع یہ ہے کہ چار مجسموں پر فوارے کا طشت رکھا ہوا ہے۔ ہر مجسمہ حکومت کی ایک خاص صفت کا مظہر ہے۔ ایک وفاداری کی تصویر ہے، دوسرا باخبری کا مرقع ہے، تیسرا انصاف کا بت ہے اور چوتھا طاقت کا دیوتا ہے۔ ان سب سے اوپر ''فتح'' کا ایک انسانی تخیل مجسمے کی صورت میں نصب ہے۔ ۱۹۱۴ء کے بعد اگر تہذیب جدید کی یادگار قائم کرنی ہو، تو اس فوارے کو پانچ مجسموں کی ضرورت نہیں، صرف دو کافی ہیں۔ نیچے طاقت کا دیوتا اور اوپر فتح کا پیالہ جس سے خون کا فوارہ چل رہا ہے۔

ایک دوسرا مینار پلاس وی لاکونکارو میں دیکھا جو عہد انقلاب کی یادگار ہے۔ یعنی جس جگہ وہ مینار بنایا گیا ہے، وہاں انقلاب کے زمانے میں گردن کاٹنے کی مشین لگی ہوئی تھی جس پر انقلاب پسندوں نے سب سے پہلے خود اپنے بادشاہ کی گردن رکھی تھی۔ آج فرانس کے حالات دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ یہی وہ قوم ہے جس نے آزادی کے لئے خون کے دریا بہائے تھے اور اپنی قوم کے بڑے بڑے لوگوں کو کتوں کی طرح مارا تھا۔ یا یہی وہ قوم جو کل فلارنس کے میدان میں اپنی ایک جوان نسل کو کلیتاً نابود کر چکی تھی۔ یہ جو عورتیں سڑکوں پر ناچتی ہیں، یہ وہی ہیں جو کل فرانسیسی سپاہیوں کے زخم دھو رہی تھیں۔ یہ جو مرد شراب کی صراحیاں ہاتھوں میں لئے مستانہ وار جھوم رہے ہیں، یہ وہی ہیں جو کمر کس کر میدان جنگ میں گئے تھے اور فرانس کے تمام اتحادیوں سے زیادہ خون بہا کر آئے تھے۔ کیسی عجیب جنگجوئی ہے۔ میدان جنگ کے سورما پیرس کی گلیوں میں ادائے ناز کے مقتول ہیں۔ فطرت انسانی کا یہ معمہ کوئی سمجھا ہو تو مجھے سمجھا دے''۔ (سفرنامہ قاضی عبدالغفار)

سائنسی خبریں

(مرتبہ: مکرم اقبال احمد زبیر صاحب)

امریکی ''نیشنل میزائل ڈیفنس سسٹم کی ناکامی''

۲۰۰۰ء میں امریکہ نے اپنے نیشنل میزائل ڈیفنس NMD سسٹم کا تیسرا تجربہ کیا۔ جسے بہت سے دفاعی ذرائع فیصلہ کن تجربہ بھی قرار دے رہے ہیں۔ اس سے پہلے این ایم ڈی سسٹم کے دو تجربے ہو چکے ہیں۔ جن میں سے ایک کامیاب اور ایک ناکام رہا ہے۔ اس طرح مذکورہ تجربات میں کامیابی اور ناکامی میں بالترتیب 1 اور 2 کا تناسب قائم ہو گیا عمومی طور پر یہ خیال کیا جا رہا ہے۔ کہ این ایم ڈی سسٹم کے تیسرے تجربے کی ناکامی کے بعد امریکہ اس منصوبے کو ترک کر دے گا۔

لیکن پنٹاگون کی رائے اس کے برعکس ہے۔ اس ادارے کے خیال میں اب بھی کلنٹن انتظامیہ (یا آئندہ امریکی حکومت) کے پاس مجوزہ این ایم ڈی سسٹم کی جانچ پڑتال کے لئے خاصے مواقع موجود ہیں۔ اپنے خیال کو تقویت پہنچانے کے لئے پنٹاگون یہ دلیل پیش کر رہا ہے۔ کہ این ایم ڈی سسٹم کی موجودہ آزمائشوں کے دوران جو راکٹ بوسٹر استعمال کئے گئے وہ اصل منصوبے کے تحت بننے والے بوسٹر نہیں تھے۔ اصلی راکٹ بوسٹر اگلے سال سے پہلے تک مکمل نہیں ہو سکیں گے لہذا کوئی بھی حتمی فیصلہ کرنے سے پہلے امریکی حکومت کو مزید ایک سال تک انتظار کرنا پڑے گا۔ علاوہ ازیں این ایم ڈی راڈار کی تیاری اور الاسکا میں تنصیب کی اجازت ملنے تک بھی یہ معاملہ درمیان میں معلق ہی سمجھا جائے گا۔ یہ راڈار بھی این ایم ڈی سسٹم میں ایک اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ کہنے کا صاف اور واضح مطلب یہ ہوا کہ امریکہ اپنے نیشنل میزائل ڈیفنس پروگرام سے دستبردار نہیں ہوا ہے اور نہ کسی کو اس غلط فہمی میں رہنا چاہیے۔ دوسری طرف امریکہ کے انڈر سیکرٹری برائے دفاع جیک گینسلر نے کہا ہے این ایم ڈی سسٹم میں راکٹ بوسٹر ایک فیصلہ کن جزو ہو گا اور اس طرح انہوں نے ڈھکے چھپے الفاظ میں نیشنل میزائل ڈیفنس سسٹم کے آئندہ تجربات جاری رکھنے کا عندیہ بھی دے دیا ہے۔

چین کے خودکار طیارے

چین کی ایوی ایشن انڈسٹریز نے دو خودکار طیارے UAVS بنائے۔ دونوں طیاروں میں گولی جیسی ساخت والا درمیانی ڈھانچہ قدر مشترک ہے اور دونوں کے نچلے حصے میں پھیلے ہوئے پر بھی نصب ہیں۔ ایک ڈیزائن کا مقصد نگرانی کرنا معلوم ہوتا ہے جبکہ دوسرے کے اوپر ایک اضافی خود POD نصب ہے جو شاید الیکٹرانک وارفیئر اور برقی جاسوسی کے لئے لگایا گیا ہے۔ مرکزی ڈھانچے fuslage کے اوپر ایک افقی ٹیل پلین بھی موجود ہے۔ مغربی ذرائع کے مطابق یہ

خودکار طیارے چینگ ہونگ 1 کی جگہ لینے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ چینگ ہونگ 1 کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ نارتھروپ بی کیوایم 34 فائربیز خودکار طیاروں کی نقل ہے جن میں سے چند ویت نام کی جنگ میں گرائے گئے تھے۔ چینگ ہونگ کو بیجنگ یونیورسٹی آف ایسٹروناٹکس اینڈ ایئر وناٹکس میں، جبکہ چھوٹے خودکار طیاروں کو نارتھ ویسٹ یونیورسٹی آف ایسٹروناٹکس اینڈ ایئروناٹکس میں وضع کیا گیا ہے۔

ڈسالٹ کی جانب سے مستقبل کا رافیل

ڈسالٹ ایوی ایشن (جہاز سازی کی معروف کمپنی) نے گزشتہ دنوں رافیل لڑاکا طیارے کا ایک ماڈل پیش کیا جس میں لاک ہیڈ مارٹن کے ایف 16 بلاک 60 اور یورو فائٹر ٹائفون کی طرز پر کنفرمل فیول ٹینک (CFT) نصب ہیں جنہیں طیارے کے ڈھانچے میں شامل کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کمپنی، رافیل میں خودکار لڑاکا طیاروں پر مبنی فضائی بیڑے کی سربراہی کرنے کے امکانات کا جائزہ بھی لے رہی ہے۔

اب تک رافیل کے نئے ورژن میں اضافی (یعنی علیحدہ کئے جانے کے قابل) فیول ٹینکس کے ساتھ ونڈ ٹنل ٹیسٹ مکمل کئے جا چکے ہیں۔ لڑاکا طیارے بنانے والی فرانسیسی کمپنی ڈسالٹ، آئندہ سال کے وسط تک رافیل کی مزید آزمائش کرے گی۔ ڈسالٹ نے فرانسیسی فضائیہ اور وزرات دفاع کو بریفنگ کے دوران مستقبل کے منصوبوں کی بابت خاصی تفصیل سے آگاہ کیا۔

اگرچہ اس منصوبے کی بہت سی تفصیلات ابھی سامنے نہیں آئی ہیں لیکن ڈسالٹ اس سے خاصی پر امید ہے۔ لیکن ڈسالٹ اس سے خاصی پر امید ہے۔ اس کے ٹینکشن میں 2000 لیٹر (530 امریکی گیلن) سے زائد کی گنجائش موجود ہے۔ ڈسالٹ کمپنی کے چیئرمین، سرگی ڈسالٹ نے اپریل 2000 میں اپنے عہدے سے سبکدوش ہونے سے چند روز قبل یہ کہا کہ ان کی کمپنی، میدان جنگ میں رافیل کے مختلف النوع کردار مثلاً خودکار لڑاکا طیاروں کی کمان کرنے، حریف کے فضائی دفاع کو محدود کرنے، مسلح نگرانی، حملہ کرنے اور ناپسندیدہ فضائی نقل و حرکت روکنے جیسے امور کا جائزہ لینے کے لئے بھی مطالعاتی پروگرام کا آغاز کر چکی ہے۔ البتہ زیادہ توجہ مستقبل کے خودکار لڑاکا طیاروں کی کمان سے متعلق دی جا رہی ہے جس میں خاص طور پر کاک پٹ میں ڈسپلے، کنٹرول اور ڈیٹا لنکس وغیرہ جیسے اضافہ جات شامل ہیں

لیزر کے ذریعے ثقلی موجوں کی تلاش

آسٹریلیا کی ایڈیلیڈ اور امریکہ کی اسٹیفر ڈیونیورسٹی میں لیزر شعاع کے ذریعے کام کرنے والے ڈیٹیکٹر بنانے کا منصوبہ زیر غور ہے جس سے کائنات میں ثقلی موجوں (Gravity waves) کا پتا چلایا جا سکے گا۔

گیلیلیو نے 1604ء میں دوربین کے ذریعے زحل کے چاند، زہرہ کی اشکال اور چاند کے گڑھوں کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ اس کے بعد تین سو سال تک ہونے والی ترقی کے باوجود بھی فلکیات دان صرف سرمئی روشنی ہی دیکھ سکتے تھے جو

برقی مقناطیسی طیف (Electro magnetic Spectrum) کا ایک بہت چھوٹا سا حصہ ہے۔ یوں ہم بہت بڑی سی کائنات کا بہت تھوڑا سا حصہ ہی دیکھ پاتے۔ البتہ موجودہ یعنی بیسویں صدی کے حالیہ نصف آخر کے دوران انفراریڈ' ایکسرے' الٹراوئیلٹ' ریڈیو اور گیما شعاعوں پر مبنی طیف کے حصے کا مطالعہ شروع ہوا۔ فلکیات کا یہ شعبہ ''ریڈیائی فلکیات'' (Radio Astronomy) کے متبادل نام سے بھی منسوب ہے۔

ان تمام مطالعات کے باوجود سائنس دانوں کا خیال ہے کہ کائنات کا زیادہ تر حصہ نظر نہ آنے والے سرد تاریک مادے (Cold Dark Matter) پر مشتمل اجرامِ فلکی کے مطالعے کے لئے ثقلی موجیں (Gravitional Waves) ہم کردار ادا کرسکتی ہیں۔ مگر ایک بات واضح رہے کہ ثقلی موجیں صرف تیز متحرک اجسام سے ہی خارج ہوتی ہیں۔ آئن اسٹائن کی پیش گوئی کے مطابق سست رفتار اور جامد اجسام' خواہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں' ثقلی موجیں خارج نہیں کرتے۔ اگر انہیں اسراع (Aceleration) دیا جائے تبھی وہ ثقلی امواج خارج کریں گے۔ سپرنووا' نیوٹران ستاروں اور بلیک ہولز کے' ٹکراؤ اور ادغام سے ثقلی موجیں شدت سے پیدا ہوتی ہیں۔

دوسری بات کہ دور سے آنی والی ثقلی موجیں کمزور ہوتی ہیں۔ اگر یہ زمین سے گزریں تو کسی شے کو پروٹان کی چوڑائی کے دن ہزارویں حصے تک ہی ہلاسکتی ہیں۔ وہ بھی 10 ملی سیکنڈ تک۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کمزور موجوں کا پتا لگانے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔

اس کے لئے دو طریقے ہیں۔ اوّل ایلومینیم۔ کی دھاتی سلاخ کو بہت ہی کم درجہ حرارت پر ٹھنڈا کیا جائے تاکہ ان پر ثقلی موجوں کے باعث پیدا ہونے والے خلل (Distortion) کی سن گن لی جاسکے۔ یہ طریقہ دنیا بھر میں کئی جگہ استعمال ہو رہا ہے۔ دوسرے طریقے میں لیزر شعاعیں استعمال کرنے والے ڈیٹیکٹر بنائے جائیں۔

اس طریقے کے مطابق لیزر شعاع کو دو حصوں میں توڑ کر زیادہ فاصلوں پر رکھے گئے آئینوں سے متعدد بار ٹکرایا جاتا ہے تاکہ ڈیٹیکٹر کی حساسیت کو بڑھایا جاسکے۔ پھر ان شعاعوں کو جمع کر کے ان کا باہمی موازنہ کیا جاتا ہے۔ ثقلی موجیں خلاء یا مکان (Space) کو کھینچ اور سکیڑ سکیت ہیں' اسی بنا پر لیزر شعاعیں تداخلی (Interference) نمونہ تشکیل دیں گی۔

ایسے ڈیکٹرز کے نلئے 100 واٹ کی موثر اور مستحکم لیزر درکار ہوں گی جس کی تیاری کے لئے اسٹیفرڈ یونیورسٹی اور ایڈیلیڈ یونیورسٹی میں دو علیحدہ علیحدہ گروپس کام کررہے ہیں۔ تام ہم ایڈیلیڈ یونیورسٹی کے گروپ کے کام کا انداز اسٹیفرڈ والوں سے کہیں بہتر ہے۔ خلاء کی گہرائیوں میں ثقلی امواج کا پتا لگانے کے لئے ایک نہیں بلکہ کم از کم چار ڈیٹیکٹرز درکار ہوں گے جن پر بہت لاگت آئے گی۔

مکڑی کا ''صاف ستھرا'' اور مفید زہر

یونیورسٹی آف کنیکٹیکٹ ہیلتھ سینٹر (مارمنگٹن) کے گلین کنگ اور ان کے رفقائے تحقیق نے فصلوں کو نقصان پہچانے والے کیڑے مکوڑوں سے تحفظ کے لئے ایک نئی تدبیر ڈھونڈی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ کیمیائی ضارکش (Pesticides) کی جگہ دنیا کی زہریلی ترین مکڑی سے پیدا ہونے والا زہر استعمال کیا جائے۔

اس مقصد کے لئے انہوں نے جینیاتی انجیئر نگ سے مدد لیتے ہوئے وائرس کی ایک عام قسم ''بیکیو وائرس'' (Baculovirus) میں وہ جین داخل کیا ہے جو ''فنل ویب'' (Funnel web) نامی مکڑی کے جسم میں زوداثر اعصابی پروانوں اور تتلیوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں فنل ویب مکڑی کا زہر' کیڑے مکوڑوں کی بافتوں (Tissues) میں داخل ہوکر ان کے اعصابی نظام کو ناکارہ بنادیتے ہیں۔ تاہم اگر کیڑے اس زہر کو کھالیں تو یہ ان پر اثرانداز نہیں ہوگا۔

بیکیولووائرس پہلے بھی ''حیاتی ضا رکش'' (Biopesticides) میں استعمال کیے جاتے رہے ہیں۔ اب اس کی تبدیل شدہ اقسام جو اعصابی زہر سے لیس ہوں گی اور بھی موثر انداز سے مضر کیڑے مکوڑوں کا قلع قمع کرسکیں گی۔ ڈاکٹر کنگ کے مطابق جیسے ہی یہ وائرس کسی کیڑے کے جسم میں داخل ہوتا ہے' فوراً ہی اعصابی زہر بنانا شروع کردیتا ہے۔ زوداثر اعصابی زہر کی وجہ سے وہ کیڑا ذرا سی دیر میں مرجاتا ہے اور اسی وقت یہ وائرس بھی زہر بنانا بند کردیتا ہے۔ اس عمل کی وجہ سے وائرس کا اثر بھی محدود رہتا ہے اور وہ غیر ضروری طور پر پھیلنے نہیں پاتا۔

مذکورہ وائرس کی تجربہ گاہ میں آزمائشیں مکمل ہوچکی ہیں لیکن ابھی اسے کھلی فضا میں یعنی کھیتوں میں آزمانا باقی ہے۔ تاہم اس بارے میں حکام تذبذب کا شکار ہیں۔ دوسری جانب ڈاکٹر کنگ کہتے ہیں ''اگر ہمیں سو فیصد یقین نہ ہوتا کہ یہ طریقہ محفوظ رہے گا تو ہم کبھی اس (وائرس کے) کھیتوں میں تجربات کرنے کی سفارش ہی نہ کرتے''۔ علاوہ ازیں ان کا خیال یہ بھی ہے کہ اس طرح کی حکمتِ عملی اختیار کرنے کا سب سے بڑا فائدہ صارفین کو ہوگا۔ پودوں میں حیاتیاتی دفاع یا کیڑے مکوڑوں اور مضر جانداروں کے خلاف مزاحمت بڑھانے کے لئے ان میں جنیاتی تبدیلیاں کی جاتی ہیں اور اپنے طور پر ہی بعض زہریلے مرکبات بنانے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ ایسے پودوں پر اس وجہ سے بھی تنقید ہوتی ہے کہ ان میں موجود مضر مادے' انسانوں اور دوسرے جانداروں کی خوراک میں شامل ہوکر انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ضارکش کے طور پر کیمیائی مادوں کے بجائے خاص طور پر وضع کردہ وائرس (یا بیکٹیریا) کے استعمال سے زہریلے اثرات صرف کیڑے مکوڑوں وغیرہ تک ہی محدود رہیں گے' انسانی خوراک کا حصہ نہیں بنیں گے۔

فضائی ٹرین

جاپانی سائنس دان' ریل گاڑی کو طیارے میں

بدلنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کا ثبوت ''ایروٹرین'' (Aerotrain) ہے جسے ہوکو یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ آف فلوئڈ سائنسز نے ڈیزائن کیا ہے۔ یہ ٹرین' زمین سے 4انچ کی بلندی پر رہتے ہوئے پرواز کرتی ہے اور 310 میل فی گھنٹہ (تقریباً550 کلومیٹر فی گھنٹہ) کی رفتار سے سفر کرسکتی ہے۔ مگر اس کا اصول مقناطیسی پٹڑیوں پر معلق ٹرین (Magnetic Levitation Train) سے یکسر مختلف ہے اور پھر یہ اس کے مقابلے میں چار گنا کم توانائی بھی خرچ کرتی ہے۔ مستقبل کی تجرباتی ایروٹرینز میں پروپیلر انجنز کے دو جوڑوں (یعنی چار انجنوں) سے یہ طاقت حاصل کی جائے گی۔ ایروٹرین پر کام کرنے والے ماہرین کو امید ہے کہ 2020ء تک 335 مسافروں کو لانے لے جانے والی فضائی ٹرین باقاعدہ استعمال کی جائے گی۔

مائیکرو رینج فائنڈر

امریکن آرمی کمیونیکیشنز الیکٹرانکس کمانڈ کا نائٹ وژن اینڈ الیکٹرانک سینسرز ڈائریکٹوریٹ (NVESD) ایک مائیکرو لیزر رینج فائنڈر تیار کر رہا ہے۔ اس کی جسامت سگریٹ کے ایک پیکٹ جتنی ہے اور قیمت اندازاً ڈھائی ہزار (2,500) امریکی ڈالر ہوگی۔ تجرباتی ماڈلز سے اس کی انتہائی حد (رینج) تین کلومیٹر سے بھی زیادہ معلوم ہوئی ہے۔ ڈیزائن کی مختصر جسامت اور کم قیمت کی بناء پر ایک سپاہی اسے بہ آسانی استعمال کر سکے گا۔ این وی ای ایس ڈی (NVESD) کو توقع ہے کہ اس سال (2000ء میں) مائیکرو لیزرز کے 50 سے 100 یونٹس یو ایس سپیشل آپریشنز کمانڈ' عملی تجزیہ کی غرض سے حاصل کرے گی۔ یہ آلہ مروجہ لیزر رینج فائنڈرز کے مقابلے میں بہت مختصر اور ہلکا پھلکا ہے۔ علاوہ ازیں اس پر موجود برقی سرکٹ کو سادہ اور سہل رکھنے کی بھی پوری کوشش کی گئی ہے۔ اس کی قیمت کم کرنے کے لئے خصوصی نوعیت کے مہنگے عسکری آلات و پرزہ جات کے بجائے مارکیٹ میں عام دستیاب بعض آلات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

پاکستان کا شاہین دوم بلاسٹک میزائل

23 مارچ کو یوم پاکستان کے موقع پر ہونے والی پریڈ میں پاکستانی عوام ہی نہیں بلکہ عالمی ذرائع ابلاغ کے نمائندوں نے بھی درمیانی حد ضرب کے بلیسٹک میزائل (MRBM) شاہین دوم (Shaheen 2) کو منظر عام پر دیکھا۔ اس میزائل کے بارے میں بہت ہی کم معلومات دستیاب ہیں لیکن جینز ڈیفنس ویکلی (JDW) کے پاکستانی نمائندے عمر فاروق کے مطابق' ظاہری جائزے سے پتا چلتا ہے کہ یہ دو مرحلوں (Two Stage) والا روڈ موبائل لانچر میزائل ہے۔ جس میں ٹھوس مادے کا ایندھن استعمال کیا گیا ہے۔ پاکستان کے دوسرے ٹھوس ایندھنی میزائلوں کی طرح شاہین دوم بھی پاکستان اٹامک انرجی کمیشن (PAEC) کے نیشنل ڈیویلپمنٹ کمپلیکس کا کارنامہ ہے۔ اس منصوبے کے نگران ڈاکٹر ثمر مبارک مند ہیں۔ حکومت پاکستان کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق اس میزائل کی حدِ ضرب (رینج) ڈھائی ہزار کلومیٹر ہے اور یہ ایک

ہزار (1,000) کلوگرام لے لوڈ لے جانے کے معاملے میں یہ ہندوستان کے اگنی میزائل سے بھی آگے ہے۔

(بحوالہ جینز ڈیفنس ویکلی 5 اپریل 2000ء)

الضرار ٹینک

23 مارچ 2000ء کی پریڈ میں پہلی مرتبہ الضرار ٹینک بھی پیش کیا گیا تھا۔ یہ ٹینک ''ٹائپ 59 مین بیٹل ٹینک'' کو اپ گریڈ کرنے کے بعد تیار کیا گیا ہے۔ پچھلے کئی سال سے پاک مسلح افواج کے زیر استعمال ٹائپ 59 ایم بی ٹی ٹیکسلا کے ہیوی مکینیکل کمپلیکس میں تین مرحلہ وار اپ گریڈز سے گزار کر ''الضرار'' میں ڈھالا گیا ہے۔ اس بناء پر ''ٹائپ 59 ایم بی ٹی'' کی حرکت پذیری اور تحفظ میں اضافے کے علاوہ اس کی آتش باری کی طاقت (یعنی فائر پاور) بھی بہت بہتر ہوگئی ہے۔ مزید یہ کہ مرمت کی ضروریات بھی خاصی کم ہوگئی ہیں۔ پہلے مرحلے میں 105 ملی میٹر رائفلڈ ٹینک گن، کمپیوٹرائزڈ فائر کنٹرول سسٹم، 100 ملی میٹر کی زرہ بکتر کے لئے دو محوری ''اسٹیبلائزیشن سسٹم'' اور ٹینک کمانڈر، گنر اور ڈرائیور کے لئے بہتر عکس دکھانے والے آلات کی تنصیب کی گئی۔ دوسرا مرحلہ طاقتور ڈیزل انجن نصب کرنے اور اندھیرے میں بہتر عکس دکھانے والے (بصری) آلات کو حرارتی آلات یعنی تھرمل امیجنگ سسٹم سے تبدیل کرنے کا تھا۔

حالیہ ترین، یعنی تیسرے مرحلے میں 700 ہارس پاور ڈیزل انجن کی تنصیب، 100 ملی میٹر رائفلڈ گن کی 125 ملی میٹر ''اسموتھ بور گن'' سے تبدیلی، بہتر سسپنشن سسٹم، محفوظ تر بیرونی زرہ بکتر، بہتر فائر کنٹرول سسٹم اور تھرمل امیجنگ سسٹم جیسے اضافہ جات / تبدیلیاں شامل ہیں۔ میدان جنگ میں بقاء کے امکانات / کارکردگی بڑھانے کے لئے اضافی ''ایکسپلوسیوری ایکٹو آرمر'' (ERA) بھی گلاسس پلیٹ، اوپری ڈھانچے کے لئے دائیں اور بائیں جانب اور توپ خانے (Turret) کے آگے اور دائیں اور بائیں لگانے گئے ہیں۔ یہ بالکل ویسا ہی نظر آتا ہے جیسا کہ نئے الخالد مین بیٹل ٹینک (MBT) میں ہے۔ برقی طاقت سے چلنے والے چھ اسموک گرینیڈ لانچرز بھی الضرار کا حصہ ہیں۔ مختلف سب سسٹمز سے لیس تین پروٹو ٹائپس آج کل افواج پاکستان کے آزمائشی استعمال میں ہیں۔ ان میں سے پہلی میں چینی ساختہ 125 ملی میٹر گن، 700 ہارس پاور انجن اور فائر کنٹرول سسٹم جبکہ دوسرے میں یوکرائن ساختہ 5 ٹی ڈی ایف انجن اور 125 ملی میٹر گن نصب ہے۔ تیسرے پروٹو ٹائپ کی تفصیلات جاری نہیں کی گئی ہیں۔ سب سسٹمز کے لئے تین مختلف ذرائع کی بناء پر پاکستان نے اس ٹینک کی لاگت میں بھی کمی کر لی ہے۔ پہلے پروٹو ٹائپ میں استعمال کی گئی 125 ملی میٹر اسموتھ بور گن بالکل وہی ہے جو پاکستان میں چینی اشتراک سے بننے والے ٹائپ 85-IIAP میں بیٹل ٹینکس میں اور نئے الخالد ٹینک (یا ایم بی ٹی 2000) میں نصب ہے۔ الخالد ٹینک کا نیا ڈیزائن بھی پاکستان اور چین کی مشترکہ کاوش ہے۔

(بحوالہ: جینز ڈیفنس ویکلی۔ 29 مارچ 2000ء)

پولیمر سے بنا ''مرہم سلیمانی''

برطانیہ میں سرے کاؤنٹی کے علاقے میں ایک فرم ایکٹروسولز لمیٹڈ نے ایسا سپرے ایجاد کیا ہے جو زخم کو نہ صرف تیز رفتاری سے صحتیاب کرتا ہے بلکہ بعد میں زخم کے داغ بھی باقی نہیں رہتے۔ یہ آلہ زخم پر حیاتی نزول پذیر (Biodegradable) پولیمر فائبرز چھڑکتا ہے جو جو کولاجن (Collagen) پیدا کرنے والے خلیات کے لئے جال کا کام کرتے ہیں۔ یہ خلئے یہاں جمع ہو کر ایک بنیاد کا فرض ادا کرتے ہیں۔ یہ خلئے یہاں جمع ہو کر ایک بنیاد کا فرض ادا کرتے ہیں اور ان پر دوسرے خلیات (تہہ بہ تہہ) نشونما پاتے ہیں۔ اسپرے کئے گئے فائبرز اولاجن جن کو داغ دھبوں سے پاک، صف ستھری جلد کی صورت اختیار کرنے کی سہولت دیتے ہیں۔ (زخم کے نشان اس وقت وجود میں آتے ہیں جب کو لاجن بے ترتیبی سے نشوونما پاتا ہے۔ یہ اسپرے صرف چند ماہ بعد ہی انسانوں پر آزمانے کے لئے تیار ہوگا۔ اس کے کچھ اور مہینوں بعد اس کی باقاعدگی فروخت شروع ہوگی

موٹاپے کی بڑی وجہ اور اس کا مداوا

یہ تحقیق سلمنگ کلینکوں اور لوگوں کا دبلا بنانے کی دوائیاں بیچنے والوں کے کاروبار پر پانی پھیر سکتی ہے۔ کورنل یونیورسٹی میں موٹاپے پر تحقیق کرنے والے ایک سائنس دان نے دریافت کیا ہے۔ کہ موٹاپے کی بڑی وجہ کسی فرد کی جنیاتی ساخت نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ موٹاپے کا شکار ہونے والے افراد عموماً وقت بے وقت کھانے کے عادی ہوتے ہیں اور دوسری طرف یہ لوگ چلنے پھرنے کے معاملے میں بھی دبلے پتلے لوگوں سے بہت پیچھے ہوتے ہیں۔ ڈیوڈ لیوٹسکی جنہوں نے یہ تحقیق کی ہے۔ کہتے ہیں کہ موٹاپا دور کرنے والی مہنگی دواؤں سے بچنے کا مناسب طریقہ یہ نہیں کہ ڈائیٹنگ کے نام پر فاقہ کشی اختیار کرتے ہوئے اپنے جسم کو غیر ضروری زحمت میں ڈال دیا جائے۔ اس کے بجائے اگر لوگ اپنے معمولات میں ورزش اور تیز چہل قدمی کو شامل کر لیں تو انہیں کھانے پینے کی اشیاء سے دور بھاگنے کی ضرورت بھی نہیں رہے گی اور وہ موٹاپے سے چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔ علاوہ ازیں انہوں نے حکومت سے کہا ہے۔ کہ مختلف اداروں میں کام کرنے والے ملازمین کے لئے بھی اس امر کو بھی یقینی بنایا جائے کہ وہ ٹانگوں کو حرکت میں لائیں اور ورزش کریں۔ اسی طرح اسکول میں پڑھنے والے بچوں کے لئے بھی کوئی ایسا باضابطہ منصوبہ بنایا جائے جس کے تحت وہ کھیل کود میں مصروف ہو کر خود کو متحرک رکھ سکیں۔ یہ خاص طور طور پر اندرون شہر کے علاقوں میں رہنے والے بچوں کے لئے ضروری ہے کیونکہ وہاں گھر کے باہر کھیلنا خطرے سے خالی نہیں۔ اور ڈائٹنگ اسے تو خدا کے لئے بھول ہی جایئے لیوٹسکی کہتے ہیں۔ اسی طرح وہ زیادہ پروٹین اور کم کاربو ہائی ڈریٹس والی غذاؤں کو بھی ایک سراب قرار دیتے ہیں۔ یہ وقتی طور پر اس لئے اثر کرتی ہیں کیونکہ یہ کم حراروں (کیلوریز) پر مشتمل ہوتی ہیں لیکن جیسے ہی آپ معمول کی خوراک پر واپس آتے ہیں، وزن بھی دوبارہ بڑھنا

شروع ہو جاتا ہے۔ ساری عمر تو ان غیر قدرتی دواؤں پر گزارا نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے دوررس منفی اثرات میں امراض قلب ، گردوں کی خرابی اور سرطان میں مبتلا ہونے کے قوی امکانات شامل ہیں۔ اس تمام تحقیق کا حاصل صرف یہی ہے کہ کھائیے پیجئے، جان بنائیے لیکن جسمانی محنت مشقت سے جی نہ چرائیے کیونکہ اسے اختیار کرنے میں ہی بہتری ہے۔ صحت کی بھی اور جیب خرچ کی بھی۔

☆☆☆

مطالعہ خدام الاحمدیہ برائے سال ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء

مہینہ	کتاب	روحانی خزائن جلد نمبر
نومبر ۲۰۰۰ء	البلاغ	13
دسمبر ۲۰۰۰ء	ضرورۃ الامام	13
جنوری ۲۰۰۱ء	نجم الہدیٰ	14
فروری ۲۰۰۱ء	رازِ حقیقت	14
مارچ ۲۰۰۱ء	کشف الغطاء	14
اپریل ۲۰۰۱ء	ایام الصلح	14
مئی ۲۰۰۱ء	حقیقۃ المہدی	14
جون ۲۰۰۱ء	مسیح ہندوستان میں	15
جولائی ۲۰۰۱ء	ستارہ قیصریہ	15
اگست ۲۰۰۱ء	تریاق القلوب	15
ستمبر ۲۰۰۱ء	تحفہ غزنویہ	15
اکتوبر ۲۰۰۱ء	روئیداد جلسہ دعا	15

☆☆☆

مقابلہ مضمون نویسی۔ خدام الاحمدیہ پاکستان

۱۔ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان مضمون نویسی کا شوق رکھنے والے خدام کے لئے سال میں مضمون نویسی کے چار مقابلہ جات منعقد کرواتی ہے۔ جن میں اوّل مضمون پر ۵۰۰ روپے اور دوم مضمون پر ۴۰۰ روپے کے نقد انعامات اور اسناد پیش کی جاتی ہیں۔

۲۔ سال ۲۰۰۱-۲۰۰۰ کی پہلی سہ ماہی کیلئے مضمون کا عنوان "خطبہ الہامیہ کا عظیم نشان" ہے۔

۳۔ مضمون بھجوانے کی آخری تاریخ ۱۵ جنوری ۲۰۰۱ ہے۔

۴۔ مضمون کم از کم ۴ فل اسکیپ صفحات اور زیادہ سے زیادہ ۷ فل اسکیپ صفحات پر مشتمل ہونا چاہئے۔

۵۔ مضمون کے ساتھ مضمون نگار کا پورا نام۔ پتہ اور ٹیلی فون نمبر (اگر موجود ہو) درج کریں اور قائد صاحب مجلس / ضلع کی تصدیق کے ساتھ بھجوائیں۔

۶۔ زیادہ طویل مضامین اور ایسے مضامین جن پر مکمل پوسٹل ایڈریس نہیں ہوگا مقابلے میں شامل نہیں کئے جائیں گے۔

تو! کاغذ قلم اٹھائیں اور مضمون لکھنا شروع کریں۔ شعبہ تعلیم آپ کے مضامین کا منتظر ہے۔

(مہتمم تعلیم)

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

☆☆☆

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ

مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
جو خلوصِ دل کی رمق بھی ترے ادعائے نیاز میں

ترے دل میں میرا ظہور ہے ترا سر ہی خود سرِ طور ہے
تری آنکھ میں مرا نور ہے مجھے کون کہتا ہے دُور ہے
مجھے دیکھتا جو نہیں تو، یہ تری نظر کا قصور ہے
مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

مجھے دیکھ رفعتِ کوہ میں مجھے دیکھ پستیٔ کاہ میں
مجھے دیکھ عجز فقیر میں مجھے دیکھ شوکتِ شاہ میں
نہ دکھائی دوں تو یہ فکر کر کہیں فرق ہو نہ نگاہ میں
مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

مجھے ڈھونڈ دل کی تڑپ میں تو مجھے دیکھ روئے نگار میں
کبھی بلبلوں کی صدا میں سن کبھی دیکھ گل کے نکھار میں
میری ایک شان خزاں میں ہے میری ایک شان بہار میں
مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

میرا نور شکلِ ہلال میں مرا حسن بدرِ کمال میں
کبھی دیکھ طرزِ جمال میں کبھی دیکھ شانِ جلال میں
رگ جاں سے ہوں میں قرب تر ترا دل ہے کس کے خیال میں
مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

(حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

مرزا محمد رفیع سودا

(1713-1780)

گل پھینکے ہے اووروں کی طرف' بلکہ ثمر بھی
اے خانہ براندازِ چمن! کچھ تو ادھر بھی

کیا ضد ہے مرے ساتھ' خدا جانئے! ورنہ
کافی ہے تسلی کو مرے ایک نظر بھی

اے ابر! قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے
تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھو لختِ جگر بھی

کس ہستیٔ موہوم پہ نازاں ہے تو اے یار
کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجھ کو خبر بھی

تنہا ترے ماتم میں نہیں شام سیہ پوش
رہتا ہے سدا چاک' گریبانِ سحر بھی

سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

☆☆☆

ابراہیم ذوق

(1789-1854)

لائی حیات' آئے' قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

کم ہوں گے اس بساط پہ ہم جیسے بدقمار
جو چال ہم چلے سو نہایت بری چلے

ہو عمرِ خضر بھی تو کہیں گے بوقتِ مرگ
ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے

نازاں نہ ہو خرد پہ جو ہونا ہو ہو وہی
دانش تری نہ کچھ مری دانشوری چلے

دنیا نے کس کا راہِ فنا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یونہی جب تک چلی چلے

جاتے ہوائے شوق میں ہیں اس چمن سے ذوق
اپنی بلا سے بادِ صبا اب کبھی چلے

☆☆☆

اعجازِ مسیحائی

حضرت مسیح موعودؑ کے شفا کے معجزانہ واقعات

(مرتبہ: حافظ عبدالحلیم صاحب)

حضرت شیخ عطاء اللہ صاحب کی روایت ہے کہتے ہیں:۔

''حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آج راولپنڈی جا رہا ہوں کیونکہ رخصت ختم ہوگئی ہے دعا کریں صحت خراب ہے۔ حضورؑ نے دعا کی اور فرمایا:۔ ''آپ نمازوں میں نہایت عاجزی اور انکساری دلسوزی سے دعا کیا کریں۔ اور خط وغیرہ قادیان تحریر کرتا رہا کریں۔ اور جلدی جلدی آیا کریں۔ اور بد پرہیزی چھوڑ دیں''۔ میں جب راولپنڈی واپس گیا تو رات ساڑھے بارہ بجے کے قریب ایک رؤیاء غیر زبان میں اس عاجز کو ہوئی سمجھ نہیں آئی زبان کی پھر میں اٹھ گیا۔ بہت دعا کی کے اے اللہ جس زبان میں الہام کیا ہے تو نے اس کی زبان تو سمجھا۔ رات کو اڑھائی بجے کے قریب زبان پر جاری ہوا۔

healthy, healthy, healthy

''صحت مند، صحت مند، صحت مند''

کئی بار کی آواز سے مجھے بیدار کر دیا صحت ہوگئی، بیس برس ہوگئے...... کبھی سر درد نہیں ہوا۔

(اردو کلاس بحوالہ روزنامہ الفضل ۱۲۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء)

حضرت مولداد خان صاحب رجسٹر روایات میں ان کی ایک روایت درج ہے:۔

''میرے بھائی بہت بیمار تھے۔ غالباً اس وقت احمدی نہیں تھے ان کو اسٹنٹ سرجن بہاولپور کے پاس لیجایا گیا۔ اُس نے کہا کوئی علاج نہ کراؤ خواہ مخواہ پیسہ برباد کر رہے ہو۔ اس کی موت یقینی ہے اس لئے اگر تمہیں سرجن کہتے ہیں کہ ٹھیک کر دیں گے ...... بیوقوف بنا رہے ہیں۔ میں ہمدردی سے کہہ رہا ہوں اس کو لیجاؤ اس نے مرنا ہی ہے۔ اس کی حالت دن بدن گرتی چلی گئی کچھ بھی نہ رہا بیچارہ تب حضرت مسیح موعودؑ کو خط لکھا اور اس میں لکھا کہ یہ حال ہوگیا۔ اب تک کسی قسم کی امید ہی نہیں رہی حضرت مسیح موعودؑ نے جواباً تحریر فرمایا فکر مت کریں اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے ہم دعا کریں گے تم بھی دعا کرو۔ انشاء

اللہ صحت ہو جائیگی۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ اس خط کے دوسرے دن میں نے دیکھا کہ ان کا تپ جاتا رہا اور میں نے خود سہارا دے کر اٹھایا تو بھائی صاحب نے کہا میرا سینہ جلتا تھا اب ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ حضرت اقدسؑ کو لکھا تھا اور آپؑ نے جواباً تحریر فرمایا تھا۔ یہ سن کر ان کے منہ سے نکلا :۔ ''ھُن نئیں مردا''

اس کے بعد پھر وہ احمدی ہو گئے بیعت کر لی اور پھر آخر تک پوری صحت رہی۔

(اردو کلاس بحوالہ روزنامہ الفضل مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۸ء)

حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب (اللہ آپ راضی ہو) کی ایک اور بھی روایت ہے۔ فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ سیر واپس آ رہے تھے اور ہم حضور کے ہمراہ تھے۔ ایک شخص کو حضور کا منتظر دیکھا۔ وہ بے تحاشا حضور کی طرف دوڑا اور حضور کے قدم پکڑنا چاہے۔ حضور نے اسے پکڑا اور سیدھا کھڑا کر کے پوچھا۔ کیا بات ہے۔ اس نے کہا میری زندگی موت سے بدتر ہے۔ آپ دعا کریں کہ مجھے اس زندگی سے نجات مل جائے۔

حضرت مسیح موعود نے مسکرا کر فرمایا کہ خدا نے مجھے زندہ کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ مارنے کے لئے تو نہیں بھیجا۔ میں تو مسیح ہوں۔ وہ شخص مرگی کے مرض میں مبتلا تھا۔ اور اس کو بڑی سخت مرگی ہوتی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ میں دعا کروں گا۔ وہ قادیان میں ٹھہرا رہا۔ بیس دن قادیان میں ٹھہرا رہا۔ ایک دفعہ بھی اس کو مرگی کا حملہ نہیں ہوا۔ اور کوئی دعا نہیں دی۔ پھر وہ بیعت کر کے گیا۔ بعد ازاں دو سال تک کبھی نہ کبھی شیخ رحمت اللہ صاحب کہتے ہیں مجھے اس سے ملنے کا اتفاق ہوتا رہا۔ اور وہی یہی بتاتا تھا کہ اس کے بعد مجھ پر اس مرض کا حملہ کبھی نہیں ہوا''۔

حضور انور نے فرمایاں۔

''اور یہ نشان ہم نے اب بھی اللہ کے فضل سے دیکھا ہے۔ بعض لوگوں کے متعلق، ان کو دعا سے ایسا فائدہ ہوا کہ پھر کبھی مرگی کا دورہ نہ پڑا۔ اللہ بعض خاص موڈ میں کی ہوئی دعاؤں کو بڑی ہی محبت سے سُن لیتا ہے''۔

ایک روایت حضرت منشی زین العابدین صاحب (اللہ آپ سے راضی ہو) کی ہے۔ کہتے ہیں:۔

ایک دفعہ شدید کھانسی کی حالت میں قادیان آ کر حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ چھ ماہ سے کئی علاج کروا چکا ہوں۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آپ اس وقت کمرے میں ٹہل رہے تھے۔ پوچھا ۔ امیرانہ علاج کروانا ہے یا غریبانہ؟ عرض کیا

جیسے مناسب سمجھیں۔

فرمایا: زمیندار بالعموم غریب ہی ہوتے ہیں۔

اچھا آپ علاج کے لئے کتنے پیسے لائے ہیں۔عرض کی۔ پانچ روپے۔فرمایا لاؤ۔ میں نے دے دیئے۔ اب آپ کو کبھی کھانسی نہ ہوگی۔(دوائی نہ دی۔ وہ پانچ روپے اس کے رکھ لئے اور دعا کی اور کہا اب آپ کو کبھی کھانسی نہ ہوگی) میں نے بے تکلفی سے عرض کیا کہ کیا اب بیماری نہیں ہوگی۔ پھر حضرت حامد علی صاحب سے فرمایا۔ گاؤں کے لوگوں کو تسلی نہیں ہوتی۔ جب تک ان کو دوا نہ دی جائے۔ پھر دھیلے کی ملٹھی۔ دھیلے کی الائچی اور دھیلے کا منقہ منگوایا۔ اور خود گولیاں بنا کر دیں۔اور پانچ روپے بھی مجھے واپس دیتے ہوئے فرمایا۔''آپ کی کھانسی تو دور ہو چکی ہے۔ ان پانچ روپوؤں کا گھی استعمال کرو۔ موٹے بھی ہو جاؤ گے۔اس کے بعد ساری زندگی پھر اس کو کھانسی نہیں ہوئی۔

حضرت حافظ حامد علی صاحب (اللہ آپ سے راضی ہو) روایت کرتے ہیں کہ:۔

ایک چھوٹے بھائی حضرت منشی زین العابدین کی منگنی آپ کی احمدیت کی طرف میلان کے باعث ٹوٹ گئی۔ پھر آپ کی پھوپھی نے اپنی بیٹی کا رشتہ آپ کے لئے پیش کیا۔تو آپ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لڑکی کے سارے حالات عرض کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ یہ بچپن سے ہی مٹی کھایا کرتی تھی۔حضور نے فرمایا کہ جو عورتیں بچپن میں مٹی کھاتی ہیں۔ وہ فطرتاً کمزور ہوتی ہیں۔اور ان کی اولاد بھی کمزور ہوتی ہے۔لیکن جب آپ نے اصرار کے ساتھ حضورؑ سے اجازت چاہی تو فرمایا۔کرلو لیکن اولاد کمزور ہوگی۔آپ بیان کرتے ہیں کہ ویسا ہی ہوا جیسے حضور نے فرمایا تھا۔ اور بیوی کو اٹھرا کی بیماری تھی اور یکے بعد دیگرے چار لڑکے فوت ہو گئے۔علاج سے بھی افاقہ نہ ہوا۔ میں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا حال عرض کر کے کہا۔کہ غریب آدمی ہوں اور علاج نہیں کروا سکتا۔حضورؑ نے فرمایا پھر کیا چاہتے ہو۔عرض کیا آپ دعا کریں۔اس پر حضورؑ اپنے دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے۔اور ظہر اور عصر کی اذان تک مسلسل رو رو کر دعا کی۔(حضور انور ایدہ اللہ نے یہ الفاظ بڑے ہی رقت آمیز انداز میں ادا فرمائے) آپ کے آنسو داڑھی مبارک سے ٹپکتے رہے۔اور میں تھک کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا رہا۔اور سوچنے لگا کہ میں نے آپ کو کیوں اتنی تکلف دی ہے۔اگر اولاد نہ ہوتی تب بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ مگر آپ کو اتنی تکلیف ہرگز نہیں دینی چاہئے تھی۔ آپ نے دعا ختم کی اور فرمایا کہ اٹھرا کی بیماری دور

ہوگئی۔'' اس حمل میں لڑکا ہوگا۔آپ کی بیوی اور بچے کی مشکل مجھے دکھائی گئی ہے۔ چنانچہ حضور کی دعا کے بعد سے اب تک کئی بچہ فوت نہیں ہوا۔ چار لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔

حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق نعمانی صاحب کو ایک بار نزلے کی ایسی شدید شکایت ہوئی کہ چار برس تک ختم نہ ہوئی۔ دودھ پینا اور خوشبو سونگھنا تو زہر بن جاتا تھا۔ ایک روز بعد نماز عشاء بیت المبارک کے شہ نشین پر حضور جب اپنے رفقاء کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ حضور نے دودھ طلب فرمایا۔ اور ایک گھونٹ پی کر گلاس حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہاتھ میں دے کر فرمایا اور ایک گھونٹ پی کر گلاس حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہاتھ میں دے کر فرمایا پی لو۔ آپ نے اپنی بیماری کا عرض کیا تو فرمایا:۔ خیر پی بھی لو۔ کا ہے کا زکام وکام۔

اس پر آپ نے اسی وقت دودھ سے بھرا گلاس پی لیا۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس کے بعد پھر کبھی ساری زندگی نزلہ نہیں ہوا۔

(بحوالہ اردو کلاس ریکارڈ شدہ۔۲۱ مئی ۲۰۰۰ء)

حضرت حافظ حامد علی صاحب پہلی دفعہ ۱۸۷۸ء اور ۱۸۸۰ء کے درمیان کسی وقت قادیان تشریف لائے تھے۔ قادیان سے واپس جا کر آپ کو خطرناک پیچش ہوگئی۔ اور جلد ہی دوبارہ قادیان آگئے۔ جہاں حضرت اقدس (اللہ آپ پر سلامتی نازل کرے) کے علاج اور دعاؤں سے شفا پائی۔ اس کے بعد آپ نے حضرت اقدس کی خدمت کو اپنا شعار بنالیا۔

ایک حضرت مرزا بشیر احمد صاحب (اللہ آپ سے راضی ہو) کی روایت ہے۔ کہ

حافظ نبی بخش صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ میں ایک دفعہ بوجہ کمزوری نظر حضرت خلیفہ اوّل (اللہ آپ سے راضی ہو) کے پاس علاج کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کہ شاید موتیا اترے گا۔ میں نے دوا اور ڈاکٹروں سے بھی آنکھوں کا معائنہ کروایا۔ سب نے یہی کہا کہ موتیا اترے گا۔ تب میں مضطرب اور پریشان ہوکر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام حال عرض کردیا۔ حضور نے الحمدللہ پڑھ کہ میری آنکھوں پر دستِ مبارک پھیر کر فرمایا۔ ''میں دعا کروں گا''

اس کے بعد نہ وہ موتیا اترا۔ اور نہ ہی کبھی نظر کمزور ہوئی۔

☆☆☆

حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی

خاندانی تعارف

آپ کے والد محترم کا نام مولانا محمد یٰسین صاحب تھا۔ یہ خاندان ایک مذہبی شہرت کا حامل تھا۔ جس کی سکونت موضع بوریاں والی نزد سکندر پور تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں تھی۔ مولانا محمد یٰسین صاحب گاؤں کے نہایت معتبر اور معزز فرد تھے' پیشے کے اعتبار سے آپ اوسط طبقے کے زمیندار تھے۔ آپ کی شرافت اور دلیری کی وجہ سے اُس زمانہ میں' جبکہ اردگرد آئے دن ڈاکہ زنی اور چوری کے واقعات عام تھے کوئی اس غرض سے بوریاں والی کا رُخ نہیں کرتا تھا۔

مولانا محمد یٰسین صاحب کی اولاد کے بارے میں دو روایات ملتی ہیں۔ (۱) آپ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی۔ (۲) سات لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت مولانا برہان الدین صاحب کے تمام بھائی الگ الگ مسجد کے امام تھے۔ اس کا ایک ثبوت تو آج بھی اس صورت میں ملتا ہے کہ اس وقت جہلم شہر میں اہلحدیث کی جامع مسجد میں آپ کے ایک بھائی نعمان صاحب کا نام کنندہ ہے۔ جنہوں نے اس مسجد کو بنایا اسی طرح آپ کے ایک بھائی غالباً سلطان صاحب کا باقاعدہ مزار ہے اور لوگ اس پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔

پیدائش اور تعلیم

آپ کا سنِ پیدائش ۱۸۳۰ء مشہور ہے۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی میں حاصل کی۔ اسی طرح قرآن کریم کم عمری میں حفظ کیا اور آپ کو احادیث بھی ایک لاکھ سے زائد یاد تھیں۔ مزید علم کی خاطر آپ نے ۲۵ سال کی عمر میں دہلی کا رُخ کیا۔ ۱۸۶۵ء میں جہلم لوٹے تو اہل حدیث تحریک کے پُرجوش داعی بن گئے۔ آپ اہل حدیث فرقہ سے تعلق تو رکھتے تھے' لیکن اس کے علاوہ جن عقائد پر آپ مضبوطی سے قائم تھے وہ بنیادی طور پر دو تھے:۔

(۱) امام مہدی کے ظاہر ہونے کے قرائن ونشانات اس زمانہ میں عام ہیں اور مہدی کے آنے کا وقت یہی ہے۔

(۲) سید احمد بریلوی فوت نہیں ہوئے' بلکہ کسی غار میں چھپے ہوئے ہیں وہ دوبارہ امام مہدی کے وقت ظاہر ہونگے اور ہم لوگ ان کی فوج میں شامل ہوکر دجال سے جنگ کریں گے۔

اسی غرض سے آپ مولوی عبداللہ غزنوی اور حضرت صاحب کوٹھہ شریف والے کے ہاں بھی گئے مگر اطمینان نہ ہوا۔ اس جستجو میں حضرت مسیح موعودؑ کا بھی سنا اور آپ کی زیارت کے لئے آئے۔

پہلی ملاقات

اس واقعہ کو حضرت مصلح موعود نے یوں بیان فرمایا

ہے۔

''حضرت مولوی برہان الدین صاحب اہل حدیث میں سے تھے اور ان کے لیڈر تھے۔ انہوں نے (حضرت اقدس......) کا ذکر سنا۔ شاید انہوں نے براہین احمدیہ کا اشتہار پڑھا۔ آریوں یا عیسائیوں کے خلاف کسی اخبار میں آپ کا مضمون دیکھا تو ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں خود انہیں جا کر دیکھ آؤں۔ چنانچہ آپ جہلم سے پاپیادہ قادیان روانہ ہوگئے۔ لیکن کئی دن کے سفر کے بعد جب قادیان وارد ہوئے تو معلوم ہوا کہ حضرت اقدس ــــ ان دنوں متواتر چالیس دن عبادت اور دعاؤں میں گزارنے کے لئے الہام الٰہی ''تیری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی'' کی تعمیل میں ہوشیار پور گئے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے جہلم واپس جانا گوارا نہ کیا۔ اور شوقِ ملاقات کے باعث قادیان میں رہ کر انتظار کرنا بھی مناسب نہ سمجھا۔ چانچہ آپ قادیان سے ہوشیار پور روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ آپ سے ملاقات نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ حضرت اقدس...... نے اپنے ساتھ والوں کو ہدایت دے دی تھی کہ کسی کو اندر نہیں آنے دینا۔ اور شیخ حامد علی صاحب کو دروازے پر بٹھایا ہوا تھا۔ آپ نے منتیں کیں کہ مجھے ملنے دو مگر انہوں نے نہ مانا۔ آخر مولوی برہان الدین صاحب نے کہا کہ مجھے صرف چک اٹھا کر ایک دفعہ دیکھ لینے دو اس سے زیادہ کچھ نہیں کروں گا۔ مگر شیخ حامد علی صاحب نے یہ بات بھی نہ مانی۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ ان کی خواہش کو پورا کرنا تھا۔ اس لئے اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس ـ ـ کو کوئی ضرورت پیش آئی اور آپ نے فرمایا میاں حامد علی تم فلاں چیز لے آؤ۔ وہ اس طرف چلے گئے اور انہیں موقعہ میسر آ گیا۔ یہ چوری چوری گئے۔ انہوں نے چک اُٹھا کر حضرت صاحب کو دیکھا۔ (آپ) اس وقت کچھ لکھ رہے تھے۔ اور جلدی جلدی کمرہ میں ٹہل رہے تھے۔ یہ عام نظر میں معمولی بات ہے۔ مگر صاحبِ عرفان کی نگاہ میں یہ بڑی بات تھی۔ انہوں نے آپ کو دیکھا اور واپس آ گئے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ مولوی صاحب آپ نے کیا دیکھا۔ انہوں نے کہا۔ اُس نے بہت دُور جانا ہے۔ یہ کمرے میں تیز تیز چل رہا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے بڑا کام کرنا ہے۔''

(الفضل ۵ جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۵)

آپ کی دوررس نگاہوں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ

یہ وہی شخص ہے جس کی ضرورت اس زمانے کو ہے۔

بیعت اور تکالیف

آپ نے بیعت کی درخواست تو موقع پا کر پہلے ہی کر دی تھی، لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی اذنِ الٰہی نہیں ہے۔ البتہ باقاعدہ بیعت میں آپ ۱۸۹۲ء میں شامل ہوئے۔ اس کے بعد آپ کو جو مشکلات پیش آئیں ان کا ذکر حضرت مصلح موعود نے یوں فرمایا:۔

''حضرت مسیح موعود...... پر ایمان لانے کے بعد جب ان کے ساتھیوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ تو ان کی حیثیت مزدوروں کی سی ہو گئی۔ حتیٰ کہ ان کے پاس پورے کپڑے بھی نہیں ہوتے تھے۔ مگر اس قدر قربانیوں کے باوجود ان کے دل میں ہمیشہ خلش رہتی کہ ابھی ہم نے کچھ نہیں کیا''۔

(الفضل ۱۷ دسمبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۶)

نیز فرمایا:۔

''مولوی برہان الدین صاحب...... احمدیت سے پہلے...... وہابیوں کے مشہور عالم تھے اور ان میں بڑی عزت حاصل تھی۔ جب احمدی ہوئے تو...... ان کے گزارہ میں تنگی آ گئی۔ پھر بھی انہوں نے پرواہ نہ کی۔ اور ایسی غربت میں دن گزار دیئے۔ بہت ہی مستغنی المزاج انسان تھے۔ انہیں دیکھ کر کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ بھی کوئی عالم ہیں...... بہت ہی منکسر المزاج طبیعت کے تھے''۔

(الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۸)

آپ کے فرزند حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب...... کا بیان ہے کہ والد صاحب کی زندگی نہایت تنگی میں گزری۔ گھی مہینوں ہمارے گھر میں نہیں آتا تھا۔ کبھی کبھار نقدی میسر ہوتی تو تِلوں کا تیل گھی کی جگہ استعمال کرتے۔ گوشت کہیں سے ہدیہ آ جائے تو آ جائے ورنہ بازار سے خرید کر پکانا ہماری مالی طاقت سے باہر تھا۔ ایندھن ملتا نہیں تھا کہ سالن تیار کیا جا سکے یا روٹی اچھی طرح پکائی جا سکے۔ ایک شہتوت کا درخت تھا۔ آپ کی اہلیہ اس کے خشک پتے جمع کرتیں۔ اس سے نیم پختہ سالن اور روٹی تیار ہوتی۔ تنگ دستی کا ذکر کرتے ہوئے آپ کا بیان ہے کہ ان پتوں پہ دال وغیرہ کا پکانا مشکل تھا۔ اس سے کچی دال کو بھون لیا جاتا اور پھر اسے چکی میں پیس لیا جاتا۔ اور پتوں کی آگ پر پانی گرم کر لیا جاتا۔ اور اس سفوف میں ملا لیا جاتا اور نمک مرچ ڈال کر اس سے روٹی کھالی جاتی۔ کسی وقت سبزی کھانے کو جی چاہتا تو شہتوت کی تازہ کونپلیں یا بیری کے تازہ اور کچے پھل پکا کر بطور سبزی استعمال کرتے۔

حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی کی شخصیت جہاں ایک طرف نہایت عالمانہ علمیت کی حامل تھی وہاں آپ کی ذات کا خاصہ عاجزی، سادگی اخلاص اور حضرت مسیح پاک سے انتہا درجہ کی محبت بھی تھی۔ جیسا کہ حضرت مصلح

موعود نے فرمایا کہ ''بہت ہی مستغنی المزاج انسان تھے''۔ آپ کی طبیعت کی اس خاصیت کے چند واقعات درج ہیں جن سے مزید احسن طور پر یہ خاصہ سمجھ میں آئے گا۔

واہ برھانیا کتھے توں تے کتھے اے نعمتاں

سیالکوٹ کا واقعہ ہے۔ جب لیکچر سیالکوٹ کے موقعہ پر ۱۹۰۴ء میں آپ حضرت مسیح موعود کی زیارت کے لئے سیالکوٹ پہنچ گئے۔ جب آپ حضورؑ کو الوداع کہہ کر اسٹیشن سے واپس آ رہے تھے تو پیچھے رہ گئے۔ بعض شریروں نے آپ کی بے عزتی کی بلکہ پکڑ کر منہ میں گوبر تک ٹھونس دیا۔ مخالفین کا یہ کرنا تھا کہ آپ نہایت بشاشت کے ساتھ کہنے لگے ''واہ برہانیا کتھے توں تے کتھے اے نعمتاں''، یعنی اے برہان کہاں تو اور کہاں یہ نعمتیں یہ روز روز میسر نہیں آتیں۔

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ ہی میں کہیں جا رہے تھے کہ ایک عورت نے کھڑکی سے حضورؑ پر راکھ ڈالی۔ حضورؑ تو گزر گئے مگر راکھ مولانا برہان الدین صاحب کے سر پر پڑی آپ پر محویت طاری ہوگئی اور نہایت خوشی سے فرمانے لگے۔ ''پا اے مائیے پا''، یعنی اے بڑھیا اور ڈالو اور ڈالو۔

او میں مہدی دا چپڑ اسی

قادیان کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت مولانا برہان الدین صاحب نے جب کہ آپ کے ..... ڈول اور کمر کے گرد رسہ باندھا ہوا تھا' تو مستری نظام الدین صاحب سیالکوٹی اور دیگر سے فرمانے لگے۔ پوچھو! میں کون ہوں؟ یہ بات ضعیف ہونے کے باوجود آپ نے بڑے جوش سے متعدد دفعہ دہرائی آخر جب ایک .... نے یہ سوال کیا' تو بڑے جوش میں جواب دیا ''او میں مہدی دا چپڑ اسی۔ میں مہدی دا چپڑ اسی''، یعنی میں مہدیؑ کا چپڑ اسی ہوں۔

پیلی کے گھر نارائن آیا

۱۹۰۲ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مقدمہ کرم دین کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے۔ تو اس وقت برہان الدین صاحب کی عجیب عاشقانہ کیفیت تھی۔ آپ کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ حضور نے جب جہلم ورود فرمایا۔ آپ اس وقت ضعیف تھے۔ عمر تقریباً ۷۵ سال تھی۔ آپ حضور کی سواری کے آگے آگے عجیب مجذوبانہ حالت میں چل رہے تھے۔ آپ بار بار لوگوں سے کہتے جاتے تھے۔

''پیلی (چیونٹی) کے گھر نارائن یعنی ایک
معمولی اور غریب کے گھر خدا کا بروز آیا ہے''۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم ۲۷۵)

آپ بلند آواز سے لوگوں کو خطاب کرتے ''دیکھو مرزا صاحب آ رہے ہیں۔ تم ان کو دیکھو۔ وعظ کرتے کرتے یہ بھی کہتے سبحان اللہ ''ایہہ نعمتاں کتھوں!''، یعنی خوش بختی ہے ورنہ یہ نعمتیں کہاں!۔

طبیعت کا ایک مختلف انداز

مولانا صاحب کی طبیعت سادہ ہونے کے ساتھ ساتھ ملائیت سے پاک تھی۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود آپ کا

ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

''ایک دفعہ ان کے محلہ میں دست شناس آیا جو لوگوں کو ان کی قسمت بتاتا پھرتا تھا مولوی صاحب نے اس کا انسداد کرنا چاہا اور ارادہ کیا کہ کسی طرح اس کی کرکری کی جاوے تا کہ یہ آنا جانا چھوڑ دے۔ ایک دن مولوی صاحب جن کا قد و قامت بڑا نہ تھا چادر اوڑھ کر بیٹھ گئے اور اس کو اپنا ہاتھ دکھا کر کہا کہ میری قسمت دیکھو کیسی ہے۔ دست شناس نے انہیں عورت سمجھ کر کہا تیری قسمت بہت خراب ہے۔ تیرے خاوند نے جو باہر گیا ہوا ہے دوسری بیوی کر لی ہے اور اب اس کا ارادہ واپس آنے کا نہیں ہے۔ انہوں نے رونی صورت بنا کر الحاح سے کہا کہ پھر تو ہی کوئی تدبیر بتا کہ اب میں کیا کروں اور میری یہ گردش کس طرح دور ہو۔ اس نے کچھ کپڑا مانگا کہ یہ دے دو تو جلدی آ جائے گا۔ ورنہ اس کا ارادہ آنے کا بالکل نہیں ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے جھٹ منہ سے کپڑا ہٹایا اور لمبی سی داڑھی دکھا کر...... اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر کہنے لگے کہ کیا اب اس نے آنا ہی نہیں۔ یہ حالت دیکھ کر وہ دست شناس ایسا شرمندہ ہوا کہ پھر کبھی اس محلہ میں نہ آیا۔ بلکہ خیال ہے کہ اس نے اپنی ساری قوم میں اعلان کر دیا ہوگا کہ کوئی ادھر نہ جائے کیونکہ اس کے بعد پھر کوئی اس محلہ میں نہ آیا۔

(الفضل ۱۷ اپریل ۱۹۲۲ء)

آقا کی نظروں میں

''وہ اوّل ہی اوّل ہوشیار پور میں میرے پاس گئے۔ ان کی طبیعت میں حق کے لئے ایک سوزش اور جلن تھی۔ مجھ سے قرآن شریف پڑھا۔ بائیس برس سے میرے پاس آتے تھے۔ صوفیانہ مذاق تھا۔ جہاں فقراء کو دیکھتے وہیں چلے جاتے۔ میرے ساتھ بڑی محبت رکھتے تھے''

(الحکم ۷ جنوری ۱۹۰۹ء بحوالہ الفضل ۱۵ ستمبر ۱۹۷۱ء)

حضرت مسیح موعودؑ ایک اور جگہ آپ کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

''میاں عبداللہ صاحب سنوری اور مولوی برہان الدین صاحب جہلمی اور مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی اور قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی اور منشی چوہدری نبی بخش صاحب بٹالہ ضلع گورداسپور اور منشی جلال الدین صاحب بلانی وغیرہ احباب اپنی اپنی طاقت کے موافق خدمت میں لگے ہوئے ہیں''۔ (صفحہ ۲۹۔ حاشیہ۔ ضمیمہ انجام آتھم)

آپ کی وفات

آپ ۳ دسمبر ۱۹۰۵ء کو جہلم میں چند دن کی علالت

کے بعد وفات پاگئے۔ آپ اس سال رمضان المبارک میں معتکف ہوئے تو اعتکاف کے دوران آپ کو الہام ہوا۔

اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ

کہ ہم استہزاء کرنے والوں کے لئے کافی ہیں۔اسی طرح ایک اور الہام ہوا۔ کہ ''امام الوقت تو ایک طرف رہے اب تو ان کے مریدوں کو بھی الہام ہونے لگے ہیں۔ پھر ہم اس سلسلہ کی تائید کیوں نہ کریں''۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم ۴۲۵)

عید کا چاند دیکھنے پر اعتکاف مکمل ہوا۔اور آپ گھر تشریف لے آئے اور پھر عشاء کی نماز کے لئے چلے گئے۔اسی رات آپ کو بخار ہوا۔صبح کے وقت طبیعت کچھ سنبھلی تو عید کی نماز ادا کی۔آپ کو دوبارہ بخار ہوگیا۔بیماری کے دوران قرآن کریم کی تلاوت فرماتے رہے۔ایک روز صبح کی نماز کے بعد فرمانے لگے کہ دونوں دروازے کھولو کہ مجھے انتظار ہے۔پوچھا گیا کس کا؟ آپ خاموش رہے۔آپ درود شریف کا ورد کرتے رہے اور نو بجے کے قریب آپ اپنے مولائے حقیقی سے جاملے۔ساڑھے چار بجے شام آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور جہلم کے مقامی قبرستان میں تدفین ہوئی۔۸ دسمبر ۱۹۰۵ء کو حضور نے قادیان میں اپنے احباب سمیت نماز جنازہ غائب پڑھی۔ اور دیر تک دعائے مغفرت فرماتے رہے۔حضور نے حاضرین کو وہ خط بھی پڑھ کر سنایا جو آپ کے فرزند حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب نے وفات کی اطلاع کے سلسلہ میں لکھا تھا۔ آپ نے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس بچے کو لکھ دو کہ:۔

''ہم ہر طرح سے اس کی مدد کرنے کو تیار ہیں۔ اسے چاہئے کہ وہ اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلے اور ان کے علوم دینیہ اور اخلاق اور عبادات کو حاصل کرے۔علوم کے حاصل کرنے کے لئے خواہ وہ یہاں آجاوے۔ بہر حال ضروری ہے کہ وہ بہت سعی کرے''۔

(الحکم ۷۱ دسمبر ۱۹۰۵ء بحوالہ الفضل ۱۵ ستمبر ۱۹۷۱ء)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو الہام ہوا تھا ''دو شہتیر ٹوٹ گئے''۔

(بدر ۱۴ ستمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ کالم ۱)

الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۲ کالم ۴ پر یہ ان الفاظ میں ہے۔ ''شہتیر ٹوٹ جائیں گے''۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۴۱۵)

اس میں آپ کو شہتیر قرار دیا گیا تھا۔ ایک شہتیر آپ تھے۔ اور دوسرے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔آپ کی وفات پر حضرت مسیح موعود نے غیر معمولی صدمہ کا اظہار کیا۔آپ کی اور آپ کے بعد حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی وفات پر قادر الکلام اور خدمتِ دین کرنے والے علماء پیدا کرنے کے لئے ۶ جنوری ۱۹۰۶ء کو مدرسہ احمدیہ کی بنیاد پڑی۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

☆☆☆

حضرت مولوی رحمت علی صاحب

نیک فطرت، انتھک اور دعا گو وجود۔ انڈونیشیاء کے پہلے مجاہد احمدیت

(مکرم انیس احمد ندیم صاحب)

جماعت احمدیہ انڈونیشیا جس کو یہ سعادت ملی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تمام دنیا میں بسنے والے احمدیوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ آپ اخلاص اور محبت میں انڈونیشیا کی جماعت کا نمونہ پکڑیں۔

انڈونیشیا نام سنتے ہی اولین مجاہدین احمدیت حضرت مولوی رحمت علی صاحب کا نام ذہن میں آتا ہے جو امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام لے کر اس سرزمین کے ایک جزیرے سماٹرا پہنچے اور احمدیت کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے والی پیشگوئی کا ایک مصداق بنے۔ اس خطہ ارضی میں جہاں اسلام نیا نیا آیا تھا۔ لیکن یہ سعید روحیں حق کی پیاسی تھیں اور اسلام کی آمد کے بعد چند دنوں میں اسلام لوگوں کے گھروں اور پھر ان کے دلوں تک پہنچ گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ کی بصیرت افروز نگاہوں نے ان سعید فطرت لوگوں کی تڑپ کو محسوس کرتے ہوئے اہالیان انڈونیشیا کی خواہش کے مطابق دین حق کے احیاء نو کے لئے حضرت مولوی صاحب کو انڈونیشیا روانہ فرمایا۔

حضرت مولوی صاحب کے حالات زندگی

آپ کی پیدائش سے ہی آپ کے والد محترم حضرت محمد حسن کی خواہش تھی کہ آپ کو دعوت اسلام کے لئے وقف کریں۔ آپ نے پرائمری کا امتحان بھی پاس نہ کیا تھا کہ آپ کے والد صاحب نے آپ کو مدرسہ احمدیہ قادیان داخلہ کے لئے بھجوا دیا۔ اور بھجوانے سے قبل حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے تحریری اجازت حاصل کی۔

آپ اس میں تعلیم میں تو بالکل معمولی طالبعلم تھے لیکن آپ کو یقین تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی خاص توجہ اور برکت سے آپ عملی زندگی کی دوڑ میں اپنے ساتھیوں ضرور آگے نکلیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ کو حضرت خلیفہ المسیح کی خاص صحبت، رفاقت نصیب ہوئی اور آپ علمی لحاظ سے بھی اس قابلیت کو پہنچے کہ کئی سال بعد اعلیٰ نمبروں میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کریں۔

مثالی خادم احمدیت

آپ کے دل و دماغ میں احمدیت کی خدمت کی خواہش بس چکی تھی۔ آپ کا ہر فیصلہ ایسا ہوتا تھا کہ دین دنیا پر مقدم رہے۔ چنانچہ عربی فاضل کے بعد آپ کو گورنمنٹ کی ملازمت کے طور پر جب ٹیچر لگای گیا تو آپ کو دلی سکون اور اطمینان نہ ملا۔ چنانچہ جلد ہی آپ کی خواہشات بر آئیں

اور حضرت خلیفة المسیح الثانی نے آپ کے وقف کو قبول فرماتے ہوئے انڈونیشیا جانے کا ارشاد فرمایا۔

انڈونیشیا آمد

ستمبر ۱۹۲۵ء میں مجمع الجزائر جسے شرق الہند کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپ اس سرزمین میں سماٹرا کے ....ایک گاؤں ''تاپاتوان'' سب سے پہلے ......ہوئے۔ اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد پاڈانگ کو اپنا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا۔ جہاں خدا کے فضل و رحم سے جلد ہی ایک مخلص جماعت قائم ہوئی جس نے امام الزمان کو شناخت کیا۔

انڈونیشیا میں چار سالہ خدمات کے بعد آپ ۱۹۳۰ء میں قادیان واپس آئے اور چند ماہ قیام کے بعد حضرت مصلح موعود نے دوبارہ آپ کے انڈونیشیا جانے کا ارشاد فرمایا۔ اور محترم مولوی محمد صادق صاحب کو بھی (محمد صاحب سماٹری کہلائے) آپ کے ساتھ روانہ فرمایا۔

چھ سالہ کامیاب خدمات کے بعد ۱۹۳۶ء میں آپ دوبارہ عازم قادیان ہوئے اور ۱۹۳۷ء میں خلیفة المسیح کے ارشاد پر دوبارہ انڈونیشیا روانہ ہو گئے۔

۱۹۳۸ء میں خلافت جوبلی کی تقریبات میں شرکت کے لئے آپ حضرت مصلح موعود سے اجازت لے کر قادیان آئے۔ اور کچھ دنوں کے بعد دوبارہ انڈونیشیا تشریف لے گئے۔

انڈونیشیا میں دین حق اور احمدیت کی وسیع خدمات بجا لائیں اور ہر طرح کی مخالفت کو چیلنج سمجھ کر قبول کیا۔ سماٹرا میں آپ کو نجومی اور کاہن کہا گیا۔ آپ جہاں سے گذرتے لوگ مداری مداری کے نعرے لگاتے تھے۔ لیکن لمبے عرصہ کی جدوجہد کے بعد ۱۹۵۰ء میں واپس قادیان آ گئے۔

احمدیت کا پیغام اور مخالفت

کلکتہ کی بندرگاہ سے روانگی سے لے کر آپ کی تمام زندگی تائید الٰہی کی گواہ تھی کہ خدا نے ہر لمحہ اور ہر موقع پر آپ کی اس طرح تائید کی بارہا دشمن بھی رام ہو گئے۔ آپ انڈونیشی زبان سے بھی ناواقف تھے لیکن جلد ہی آپ نے زبان دیکھی اور مافی الضمیر بیان کرنے کے قابل ہو گئے۔

قرآن کریم کی تعلیم سے لوگ ناواقف تھے۔ چنانچہ آپ نے کچھ حصوں کا ترجمہ کروا کر اپنے کام کا آغاز کیا جس سے لوگ بہت متاثر ہوئے آپ نے تعلیم و تدریس کے ذریعہ ہی پیغام احمدیت پہنچانے کی راہ ہموار کی۔

آپ اپنے سادہ ہندوستانی لباس میں رہتے تھے اور اس بات نے بھی لوگوں کو بہت متاثر کیا اور آپ کے علم و فضل سے متاثر ہو کر بہت سے علماء بھی آپ کی خدمات میں حاضر ہو کر دینی پیاس بجھاتے رہے۔

الفضل میں آپ کی مساعی کا تذکرہ

الفضل ۳ نومبر ۱۹۲۵ء میں یہ رپورٹ شائع ہوئی ''کہ مولوی صاحب کو جاتے ہی سخت مصروفیت ہو گئی ہے۔ دن رات دینی گفتگو

جاری ہے۔ سونے کا وقت بھی کم ملتا ہے۔ ایک ہفتہ کے قیام کے دوران اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۸ افراد حضرت خلیفۃ المسیح کی بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو چکے۔

الفضل ۱۶ مارچ ۱۹۲۶ء میں محترم مولوی صاحب کی رپورٹ......شائع ہوئی کہ:۔

''خدا کے فضل سے یہاں تبلیغ جاری ہے اس ہفتہ میں بھی سات احمدی ہو گئے ہیں۔ ان میں بڑے عالم اور ان کے زیر اثر تین چار سو کے قریب لوگ بھی پیغام حق کے ذریعہ قریب آ چکے ہیں۔

اس طرح ابتدائی دور کی کامیابیوں کی تفصیلات الفضل میں چھپ چکی ہیں۔ مجلس شوریٰ کی رپورٹس میں بھی محترم مولوی صاحب کی بیرون ملک کامیابیوں کا بکثرت تذکرہ موجود ہے۔

حضرت مولوی صاحب کا قلمی جہاد

آپ نے دین حق کی تائید میں کثرت سے کتب اور مضامین لکھے۔ آپ کی چند اہم تصنیفات یہ ہیں۔

۱۔صداقت حضرت مسیح موعودؑ ۲۔ سیرت النبیؐ ۳۔تقدیر ۴۔شراکت اور تمدن اسلام ۵۔دنیا کا آئندہ قانون کیا ہوگا ۶۔اسلامی جہاد ۷۔معراج ۸۔ ملائکۃ اللہ ۹۔کتاب الرحمت وغیرہ

آپ کی خدمات کا اجمالی خاکہ

پیغام حق لوگوں تک پہنچانا تو آپ کا اولین فریضہ تھا۔ جس کے لئے محترم مولوی صاحب کے دیگر علماء سے بکثرت مناظرے، مباحثے اور علمی گفتگو ہوتی رہی۔ آپ نے جماعت احمدی انڈونیشیاء کو جماعتی سطح پر منظم کرنے کے لئے ۱۹۳۴ء میں آپ نے جناب محی الدین صاحب کو جو ایک قابل وجود تھے۔ انڈونیشیا کی جماعت کا نگران اعلیٰ مقرر فرمایا۔ مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام آپ کی سخت محنت کے بعد ۱۹۵۱ء میں (لیکن آپ اس وقت واپس تشریف لا چکے تھے)

۱۹۴۹ء میں آپ نے ملک گیر سطح پر شوریٰ منعقد کروائی جس میں جلسہ سالانہ منعقد کروانے کا فیصلہ ہوا اور یہ جلسہ ۲۳ تا ۲۵ ستمبر ۱۹۵۰ء کو جو بیلجیم کانفرنس کے نام پر ہوا۔ یہ نام انڈونیشیا میں احمدیت کے ۲۵ سال مکمل ہونے پر دیا گیا۔

تاریخ احمدیہ جلد نمبر ۵ صفحہ ۵۱۴ تا صفحہ ۵۲۶، ۵۸۱ تا جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۵۹۰۔

الفضل۔ اگست ستمبر۔ ۱۹۲۵ء ستمبر ۱۹۲۶

رپورٹ مجلس مشاورت۔ ۱۹۲۶۔ ۲۷، ۲۸، ۳۲

☆☆☆

سائنسی معلومات

کرۂ ارض پر بسنے والے تمام مردوں کا جدید

جدامجد افریقہ کا انسان تھا

بین الاقوامی ماہرین کی ٹیم کے مطابق زمین پر بسنے والے تمام مردوں کا جدید جداعلیٰ ۵۹ ہزار برس قبل افریقہ میں بسنے والا انسان تھا۔ آٹھ ممالک کے سائنس دانوں نے دنیا میں بسنے والے مختلف مردوں کے طبقوں کے ایک ہزار سے زائد افراد کے جنیاتی توارث کو جانچنے کے لئے ''وائی کروموسومز'' کی خصوصیات کا مطالعہ کیا۔ وائی کروموسومز ان دو جنسی کروموسومز ایکس اور وائی میں سے ایک ہے جو مردوں میں پایا جاتا ہے (عورتوں میں دو ایکس کروموسومز ہوتے ہیں) نئی تحقیق سے حتمی ثبوت مل گیا ہے کہ تمام جدید انسانوں کا جداعلیٰ افریقہ میں پیدا ہوا جس کی نسل آہستہ آہستہ پھیل کر پوری دنیا میں بکھر گئی مگر اس نئی دریافت سے نئے سوالات بھی جنم لے رہے ہیں۔ اس لئے کہ جدید انسان کے آباؤاجداد ۸۴ ہزار برس پہلے دنیا میں آئے تھے۔ اس کا جواب ماہرین کے پاس اس ڈی این اے بلیو پرنٹ کی صورت میں موجود ہے جو انہوں نے انسانی آبادی اور رکازات سے حاصل کیا رکازات کے ریکارڈ سے پتہ چلا ہے کہ جدید انسان کا نزول افریقہ میں آج سے ۵۰ ہزار برس قبل ہوا بعد ازاں وہ پوری دنیا میں پھیل گیا۔ اس بات کا ثبوت مائیٹو کونڈریاں ڈی این اے سے مل گیا ہے جس سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ ہم تمام جدید انسانوں کی ماں افریقہ میں ۱۴۳ ہزار سال قبل رہتی تھی جسے مائیٹو کونڈریاں حوا کا نام دیا گیا ہے یوں ہم افریقی باپ اور ماں کی اولاد ہیں۔ اس ضمن میں ماہرین نے خاندان کے جینیاتی توارث کے ذریعے ۲۲ جغرافیائی علاقوں میں بسنے والے ایک ہزار ۶۲ مردوں کے وائی کروموسومز کی خصوصیات کا مطالعہ کیا جن میں پاکستان، انڈیا، کمبوڈیا، لاؤس، آسٹریلیا، نیوگنی، امریکہ، مالی، سوڈان، ایتھوپیا اور جاپان وغیرہ ممالک کے مرد شامل ہیں یوں نئی جینیاتی توارث کی تحقیق سے افریقہ میں انسان کی پیدائش ثبوت مل گیا ہے۔

(بحوالہ سائنس ڈائجسٹ نومبر 2000ء)

☆☆☆☆☆

مصحفی

(1750-1824)

ترے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا، کبھی اُس سے بات کرنا

تجھے کس نے روک رکھا، ترے جی میں کیا یہ آئی
کہ گیا تو بھول ظالم، ادھر التفات کرنا

ہوئی تنگ اُس کی بازی، مری چال سے تو رُخ پھیر
وہ یہ ہمدموں سے بولا، کوئی اس سے مات کرنا

یہ زمانہ وہ ہے جس میں، ہیں بزرگ و خورد جتنے
انہیں فرض ہوگیا ہے گلۂ حیات کرنا

جو سفر میں ساتھ ہوں ہم تو رہے یہ ہم پہ قدغن
کہ نہ منہ کو اپنے ہرگز طرفِ قنات کرنا

مصحفی
نہ دعائے ہے، جو اجل بھی اُس کو آوے
شبِ وصل کو تو یا رب، نہ شبِ وفات کرنا

☆☆☆

رپورٹ چھٹی آل پاکستان سالانہ صنعتی نمائش

منعقدہ 14 تا 16 اگست 2000ء

(مرتبہ:۔ اسداللہ غالب۔ ناظم سٹیج و اشاعت)

صنعتی نمائش کی اہمیت و پس منظر

مجلس خدام الاحمدیہ نوجوانوں کی روحانی اور دینی تنظیم ہے۔ جس میں زندگی کے مختلف شعبوں کو نہایت کامیابی سے سمویا گیا ہے۔ مجلس کے آغاز ہی سے بانی خدام الاحمدیہ سیدنا حضرت مصلح موعود نے خدام کو صنعت وتجارت کی طرف توجہ دلائی اور اس مقصد کے لئے خدام الاحمدیہ میں شعبہ صنعت وتجارت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ نوجوانوں کو ہنر سیکھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور نے 23 اکتوبر 1950ء کو فرمایا:۔

''ہر خادم کو کوئی نہ کوئی ہنر آنا چاہئے پڑھنا لکھنا غیر طبعی چیز ہے۔ جو ہر جگہ کام آسکتی ہے۔ ...... پیشہ ور ہر جگہ اپنے گذارے کی صورت پیدا کر لیتا ہے اور لوگ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں''۔

نیز آپ نے فرمایا:۔

''مختلف قسم کے ہنر اور پیشے جاننا غیر ملکوں میں جانے کے لئے بڑی سہولت پیدا کرنے والی چیز ہے۔ اور ان کے ذریعہ وہاں آسانی سے روزی کمائی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ ہماری جماعت کی ترقی میں بھی ان پیشوں کا بہت حد تک دخل ہے''

خدام کے اس شوق کو فروغ دینے کے لئے مرکزی سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ پر ایک نمائش کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ جہاں چھوٹے پیمانے پر خدام اپنے فن پاروں کو رکھتے تھے۔ گزشتہ سالوں سے اس روحانی اجتماع پر پابندی کے ساتھ اس نمائش کا راستہ بھی بند ہو کر رہ گیا۔ اس کمی کو دور کرنے کے لئے 1995ء میں پہلی آل پاکستان صنعتی نمائش کا انعقاد کیا گیا۔ چنانچہ اب بفضل اللہ تعالیٰ ہر سال باقاعدگی سے اس کا کامیاب انعقاد کیا جارہا ہے۔ خدا کے فضل وکرم کے ساتھ ہر سال کی طرح امسال بھی جشن آزادی کی مناسبت سے مورخہ 14-15-16 اگست 2000ء کو ایوان محمود ربوہ میں چھٹی آل پاکستان صنعتی نمائش منعقد کی گئی۔ خدا کے فضل سے یہ نمائش کامیاب رہی۔ ہزاروں کی تعداد میں خواتین وحضرات نے تین دن تک اس نمائش کو ذوق وشوق سے دیکھا اور اس دلچسپ تفریح سے لطف اندوز ہوئے۔

انتظامیہ

اس نمائش کے سلسلے میں کام کو بطریق احسن انجام

دینے کے لئے شعبہ جات اور ان کے ناظمین تجویز کر کے محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان سے ان کی منظوری لی گئی۔ انتظامیہ درج ذیل ہے۔

ناظم اعلیٰ	مکرم نصیر احمد انجم صاحب
نائب ناظم اعلیٰ	مکرم حافظ خالد افتخار صاحب
ناظم نمائش گاہ	مکرم امین الرحمٰن صاحب
ناظم سٹیج و اشاعت	مکرم اسد اللہ غالب صاحب
ناظم رہائش و تربیت	مکرم اسد اللہ غالب صاحب
ناظم خوراک	مکرم خلیل احمد تنویر صاحب
ناظم رابطہ	مکرم حافظ عبدالاعلیٰ صاحب
ناظم مہمان نوازی	مکرم نعیم اللہ ملہی صاحب
ناظم آب رسانی و صفائی	مکرم رفیق احمد ناصر صاحب
ناظم انعامات	مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب
ناظم سمعی بصری	مکرم سلیم الدین صاحب
ناظم نظم و ضبط	مکرم خلیل احمد تنویر صاحب
ناظم رجسٹریشن	مکرم ظہیر احمد خان صاحب
ناظم طبی امداد	مکرم ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب
ناظم حاضری و نگرانی	مکرم سید میر محمود احمد صاحب
ناظم سٹال و ریفریشمنٹ	مکرم سلیم الدین صاحب
ناظم روشنی	مکرم شمشاد احمد قمر صاحب

کام کا باقاعدہ آغاز

جملہ انتظامیہ نے نمائش کے انعقاد کے سلسلے میں بہت تعاون کیا۔ سب سے پہلے تمام ناظمین نے اپنے اپنے شعبہ جات کی سکیمیں مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان میں پیش کیں۔ جن کو ضروری ترامیم کے بعد منظور کیا گیا۔ ان منظور شدہ سکیموں کی ضرورت کے مطابق بجٹ تیار کیا گیا۔ جسے محاسبہ کمیٹی میں رکھا گیا اور بعد ازاں محاسبہ کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں یہ بجٹ مجلس عاملہ نے منظور کیا۔ سکیموں اور بجٹ کی منظوری کے ساتھ ہی صنعتی نمائش کے جملہ شعبوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ انتظامیہ نے میٹنگز کر کے انتظامات کو بہتر بنانے کے بارے میں تجاویز پر غور کیا اور ضروری اقدامات کئے۔

انتظامیہ کی کارگزاری مکرم ناظم صاحب اعلیٰ مرکزی عاملہ کے اجلاس میں پیش کرتے رہے۔ اس طرح جملہ ارکان مجلس عاملہ اور خاص طور پر محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کے قیمتی مشوروں سے انتظامیہ نے استفادہ کیا۔ نمائش سے قبل ایک بڑا صدقہ دیا گیا۔ بعد ازاں دو اور بکرے صدقہ کے طور پر پیش کئے گئے۔ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھا گیا۔ انتظامیہ کی ایک میٹنگ 11 اگست 2000ء بروز جمعۃ المبارک کو بھی ہوئی جس میں انتظامات کو آخری شکل دی گئی۔

رابطہ

قائدین اضلاع و علاقہ سے سال کے شروع سے ہی رابطہ کیا گیا تھا اور ضروری ہدایات پر مبنی ایک سرکلر اضلاع کو بھجوایا گیا اور شمولیت کی تلقین کے لئے متعدد خطوط لکھے گئے۔

جائزہ انتظامات

مورخہ 13 اگست بروز اتوار رات 9:00 بجے
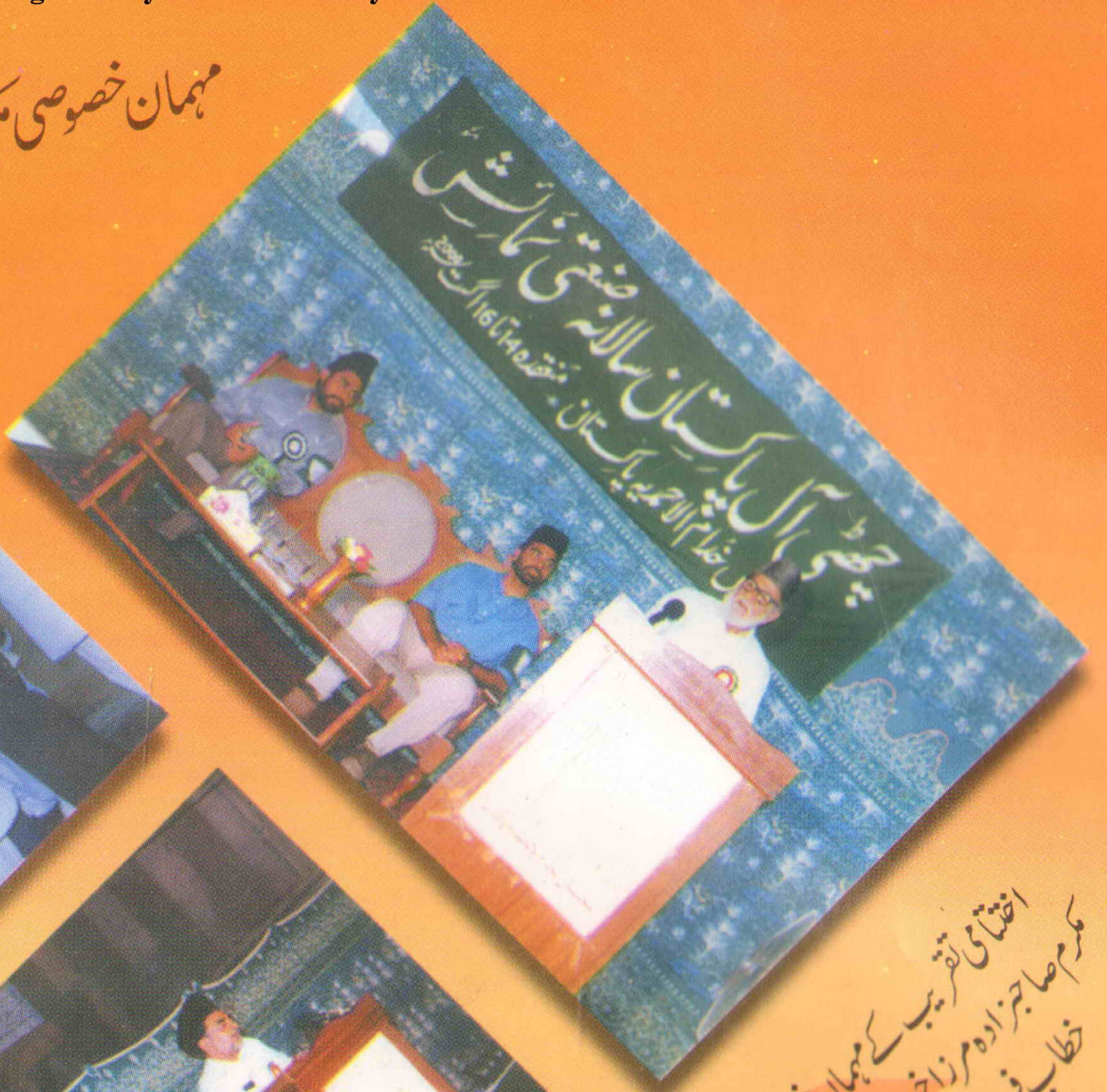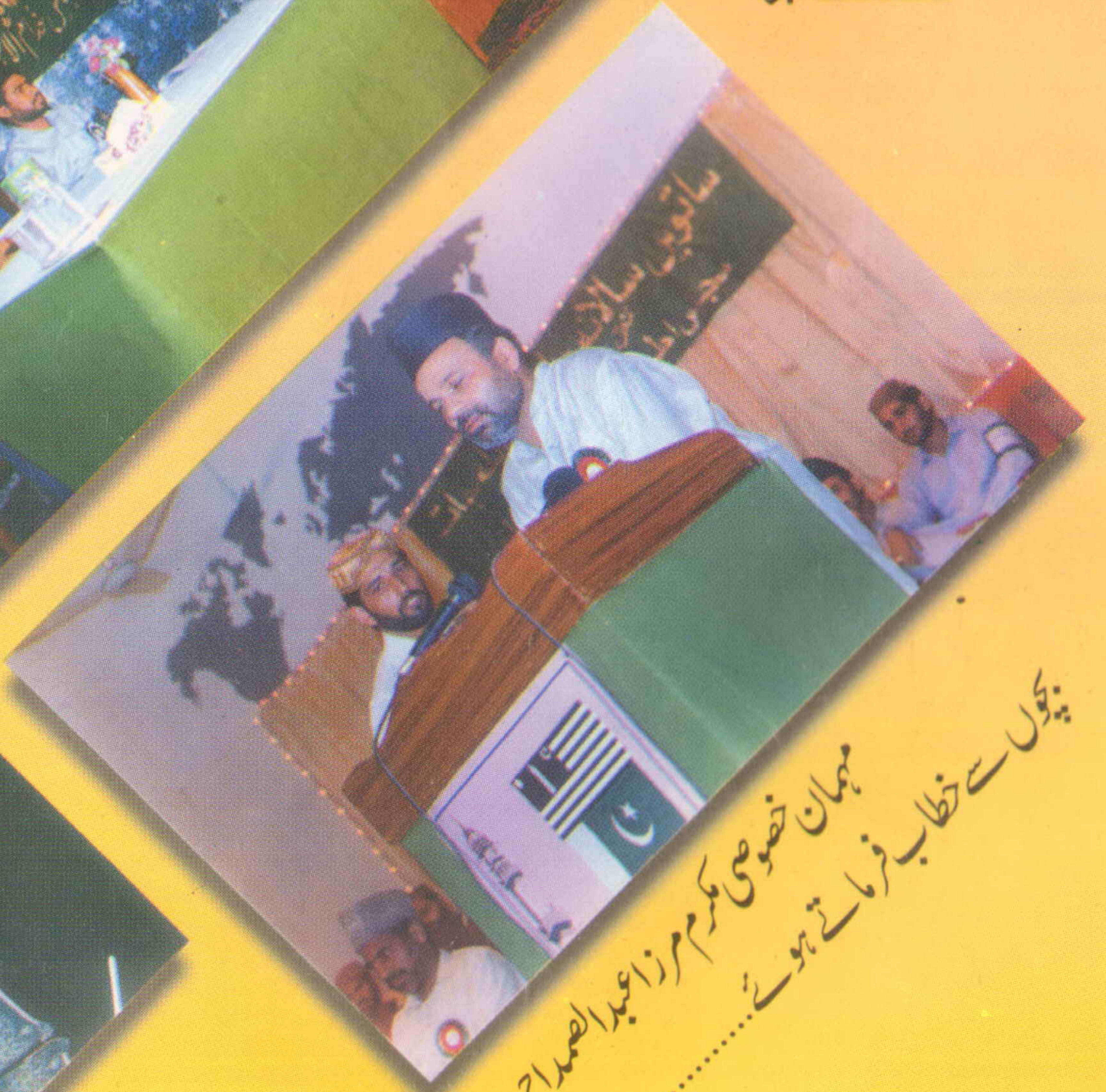
پروگرام کے مطابق ناظم صاحب اعلیٰ اور قائمقام صدر مجلس نے تمام ناظمین کے انتظامات کا جائزہ لیا اور جہاں پر کوئی کمی دیکھی تو اسے فوری دور کرنے کے لئے کہا۔

افتتاحی تقریب

چھٹی سالانہ آل پاکستان صنعتی نمائش کی افتتاحی تقریب 14 اگست 2000ء کو صبح آٹھ بجے ایوان محمود ہال کے غربی سرسبز لان میں منعقد ہوئی۔ اس تقریب کے مہمانان خصوصی محترم مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب تھے۔ آپ کو لمبا عرصہ بیرون ممالک میں بطور مربی سلسلہ کے خدمت کی توفیق ملی۔ آپ عربی زبان کے ماہر ہیں۔ جامعہ احمدیہ میں بطور استاذ بھی خدمات بجالا چکے ہیں۔ تلاوت، عہد اور نظم کے بعد مکرم ناظم صاحب اعلیٰ نے رپورٹ پیش کی۔ جس میں نمائش کے پس منظر اور انتظامات کے بارے میں بتایا گیا۔ مکرم ناظم صاحب اعلیٰ نے مہمان شرکاء کو خوش آمدید کہا اور مہمان خصوصی کا تعارف کروایا۔ اس کے بعد مہمان خصوصی محترم فضل الٰہی بشیر صاحب نے اپنے افتتاحی خطاب میں مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی مساعی کو سراہا اور شعبہ صنعت وتجارت کے حوالے سے آپ نے خدام کو نصیحت فرمائی کہ:۔

''حضرت مصلح موعود کی زریں ہدایات کے نتیجہ میں ہر احمدی کو ہنر آنا چاہئے۔ ایسا ہنر جس سے انسانیت کا فائدہ ہو''

آخر پر آپ نے نمائش کی کامیابی کے لئے دعا کروائی یوں نمائش کا باقاعدہ افتتاح دعا سے ہوا۔ دعا کے بعد مہمان خصوصی نمائش گاہ کی طرف تشریف لے گئے جو بہت خوبصورتی اور قرینے سے ایوان محمود ہال میں سجائی گئی تھی۔ اور فیتہ کاٹ کر آپ نے نمائش کا رسماً افتتاح فرمایا۔ اور دیگر مہمانان گرامی کے ہمراہ نمائش ملاحظہ کی۔ بعد ازاں جملہ مہمان کی چائے اور لوازمات سے تواضع کی گئی۔ نمائش کے جملہ امور کو بأحسن انجام دینے کے لئے درج ذیل شعبہ جات قائم کئے گئے تھے۔

رجسٹریشن

دفتر رجسٹریشن ایوان محمود میں ہی قائم کیا گیا تھا۔ پاکستان کے دور ونزدیک کے اضلاع سے شرکت کرنے والے خدام سے رجسٹریشن فارم پُر کروا کے ٹکٹ رجسٹریشن جاری کیا گیا۔ یہ نمائش ضلعی بنیادوں پر منعقد کی گئی۔ نمائش میں 35 اضلاع کے 159 خدام نے شرکت کی اور کل ایک ہزار سے زائد اشیاء نمائش میں رکھی گئیں۔ جبکہ گزشتہ سال 31 اضلاع کے 139 خدام نے 850 اشیاء نمائش میں رکھیں۔

رہائش وتربیت

تمام بیرونی خدام کے لئے رہائش کا انتظام ایوان محمود میں ہی کیا گیا۔ دوران نمائش باقاعدہ نماز باجماعت کا انتظام کیا گیا۔ نماز فجر کے بعد درس بھی ہوتا رہا۔

نمائش گاہ

ایوان محمود کے وسیع ہال کو نمائش گاہ بنایا گیا تھا۔ جشن آزادی پاکستان کی مناسبت سے رنگ لائٹس کے اندر

ایک بہت بڑا اور خوبصورت پاکستانی پرچم لگایا گیا تھا۔ خوبصورت سجائے گئے میزوں پر اشیاء نفاست کے ساتھ شعبہ جات بنا کر رکھی گئی تھیں۔ ان اشیاء میں ہینڈی کرافٹس، ماڈلز، تصاویر، کیلی گرافی، پینسل سکیچز، پینٹنگز، الیکٹرانکس اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگی کے لئے اہم معلومات پر مبنی کمپیوٹر پروگرامنگ وغیرہ شامل تھیں۔ ربوہ کے ایک خادم عبدالرحمٰن نے تخیل پیش کرتے ہوئے ایک ٹرین تیار کی جو ربوہ سے قادیان لے جاتی تھی۔ یہ ٹرین سب سے زیادہ پسند کی گئی خصوصاً بچوں نے اس میں گہری دلچسپی لی۔

نمائش میں داخلہ کے لئے ٹکٹ رکھا گیا تھا۔ اندازاً آٹھ سے دس ہزار افراد نے یہ نمائش دیکھی۔ خواتین کے لئے الگ وقت مقرر تھے۔ مہمانوں کے تاثرات اور تبصرہ کے لئے ایک Visitor's Book بھی رکھی گئی تھی۔

طعام

مہمان شرکاء کے لئے کھانے کا بھی انتظام احاطہ ایوان محمود کے غربی لان میں کیا گیا تھا۔

مہمان نوازی

تمام شرکاء اور خدام کی حسب ضرورت چائے اور مشروبات سے تواضع کی جاتی رہی جس کا انتظام سرائے خدمت گیسٹ ہاؤس میں تھا۔

سٹال

تفریح کے اہم حصہ ریفریشمنٹ کے لئے سٹال سے عمدہ اور مزید ار اشیاء خوردونوش ارزاں نرخوں میں دستیاب تھیں۔ جن میں کباب آلو اور قیمے والے نان، کولڈ ڈرنکس، پکوڑے وغیرہ شامل تھے۔ شائقین اور ناظرین خصوصاً خواتین اور بچے بھرپور لطف اندوز ہوئے۔

روشنی

رہائش گاہوں، نمائش گاہ و طعام گاہ اور ایوان محمود کے ماحول میں روشنی کے لئے مناسب انتظام تھا برقی رو میں تعطل کی صورت میں مستعد کارکن جنریٹر چلانے کے لئے مقرر تھے۔

آب رسانی وصفائی

احاطہ ایوان محمود کی صفائی اور ٹھنڈے پانی کی فراہمی کو ممکن بنایا گیا تھا۔

نظم وضبط

13 تا 17 اگست ایوان محمود کے گیٹ پر چوکس خدام کے ذریعہ گیٹ پر حفاظت کی ذمہ داری کو احسن طریق سے انجام دینے کے لئے ڈیوٹی کا انتظام کیا گیا تھا۔

سمعی وبصری

نظارت اشاعت کے تعاون سے شعبہ ہذا نے افتتاحی اور اختتامی تقریب سمیت اہم مواقع کی ویڈیو ریکارڈنگ کی۔ اس یادگار نمائش کی کوریج کے لئے تصاویر بھی بنائی گئیں۔ شائقین میں سے بعض کے انٹرویو بھی کئے گئے۔

شرکاء کے اعزاز میں عشائیہ

مورخہ 16 اگست کو اختتامی تقریب کے بعد شرکاء اور مہمانوں کے اعزاز میں عشائیہ دیا گیا۔ جس میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب قائم مقام امیر مقامی' بزرگانِ سلسلہ محترم صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اور مرکزی عاملہ خدام واطفال کے ممبران اور دیگر مدعوئین نے شرکت کی۔

اختتامی تقریب

چھٹی آل پاکستان سالانہ صنعتی نمائش کی اختتامی تقریب مورخہ 16 اگست 2000ء کو رات 7:30 بجے ایوان محمود کے غربی لان میں منعقد کی گئی اس تقریب میں معززین کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی اور اعزاز پانے والے خدام کی حوصلہ افزائی کا موجب بنے۔ تقریب کے مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر امور خارجہ تھے۔ آپ حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کے بیٹے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔ کاروائی کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ عہد اور نظم کے بعد محترم ناظم صاحب اعلیٰ نے چھٹی صنعتی نمائش کی رپورٹ پیش کی۔ بعد ازاں محترم مہمان خصوصی نے اعزاز پانے والوں میں انعامات تقسیم فرمائے۔ انعامات میں نقد انعامات' شیلڈز' کتب اور اسناد امتیازی دی گئیں آپ نے اپنے خطاب میں جملہ نمائش کو سراہتے ہوئے کمپیوٹر پروگرامنگ کی تعریف کی اور دلچسپ پروگرام بنانے والوں کو مہارت کی داد دی۔ نیز آپ نے خدام کے ہاتھ سے کام کرنے کے جذبہ کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ آپ نے توجہ دلائی کہ الیکٹرونکس اور دستکاری کی اشیاء میں کچھ کمی نظر آئی ہے۔ خطاب کے بعد محترم مہمان خصوصی نے دعا کروائی اور یوں اس شاندار تقریب کا اختتام ہوا۔

بعض مہمانانِ گرامی کے تاثرات

ا۔ مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب قائمقام ناظر اعلیٰ وناظر امور خارجہ:۔

''خاکسار نے آج نمائش دیکھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلیقے سے سجائی گئی ہے۔ سب سے زیادہ خوشی اس بات سے ہوئی کہ ربوہ کے اطفال اس میں بھرپور دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور امید ہے کہ یہ نمائش دیکھنے سے ان اطفال میں بھی صنعت کی طرف رجحان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نیک نتائج برآمد فرمائے۔ اور آئندہ مجلس خدام الاحمدیہ کو اس سے بھی بہتر نمائشیں منعقد کروانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۲۔ مکرم مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب مہمان خصوصی افتتاحی تقریب:۔

''الحمدللہ خاکسار نے ساری نمائش دیکھی ہے۔ نوجوانوں نے بہت محنت اور ہنر مندی سے کام کیا ہے۔ اور ہر چہرہ مسکراہٹ اور عزم سے چمک رہا تھا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ترقی پر ترقی عطا فرمائے۔ آمین

۳۔ مکرم راجہ نصیر احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ:۔

''ماشاء اللہ بہت اچھی نمائش ہے اہرام مصر کا ماڈل اگر کمرشل سطح پر بنایا جائے تو بہت مفید ہو''۔

۴۔ مکرم عبدالسمیع خان صاحب مدیر روزنامہ الفضل ربوہ:۔

''الحمد للہ گزشتہ سالوں کے معیار کو برقرار رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے''۔

چند اہم امور

۱۔اس دفعہ گزشتہ سال کی نسبت 4 اضلاع زائد شامل ہوئے۔

۲۔بعض اضلاع مثلاً۔مظفر گڑھ'ٹوبہ ٹیک سنگھ وغیرہ چھ سالوں میں پہلی مرتبہ شامل ہوئے۔

۳۔ایک اسیر راہ مولا خادم محمد فاروق صاحب نے جیل سے ایک خوبصورت سندھی ٹوپی بنا کر نمائش کے لئے بھجوائی۔

اعزاز پانے والے خدام

مندرجہ ذیل خدام نے مختلف شعبہ جات میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ بغرض ریکارڈ ودعا ان کے نام پیش ہیں۔

شعبہ الیکٹرونکس

اول عبدالرحمان ربوہ (ٹرین)

دوم سردار محمد محمود کراچی (ونڈمل)

سوم عمران شاہد لاہور (کرینیں)

حوصلہ افزائی منصور احمد گورایہ لاہور

ساجد محمود سرگودھا

شعبہ دستکاری

اول صدیق احمد ملتان (پلاسٹر آف پیرس کی اشیاء)

دوم عمیر احمد لاہور (ووڈ ورک)

سوم طارق یوسف ربوہ (پلاسٹر آف پیرس کی اشیاء)

حوصلہ افزائی محمد فاروق (اسیر راہ مولیٰ) میرپور خاص

عبدالباسط ربوہ

شعبہ کمپیوٹر

اول محمود قریشی کراچی (روبوٹ)

دوم ضیاء الدین ارقم کراچی (انٹرنیٹ لڈو گیم)

سوم مظفر احمد لاہور (پراپرٹی ڈیٹا بیس)

حوصلہ افزائی حافظ راشد جاوید' ملک عثمان احمد ربوہ

(کمپیوٹر سیکھنے کے لئے ایک اردو پروگرام)

شعبہ ماڈلز

اول عمران شاہد لاہور (موٹر سائیکل)

دوم محمد نسیم کراچی (اسلامی سینٹر)

سوم عمران قمر شیخوپورہ (گھر)

حوصلہ افزائی سیف الملوک کراچی

شعبہ پینٹنگز وخطاطی

اول سید عبدالسلام رضوان ربوہ (پینٹنگز)

دوم رانا طیب احمد جھنگ (خطاطی)

سوم زاہد محمود قریشی لاہور

حوصلہ افزائی	فراز احمد	بہاولپور
	ذیشان احمد	فیصل آباد

شعبہ فوٹو گرافی

اول	شیراز ہارون	کراچی (مگرمچھ)
دوم	آفتاب ثاقب اسد	میرپور AK (فقیر بابا)
سوم	ضیاء الدین ارقم	کراچی (ایک بچی)
حوصلہ افزائی	عتیق احمد سواتی	راولپنڈی

شعبہ متفرق

اول	سید نادر سیدین	ربوہ (ٹکٹیں، سکے، کارڈز وغیرہ)
دوم	بابر شبیر	ربوہ (پہلی صدی تا ابد کیلنڈر)
سوم	فضل اللہ خان تیمور	چکوال (ٹکٹیں)
حوصلہ افزائی	نصیر احمد	جھنگ
	مظفر احمد	جھنگ

خصوصی انعامات

۱۔	محمد یوسف بھٹی	ربوہ
۲۔	سہیل احمد قریشی	سیالکوٹ
۳۔	کامران شہزاد	حافظ آباد
۴۔	مبارک احمد	جہلم
۵۔	ماجد ندیم	لودھراں
۶۔	محمد اکرم	اٹک
۷۔	ندیم احمد	سانگھڑ
۸۔	فرید احمد	مظفرگڑھ
۹۔	محمد اشرف	ٹوبہ ٹیک سنگھ

☆ جملہ 7 شعبوں میں زیادہ اور معیاری اشیاء لانے پر خصوصی انعام ضلع کراچی نے حاصل کیا۔

عنوان مقابلہ مضمون نویسی

۲۰۰۰ء-۲۰۰۱ء

عنوان مقالہ: ''شہزادہ عبداللطیف صاحب شہید''

آخری تاریخ: ۳۱ اگست ۲۰۰۱ء

سہ ماہی اوّل: ''خطبہ الہامیہ کا عظیم نشان''

آخری تاریخ ۱۵ جنوری ۲۰۰۱ء

سہ ماہی دوم: ''مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی اہمیت''

آخری تاریخ ۱۵ اپریل ۲۰۰۱ء

سہ ماہی سوم: ''جماعت احمدیہ۔ نشریات کی دنیا میں فونوگراف سے ایم۔ ٹی۔ اے''

آخری تاریخ: ۱۵ جولائی ۲۰۰۱ء

سہ ماہی چہارم: ''پہلے احمدی شہید حضرت مولوی عبدالرحمان صاحب آف کابل''

آخری تاریخ: ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء

☆☆☆

نتائج مقابلہ بین المجالس واضلاع وعلاقہ

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان سال ۷۹۔۱۳۷۸ہش ۲۰۰۰۔۱۹۹۹ء

مقابلہ بین المجالس

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ مقابلہ خلافت جوبلی علم انعامی بین المجالس خدام الاحمدیہ پاکستان سال ۷۹۔۱۳۷۸ہش ۲۰۰۰۔۱۹۹۹ء میں حسن کارکردگی کے لحاظ سے۔

اول:۔ نارتھ کراچی
دوم:۔ ڈرگ کالونی
سوم:۔ فیصل ٹاؤن لاہور
چہارم:۔ مقامی ربوہ
پنجم:۔ راج گڑھ لاہور
ششم:۔ النور کراچی
ہفتم:۔ لطیف آباد حیدر آباد
نہم:۔ عزیز آباد کراچی
دہم:۔ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

اللہ تعالیٰ یہ اعزاز مجالس کے لئے مبارک فرمائے۔

مقابلہ بین العلاقہ

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ مقابلہ بین العلاقہ خدام الاحمدیہ پاکستان سال ۷۹۔۱۳۷۸ہش ۲۰۰۰۔۱۹۹۹ء میں حسن کارکردگی کے لحاظ سے۔

اول:۔ حیدر آباد
دوم:۔ لاہور
سوم:۔ سرگودھا
چہارم:۔ گوجرانوالہ
پنجم:۔ فیصل آباد
ششم:۔ راولپنڈی
ہفتم:۔ بلوچستان
ہشتم:۔ بہاولپور
نہم:۔ سانگھڑ

اللہ تعالیٰ یہ اعزاز علاقوں کے لئے مبارک فرمائے

مقابلہ بین الاضلاع

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ مقابلہ بین الاضلاع خدام الاحمدیہ پاکستان سال ۷۹۔۱۳۷۸ہش ۲۰۰۰۔۱۹۹۹ء میں حسن کارکردگی کے لحاظ سے۔

اول:۔ لاہور
دوم:۔ حیدر آباد
سوم:۔ کراچی
چہارم:۔ عمرکوٹ
پنجم:۔ منڈی بہاؤالدین
ششم:۔ سانگھڑ
ہفتم:۔ میر پور آزاد کشمیر
ہشتم:۔ بھکر
نہم:۔ چکوال
دہم:۔ ڈیرہ غازی خان

اللہ تعالیٰ یہ اعزاز اضلاع کے لئے مبارک فرمائے

❀❀❀

(سلیم الدین۔ معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

سال ۲۰۰۰ء

اھم جماعتی واقعات

(مرتبہ: مکرم ساجد محمود بٹر صاحب)

جنوری ۲۰۰۰ء

۹ جنوری: مورخہ ۹ جنوری ۲۰۰۰ء کو (احمدیہ بیت اللہ) حمد وٹلش (Wittlich) ریجن کا خدا تعالیٰ کے فضل سے شاندار افتتاح ہوا۔ یہ ان ۱۰۰ بیوت میں سے ایک ہے جس کی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹۸۹ء میں جماعت احمدیہ جرمنی کو تحریک فرمائی تھی۔

۱۲ جنوری: ۱۲ جنوری ۲۰۰۰ء کو مکرمہ صاحبزادی (امۃ الاعلیٰ مبارکہ صاحبہ بنت محترم صاحبزادہ عمر احمد صاحب کی تقریب رخصتانہ ہمراہ مکرم محی الدین جواد احمد بن کرنل ڈاکٹر محمد نیر احمد صاحب ملتان سے ایوان محمود ربوہ میں انجام پائی۔ دلہن صاحبزادی امۃ الاعلیٰ صاحبہ حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ابن حضرت مصلح موعود اور محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی پوتی ہے۔

۱۴ جنوری: جماعت احمدیہ گھانا کا ۷۱واں جلسہ سالانہ مورخہ ۱۴، ۱۵ جنوری ۲۰۰۰ بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار منعقد ہوا۔

۱۸ جنوری: ۱۸ جنوری ۲۰۰۰ء کو ملکی و بین الاقوامی مشہور و معروف سرجن آرتھوپیڈک سرجن، مخلص خادم سلسلہ محترم ڈاکٹر شمس الحق طیب صاحب راہ مولیٰ میں قربان ہوئے۔ آپ مکرم ڈاکٹر فضل الحق صاحب سابق صدر جماعت احمدیہ لالیاں کے صاحبزادے تھے۔

۲۱ جنوری: محترمہ طیبہ صدیقہ صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب بیگم محترم نواب مسعود احمد خاں صاحب مرحوم بعمر ۸۷ سال اسلام آباد میں انتقال فرما گئیں۔

۲۸ جنوری: ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۲۰۰۰ کو مجلس خدام الاحمدیہ بلجیئم کی آٹھویں سالانہ تعلیمی و تربیتی کلاس کا انعقاد ہوا۔

۳۰ جنوری: رات کو رفقاء حضرت مسیح موعودؑ میں سے آخری رفیق خاتون محترمہ رسول بی بی صاحبہ بعمر ۱۰۱ سال لاہور میں انتقال فرما گئیں۔

فروری ۲۰۰۰ء

۴ فروری: مجلس خدام الاحمدیہ گیمبیا کا ۱۶واں سالانہ اجتماع ۴ تا ۶ فروری ۲۰۰۰ء کو منعقد ہوا۔

۶ فروری: ۶ تا ۹ فروری ۲۰۰۰ء کو ربوہ میں علمی و ورزشی ریلی مجلس نابینا کا انعقاد ہوا۔

۸ فروری: حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۸ فروری ۲۰۰۰ء بروز منگل

دوسری نماز ہائے جنازہ کے ساتھ مکرم مبارک احمد خالد صاحب مینیجر و پبلشر رسالہ خالد و تشحیذ الاذہان ربوہ کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔

۱۸فروری:۔ ۱۸ تا ۲۰ فروری ۲۰۰۰ء کو مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی دسویں سالانہ سپورٹس ربوہ میں منعقد ہوئیں۔

۲۵فروری: ۲۵ تا ۲۷ فروری ۲۰۰۰ء کو دوسرا آل پاکستان بیڈمنٹن ٹورنامنٹ برائے انصار اللہ زیر اہتمام مجلس انصار اللہ پاکستان ایوانِ محمود ربوہ میں منعقد ہوا۔

۲۹فروری: مکرم ڈاکٹر حمید احمد خاں صاحب آف ہارٹلے پول نے بعمر ۵۴ سال وفات پائی۔ آپ حضرت سیدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے بڑے بھائی تھے۔

مارچ ۲۰۰۰ء

۴ مارچ: ۴ اور ۵ کی درمیانی شب حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق حضرت ملک محمد سلیم صاحب بعمر ۱۰۱ سال ربوہ میں انتقال فرما گئے۔ آپ مکرم جمیل الرحمان صاحب رفیق نائب پرنسپل جامعہ احمدیہ کے والد ماجد تھے۔

۲۴ مارچ: ۲۴ تا ۲۶ مارچ ۲۰۰۰ء کو جماعت احمدیہ پاکستان کی ۸۱ویں مجلس شوریٰ ایوانِ محمود ربوہ میں منعقد ہوئی۔

اپریل ۲۰۰۰ء

۲ اپریل: ایوان محمود ربوہ میں مورخہ ۲ سے ۵ اپریل ۲۰۰۰ء ڈویژنل بیڈمنٹن ٹورنامنٹ کا انعقاد ہوا۔

۷ اپریل: مورخہ ۷، ۸ اور ۹ اپریل ۲۰۰۰ء کو جماعت احمدیہ گنی

رشید قیصرانی

میرے لئے تو حرفِ دعا ہوگیا وہ شخص
سارے دُکھوں کی جیسے دوا ہوگیا وہ شخص

میں آسماں پہ تھا تو زمیں کی کشش تھا وہ
اُترا زمین پر تو ہوا ہوگیا وہ شخص

سب اشک پی گیا مرے اندر کا آدمی
میں خشک ہوگیا ہوں، ہرا ہوگیا وہ شخص

سوچوں بھی اب اسے تو تخیل کے پر جلیں
مجھ سے جدا ہوا گو خدا ہوگیا وہ شخص

پھرتا ہے لے کے آنکھ کا کشکول دربدر
دل کا بھرم لٹا تو گراں ہوگیا وہ شخص

سمجھی وہ بات بھی جو مری سوچ میں نہ تھی
میرا شناسا مجھ سے سوا ہوگیا وہ شخص

یوں بھی نہیں کہ پاس ہے میرے وہ ہم نفس
یہ بھی غلط کہ مجھ سے جدا ہوگیا وہ شخص

بساؤ۔ کے دوسرے جلسہ سالانہ کا انعقاد فریم (Farim) شہر میں منعقد ہوا۔

۱۵ اپریل: محترم مولانا عبدالرحیم صاحب نو احمدی (فاضل دیوبند) کو لدھیانہ (بھارت) کے مخالفین نے شہید کر دیا۔

۱۵ اپریل: مجلس نابینا ربوہ کے زیراہتمام ممبران مجلس کی سالانہ تعلیمی و تربیتی کلاس ۱۵ اپریل تا ۲۰ اپریل ۲۰۰۰ء بلائنڈ سیکشن خلاف لائبریری میں منعقد ہوئی۔

۲۱ اپریل: جماعت احمدیہ ہالینڈ کا ۲۱ جلسہ سالانہ مورخہ ۲۱، ۲۲ اور ۲۳ اپریل ۲۰۰۰ء بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار نن سپیٹ میں منعقد ہوا۔ اس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی شرکت فرمائی۔

۲۱ اپریل: جماعت احمدیہ کینیا کا ۲۳واں جلسہ سالانہ ۲۱، ۲۲ اور ۲۳ اپریل ۲۰۰۰ء کو نیشنل ہیڈ کوارٹر نیروبی میں منعقد کیا گیا۔

۲۴ اپریل: ۲۴ اپریل ۲۰۰۰ء کو مکرم نثار احمد خاں صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ ملتان میں وفات پا گئے۔

۲۸ اپریل: محترم سید ظہور احمد شاہ صاحب سابق معاون ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ ابن محترم سید اقبال حسین شاہ صاحب بعمر ۸۱ برس وفات پا گئے۔

مئی ۲۰۰۰ء

یکم مئی: یکم سے ۱۵ مئی ۲۰۰۰ء کو مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیراہتمام ۴۴ویں سالانہ تربیتی کلاس منعقد ہوئی۔

۵ مئی: مجلس اطفال الاحمدیہ جرمنی کی پہلی سپورٹس ریلی ۵، ۶، ۷ مئی ۲۰۰۰ء کو ناصر باغ میں منعقد ہوئی۔

۱۰ مئی: محترم مولانا محمد دین صاحب مربی سلسلہ وفات پا گئے۔

۱۰ مئی: مکرم و محترم عبدالحکیم اکمل صاحب سابق مربی سلسلہ ہالینڈ بعمر ۶۹ سال وفات پا گئے۔

۲۰ مئی: ۲۰ اور ۲۱ مئی ۲۰۰۰ء کو مجلس انصار اللہ جرمنی کا بیسواں سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔

۲۲ مئی: محترم خواجہ سرفراز احمد صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (آف پاکستان) وفات پا گئے۔ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے آپ کی وفات پر فرمایا:

> ''خواجہ سرفراز احمد صاحب جماعت کے عظیم سپوت تھے، جن کی خدمات آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں''۔

۲۶ مئی: ۲۵ مئی تا ۲۸ مئی ۲۰۰۰ء کو بیت الرشید ہمبرگ میں جماعت احمدیہ جرمنی کی ۱۹ویں سالانہ مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔

۲۶ مئی: مجلس خدام الاحمدیہ فرانس کا تیرھواں سالانہ اجتماع مورخہ ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ مئی بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار بمقام مشن ہاؤس سینٹ پری (Saint Prix) منعقد ہوا۔

۲۸ مئی: محترم شیخ ناصر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ سوئٹزرلینڈ بعمر ۸۱ سال انتقال فرما گئے۔

جون ۲۰۰۰ء

۲ جون: ۲، ۳ اور ۴ جون ۲۰۰۰ء کو جماعت احمدیہ کا اٹھواں سہ روزہ جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔

۲ جون: مورخہ ۲'۳ جون ۲۰۰۰ء بروز ہفتہ' اتوار جماعت احمدیہ برطانیہ کی اکیسویں مجلس شوریٰ بیت الفتوح مورڈن میں منعقد ہوئی۔

۵ جون: حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت (Wittlich) (جرمنی) میں گئے جہاں جماعت نے بیت الحمد Wittlich تعمیر کی تھی۔

۸ جون: بلوچستان میں خشک سالی کے شکار متاثرین کے لئے ۵۰ ہزار کلو سے زائد وزن کا آٹا چینی گھی اور چاول بھجوایا گیا۔ ۲۰ ہزار کی ادویات دیں۔ ربوہ اور کراچی سے ڈاکٹر صاحبان اور ہومیو پیتھ نے طبی امداد فراہم کی۔ یہ سلسلہ ۸ جون ۲۰۰۰ سے جاری ہوا۔

۱۶ جون: لجنہ اماء اللہ جرمنی کا چوبیسواں نیشنل اجتماع ۱۶'۱۷ اور ۱۸ جون ۲۰۰۰ء کو ہائیڈل برگ Heidelberg کے قریب ایپل ہائیم Eppelheim میں منعقد ہوا۔

۱۷ جون: ۱۷ اور ۱۸ جون ۲۰۰۰ء بروز ہفتہ' اتوار جماعت احمدیہ سری لنکا کی سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی۔

۱۷ جون: حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے مرزا عبدالکریم احمد ابن مکرم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب ابن حضرت مصلح موعود کا نکاح عزیزہ صدف شکور صاحبہ بنت مکرم عبدالشکور بھٹی سے پڑھایا۔

۱۷ جون: محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب سابق وکیل الدیوان (داماد حضرت مصلح موعود) ۱۷ جون ۲۰۰۰ء کو انتقال فرما گئے۔ آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔

۲۳ جون: مکرم صوبیدار میجر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ وفات پا گئے۔

۲۴ جون: روزنامہ الفضل کے سابق نائب ایڈیٹر و مینیجر مکرم و محترم رحمت اللہ شاکر صاحب بعمر ۱۰۰ سال وفات پا گئے۔

۲۹ جون: محترم ماسٹر خاں محمد صاحب سابق امیر ضلع ڈیرہ غازی خان نے وفات پائی۔

۳۰ جون: جماعت احمدیہ کینیڈا کا ۲۴واں جلسہ سالانہ ۳۰ جون تا ۲ جولائی بروز جمعہ' ہفتہ اور اتوار منعقد ہوا۔

۱۹ جون تا ۱۱ جولائی: حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹ جون تا ۱۱ جولائی انڈونیشیا کا پہلی مرتبہ دورہ فرمایا۔ احمدیت کی تاریخ میں انڈونیشیا کی سرزمین پر کسی خلیفہ المسیح کا یہ پہلا دورہ ہے۔

۲۸ جولائی: جماعت احمدیہ برطانیہ کا ۳۵ واں جلسہ سالانہ مورخہ ۲۸' ۲۹ اور ۳۰ جولائی بروز جمعہ' ہفتہ اور اتوار کو اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوا۔ اس سال ۴ کروڑ ۱۳ لاکھ ۸ ہزار ۳۷۶ افراد سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

۳۱ جولائی: اسلام آباد (یو۔ کے) میں انٹرنیشنل مجلس شوریٰ کا انعقاد عمل میں آیا۔

اگست ۲۰۰۰ء

۱۱ اگست: جماعت احمدیہ ماریشس کا جلسہ سالانہ مورخہ ۱۱ تا ۱۳ اگست ۲۰۰۰ء بروز جمعہ' ہفتہ اور اتوار بمقام تریفل روز ہل منعقد ہوا۔

۲۵ اگست: جماعت احمدیہ جرمنی کا ۲۵ واں جلسہ سالانہ ۲۵ تا ۲۷ اگست ۲۰۰۰ء بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار منہائیم (Mannheim) کے علاقے میں منعقد ہوا۔ اس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی شرکت فرمائی۔

۲۵ اگست: لجنہ اماء اللہ جرمنی کا ۲۵ واں جلسہ سالانہ ۲۵، ۲۶ اور ۲۷ اگست ۲۰۰۰ء کو جرمنی کے مشہور شہر Mannheim کے قریب واقع مٹی مارکیٹ کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں منعقد ہوا۔

۲۵ اگست: مجلس اطفال الاحمدیہ پاکستان کے ساتویں سالانہ علمی مقابلہ جات ۲۵ تا ۲۷ اگست ۲۰۰۰ء کو منعقد ہوئے۔

ستمبر ۲۰۰۰ء

۲ ستمبر: جماعت احمدیہ برطانیہ کے زیر اہتمام ایک مدرسہ حفظ القرآن کا آغاز ہوا۔

۸ ستمبر: مورخہ ۸ تا ۱۰ ستمبر ۲۰۰۰ء بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔

۹ ستمبر: مولانا شیخ نور احمد صاحب منیر سابق مبلغ بلاد عربیہ ۹ ستمبر کو لاہور میں بعمر ۸۱ سال وفات پا گئے۔ آپ جامعہ احمدیہ میں بھی ایک لمبا عرصہ تدریس کے فرائض بجالاتے رہے۔

۹ ستمبر: ۹ سے ۱۱ ستمبر کو مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے سالانہ علمی مقابلہ جات ربوہ میں منعقد ہوئے۔

۹ ستمبر: ۹ اور ۱۰ ستمبر ۲۰۰۰ء بروز ہفتہ اور اتوار مجلس انصار اللہ بیلجیم کا پانچواں سالانہ اجتماع بیت السلام برسلز میں منعقد ہوا۔

۱۳ ستمبر: مکرم بشیر احمد طاہر صاحب نائب افسر خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ مورخہ ۱۳ ستمبر ۲۰۰۰ء کو بعمر ۶۱ سال انتقال فرما گئے۔

۲۳ ستمبر: مورخہ ۲۳ ستمبر کو جماعت احمدیہ بوسنیا کا دوسرا جلسہ سالانہ Sarajevo کے قریب ایک جگہ Harasnica میں منعقد ہوا۔

۲۴ ستمبر: واقفین نو بلجیم کا پہلا ایک روزہ سالانہ اجتماع بیت السلام برسلز میں منعقد ہوا۔

۲۸ ستمبر: البانیہ میں جماعت احمدیہ کی پہلی بیت الذکر ''بیت الاوّل'' کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

۲۹ ستمبر: مجلس اطفال الاحمدیہ پاکستان کے پانچویں سالانہ ورزشی مقابلہ جات ۲۹، ۳۰ ستمبر اور یکم اکتوبر ۲۰۰۰ء کو منعقد ہوئے۔

اکتوبر ۲۰۰۰ء

۱۵ اکتوبر: احمدیہ ایسوسی ایشن آف کمپیوٹر پروفیشنلز کے زیر اہتمام پہلی IT نمائش اور سافٹ ویئر مقابلہ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو ایوان محمود ربوہ میں منعقد ہوا۔

۳۰ اکتوبر: گھٹیالیاں کی احمدیہ بیت الذکر پر دہشت گردوں کی فائرنگ سے ۵ احباب راہِ خدا میں قربان اور ۶ زخمی ہو گئے۔
شہداء کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

1- مکرم افتخار احمد صاحب ولد محمد صاحب صاحب عمر ۳۵ سال
2- مکرم شہزادا احمد صاحب ولد محمد بشیر صاحب عمر ۱۶ سال
3- مکرم عطاء اللہ صاحب ولد مولا بخش صاحب عمر ۵۰ سال
4- مکرم غلام محمد صاحب ولد علی محمد صاحب عمر ۶۰ سال

5- مکرم عباس صاحب ولد فضل احمد صاحب عمر ۴۵ سال

زخمی ہونے والوں کے نام

1- مکرم ماسٹر محمد اسلم صاحب ولد غلام قادر صاحب عمر ۶۱ سال

2- مکرم ندیم احمد صاحب ولد محمد اسلم صاحب عمر ۲۴ سال

3- مکرم تسلیم احمد صاحب ولد محمد اسلم صاحب عمر ۲۰ سال

4- مکرم شہباز احمد صاحب ولد غلام محمد صاحب عمر ۳۶ سال

5- مکرم محمد بوٹا صاحب ولد محمد یار صاحب عمر ۳۵ سال

6- مکرم نصیر احمد صاحب ولد غلام محمد صاحب عمر ۶۰ سال

نومبر ۲۰۰۰ء

۴نومبر: مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ ۴ اور ۵ نومبر ۲۰۰۰ء کو ربوہ میں منعقد ہوئی۔

۵نومبر: نور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن کا افتتاح ایوان محمود ربوہ میں ہوا۔ اس کا دفتر بلڈ بینک کی نچلی منزل میں قائم کیا گیا ہے۔

۱۰نومبر: تخت ہزارہ میں ۵ احمدی احباب راہِ خدا میں قربان ہوگئے۔ یہ واقعہ تخت ہزارہ ضلع سرگودھا کی احمدی بیت الذکر پر مذہبی جنونیوں کے مشتعل ہجوم کے حملے پر پیش آیا۔

شہداء کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

1- محترم ماسٹر ناصر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ تخت ہزار عمر ۴۸ سال

2- مکرم نذیر احمد صاحب رائے پوری عمر ۶۵ سال

3- مکرم عارف محمود صاحب ولد نذیر احمد عمر ۳۲ سال

4- مکرم مبارک احمد صاحب عمر ۱۵ سال

5- مکرم مدثر احمد صاحب عمر ۱۵ سال

ان کو ۱۱ نومبر ۲۰۰۰ء کو بعد نماز مغرب عام قبرستان (ربوہ) میں سپرد خاک کی گیا۔

☆☆☆

پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان

نہ ایمن کا نہ سینا کا نہ کوہ طور کا رستہ
بہت مشکل سہی میں نے چُنا منصور کا رستہ

اسی رستے سے گذرا تھا کبھی ماہِ جبیں میرا
مری نظروں میں ہے اب تک شعاع نور کا رستہ

کوئی موسیٰ سے پوچھے انتشارِ نور کا عالم
نظر خیرہ ہوئی چمکا تھا کچھ یوں طور کا رستہ

چھٹے گا چھٹتے چھٹتے ہی غم و اندوہ کا بادل
کٹے گا کٹتے کٹتے ہی دل رنجور کا رستہ

سنبھلتے گرتے پڑتے ہم درِ جاناں پہ آپہنچے
بہت نزدیک تھی منزل مگر تھا دور کا رستہ

شعاعِ مہر عالمتاب کا خنجر ہے سینے میں
یونہی کٹتا رہا ہے شب دیجور کا رستہ

☆☆☆

تخت ہزارہ (ضلع سرگودھا) میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے
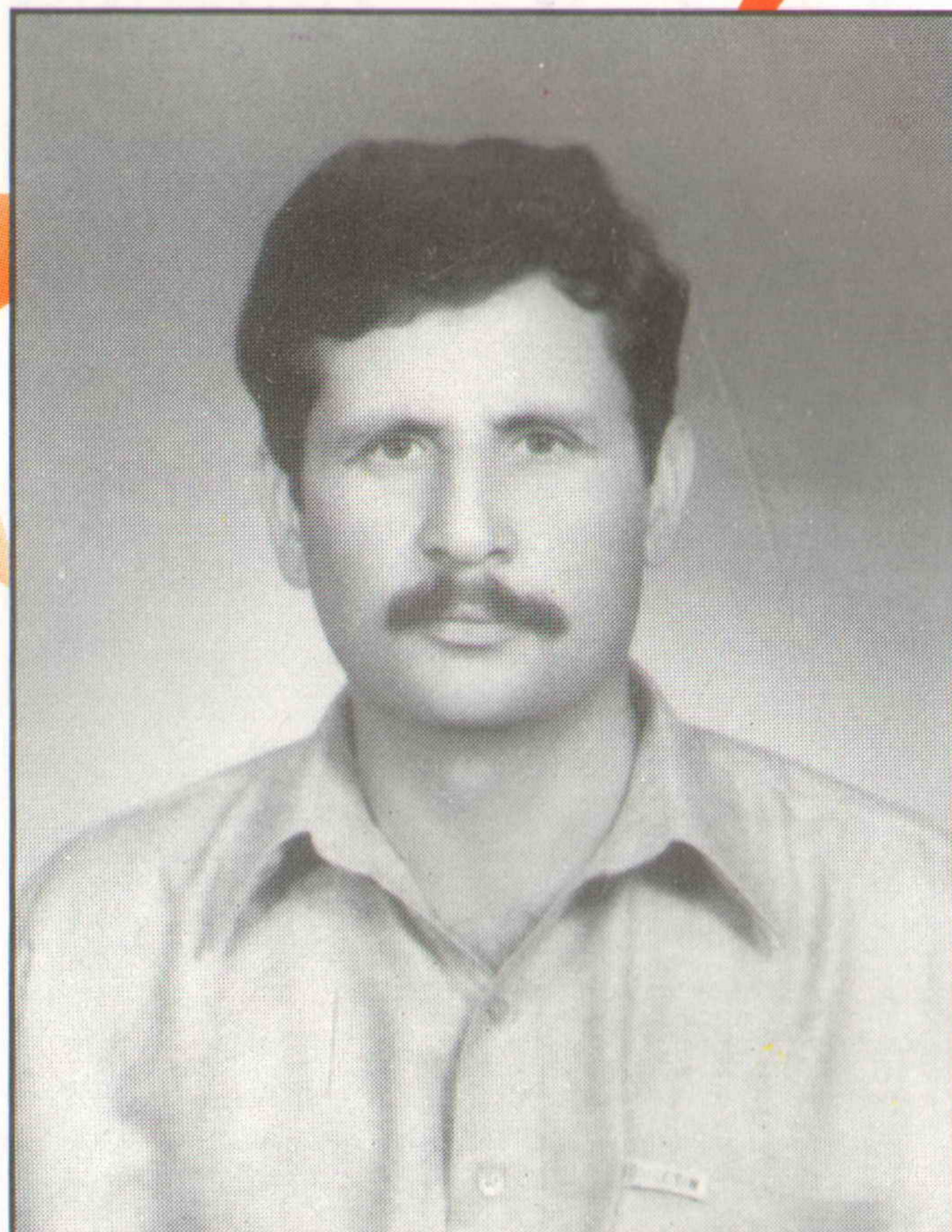
مکرم مدثر احمد صاحب

مکرم ناصر احمد صاحب

مکرم مبارک احمد صاحب

دائیں عارف محمود صاحب بائیں نذیر احمد صاحب (باپ بیٹا)

راہِ مولیٰ میں جو مرتے ہیں وہی جیتے ہیں

گھٹیالیاں (ضلع سیالکوٹ) میں راہ مولیٰ میں جان قربان کرنے والے

چوہدری عطاء اللہ صاحب

چوہدری غلام محمد صاحب

چوہدری عباس علی صاحب

شہزاد احمد صاحب

ان کی تصویر نہیں مل سکی
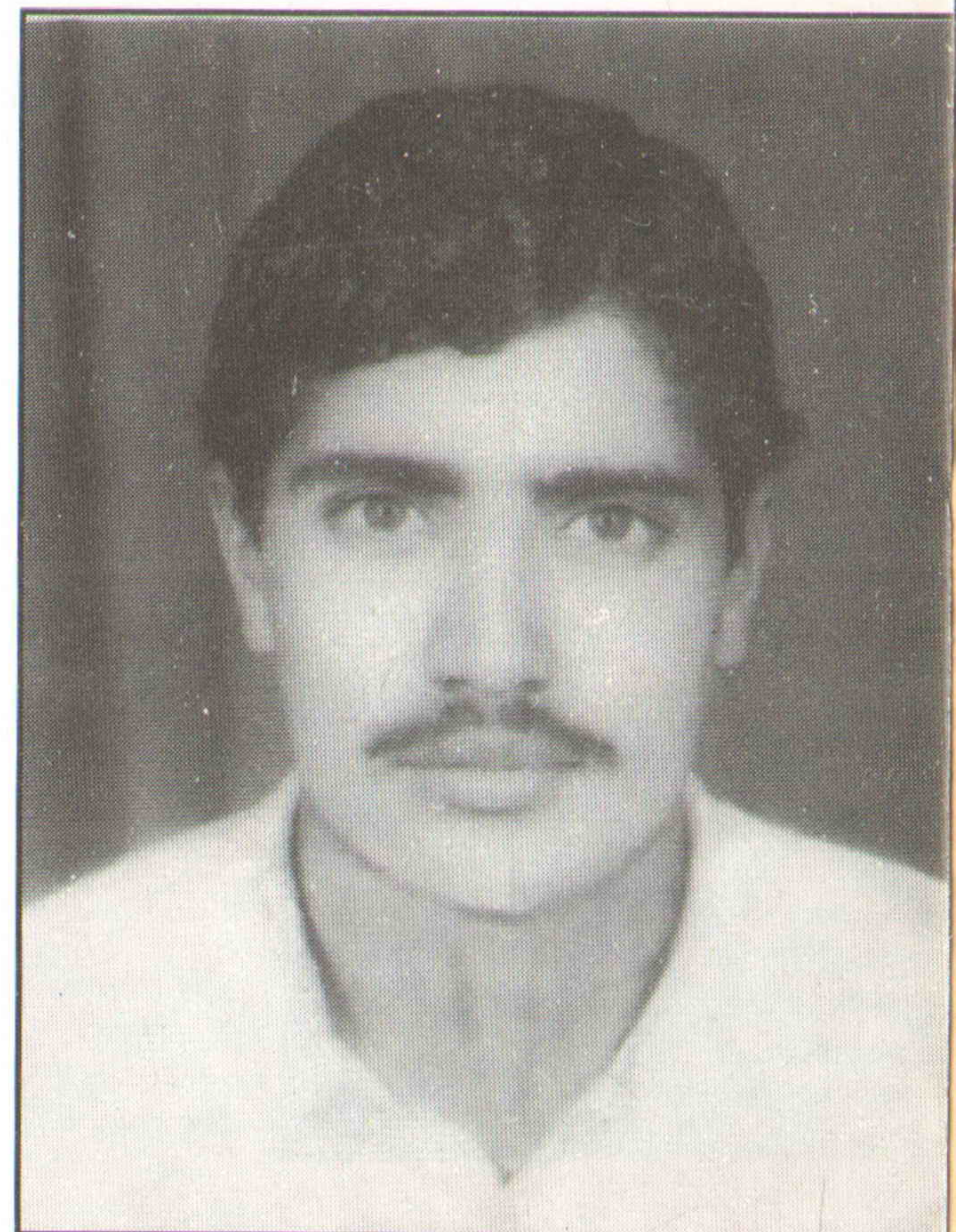
چوہدری افتخار احمد صاحب

عبید اللہ علیم صاحب

غم کا علاج دکھ کا مداوا کرے کوئی
جب خواب ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

سو سلسلے خیال کے سو رنگ خواب کے
کچھ سوچ کر کسی کی تمنا کرے کوئی

بجھتی نہیں ہے پیاس کہ جانے کہاں کی ہے
پیاسی زمیں پہ ابر برسا کرے کوئی

آؤں جو ہوش میں تو مئے بے خودی وہ دے
گرنے لگوں تو مجھ کو سنبھالا کرے کوئی

یارانِ جان و دل کو کوئی جمع پھر کرے
جو بھی ہو جس کا حال سنایا کرے کوئی

جب دل کو اشک و آہ کے ساماں نہ بہم
اس بے کسی میں یاد نہ آیا کرے کوئی

کیا ہیں یہ لوگ اپنے شجر آپ کاٹ کر
دیتے ہیں پھر دہائی کہ سایہ کرے کوئی

اس آدمی کے آپ مسیحانہ ہوں اگر
کس میں ہے دم کہ اب اسے زندہ کرے کوئی

''ہے امن اس مکانِ محبت سرائے میں''
جب چاہے آئے شوق سے آیا کرے کوئی

وہ ہے طلسمِ خوابِ نظارہ کہ ایک بار
دیکھے اسے تو بس اسے دیکھا کرے کوئی

کرکے سپرد اک نگہ ناز کو حیات
دنیا کو دین دین کو دنیا کرے کوئی

چمکیں گے آسمانِ محبت پہ خود علیم
لفظوں کے ٹھیکروں کو ستارہ کرے کوئی

پروین شاکر

بعد مدت اسے دیکھا لوگو
وہ ذرا بھی نہیں بدلا لوگو
خوش نہ تھا مجھ سے بچھڑ کر وہ بھی
اس کے چہرے پہ لکھا تھا لوگو
اس کی آنکھیں بھی کہے دیتی تھیں
رات بھر وہ بھی نہ سویا لوگو
اجنبی بن کے جو گذرا ہے ابھی
تھا کسی وقت میں اپنا لوگو
دوست تو خیر کوئی کس کا ہے
اس نے دشمن بھی نہ سمجھا لوگو
رات وہ درد مرے دل میں اٹھا
صبح تک چین نہ آیا لوگو
پیاس صحراؤں کی پھر تیز ہوئی
ابر پھر ٹوٹ کے برسا لوگو

☆☆☆

اکبرالہ آبادی

(1846-1921)

غمزدہ نہیں ہوتا کہ اشارہ نہیں ہوتا
آنکھ اُن سے جو ملتی ہے تو کیا کیا نہیں ہوتا
جلوہ نہ ہو معنیٰ کا تو صورت کا اثر کیا
بلبل گلِ تصویر کا شیدا نہیں ہوتا
اللہ بچائے مرضِ عشق سے دل کو
سنتے ہیں کہ یہ عارضہ اچھا نہیں ہوتا ہے
تشبیہہ ترے چہرے کو کیا دوں گل تر سے
ہوتا ہے شگفتہ مگر اتنا نہیں ہوتا
میں نزع میں ہوں آئیں تو احسان ہے انکا
لیکن یہ سمجھ لیں کہ تماشا نہیں ہوتا
ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

☆☆☆

۲۰۰۰ء اور کھیلوں کی دنیا

(مکرم عبدالحلیم سحر صاحب)

کھیل انسان کی روحانی اور جسمانی زندگی پر بہت گہرے اثرات چھوڑتے ہیں۔ روح کی آسودگی اور جسم کی مضبوطی اور نشوونما کے لئے کھیل بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم کو حیرت انگیز طور پر ایسا بنایا ہے کہ وہ ہر قسم کے کھیل میں حصہ لے سکتا ہے۔ کھیلنے سے اور ورزش کرنے سے جسم مضبوط اور چست ہوتا ہے اور روح نکھرتی ہے۔

اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں اور ۲۰۰۰ء پر نگاہ ڈالتے ہیں کہ اس سال کے دوران دنیا کے خطہ میں کون کون سے اہم ٹورنامنٹس منعقد ہوئے اور کون سے کھیل نمایاں رہے

اولمپکس ۲۰۰۰ء

۲۰۰۰ء میں کھیلوں میں سب سے نمایاں اور اہم اولمپکس ۲۰۰۰ء تھے جو پورے سال پر حاوی رہے۔ اولمپکس میں دنیا کے ۲۰۰ ممالک کے کھلاڑیوں نے شرکت کی۔ یہ کھیل آسٹریلیا کے شہر سڈنی میں منعقد ہوئے۔ ۲۸ کھیلوں کو اولمپکس میں شامل کیا گیا۔ کل ۳۰۰ ایونٹس منعقد کروانے کے انتظامات تھے ان میں ۱۶۸ مردوں کے اور ۱۲۰ عورتوں کے ایونٹس تھے۔ ان کے علاوہ ۱۲ ایونٹس ایسے تھے جن میں مرد و خواتین نے حصہ لیا۔ سڈنی میں ۱۱۰۰۰ کھلاڑیوں اور آفیشلز کے لئے انتظامات کئے گئے تھے۔ ۱۵۰۰۰ ہزار سے زائد صحافیوں اور الیکٹرونک میڈیا کے افراد کے لئے رہائش اور دوسری ضروریات کے لئے انتظامات تھے۔

اولمپکس کھیلوں کے شائقین کے لئے ۱۴ ٹکٹیں چھاپی گئیں ۶۲ ہزار رضا کار تیار کئے گئے۔ سڈنی شہر کی کل آبادی ۴۰ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ ان کھیلوں کی افتتاحی اور اختتامی تقریب کو سٹیڈیم میں موجود ایک لاکھ اسی ہزار افراد نے دیکھا۔ اولمپکس سٹیڈیم کے تعمیر پر ریکارڈ ۶۹۰ ملین آسٹریلین ڈالرز خرچ ہوئے۔

اولمپک وویلج بنایا گیا جس پر ۵۹۰ ملین آسٹریلین ڈالرز لگایا گیا۔ ان کھیلوں کی آمدنی کا تخمینہ ۶.۵ بلین آسٹریلین ڈالرز لگایا گیا۔ اولمپکس کھیل اب تک ۲۷ مرتبہ ہو چکے ہیں اور یہ ۱۰۴ سال کے دوران میں ہوئے۔

اب ہم ان تاریخی اور صدی کے سب سے بڑے کھیلوں کے دلچسپ ریکارڈز کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ افتتاحی تقریب دنیا بھر کے ساڑھے تین ارب سے زائد افراد نے مواصلاتی رابطہ کے ذریعہ مختلف چینلز پر دیکھا۔

۲۔ کھیلوں کی کوریج کے لئے ۷۰۰ کیمرے استعمال ہوئے۔

۳۔ ۱۵ ہزار صحافیوں نے ان کھیلوں کی کوریج کی۔

۴۔ دنیا کے عظیم باکسر محمد علی کلے نے بھی ان مقابلوں کو دیکھا۔

۵۔ آسٹریلیا کے تیراک نے ۴۰۰ میٹر میں ورلڈ ریکارڈ قائم کیا۔ جس کا وقت ۳.۴۱.۳۳ تھا۔

۶۔ آسٹریلیا کے ویان تھراپ نے تیراکی میں اپنے پہلے اولمپکس میں تین سونے کے اور ایک چاندی کا تمغہ جیتا۔

۷۔ مردوں کے سنگل بیڈمنٹن میں چین نے گولڈ میڈل جیتا۔ چین کے جی کینگ نے فائنل میں انڈونیشیا کے ہنڈروان کو ۱۵۔۴ اور ۱۵۔۳ سے شکست دی۔

۸۔ خواتین کے ٹینس مقابلوں میں امریکہ کی وینس ولنیمر نے گولڈ میڈل جیتا۔ اس سے قبل یہ ومبلڈن اور یو ایس اوپن جیت چکی ہیں۔

۹۔ ویٹ لیفٹنگ میں ایران نے روس کی ۴۴ سالہ برتری ان اولمپکس میں ختم کرادی۔ ایران نے ہیوی ویٹ لفٹنگ میں ۲ گولڈ میڈل حاصل کئے۔ روس صرف ایک میڈل حاصل کرسکا۔ ایران کے حسین رابزادا نے مجموعی طور پر ۴۷۲.۵ کلوگرام کا وزن اٹھا کر نہ صرف گولڈ میڈل حاصل کیا بلکہ دنیا کے مضبوط ترین آدمی کا خطاب بھی حاصل کیا۔

۱۰۔ امریکہ کی اتھلیٹ جونز نے اولمپکس میں ۵ میڈلز جیت کر ای اولمپک میں ۵ میڈل حاصل کرنے والی دنیا کی پہلی خاتون کا اعزاز حاصل کیا اس نے سونے کے تین اور کانسی کے دو ۲ تمغے حاصل کئے۔

۱۱۔ ویمن والی بال میں کیوبا نے گولڈ میڈل حاصل کیا۔ کیوبا نے روس کو دو کے مقابلے میں تین سیٹ سے شکست دی۔

۱۲۔ امریکہ نے مردوں کے باسکٹ بال میں فرانس کو ایک زبردست اور دلچسپ مقابلے کے بعد ۷۵ کے مقابلے میں ۸۵ پوائنٹس سے شکست دے کر گولڈ میڈل حاصل کیا۔

۱۳۔ امریکہ کے معروف اتھلیٹ مائیکل جانسن نے آئندہ اولمپکس میں حصہ نہ لینے کا اعلان کردیا۔ جانسن نے اپنے کیریئر کا اختتام مردوں کی ۴ ضرب ۱۰۰ میٹر دوڑ میں سونے کا تمغہ حاصل کرنے کے بعد کیا۔

۱۴۔ کیمرون نے فٹ بال جیتا۔ فائنل میں کیمرون نے اسپین کو ۳ کے مقابلے میں ۵ گول سے شکست دے کر اولمپکس چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

پاکستان ان اولمپکس میں کوئی بھی میڈل نہ حاصل کرسکا۔ ہاکی میں امید تھی لیکن وہ بھی سیمی فائنل میں کوریا سے ہار گیا۔ پاکستان نے آج تک صرف اولمپکس میں تین سونے کے تمغے حاصل کئے ہیں۔ آئندہ اولمپکس ۲۰۰۴ء میں ایتھنز میں ہوں گے۔

کرکٹ

اب ہم دنیا کے مقبول ترین کھیل کرکٹ کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ کھیل شروع میں ٹیسٹ لیول کے حساب سے کھیلا جاتا رہا۔ جب سے اس میں ون ڈے کرکٹ شامل ہوئی اس کی دلچسپی اور سنسنی خیزی بہت زیادہ ہوگئی ہے۔

۲۰۰۰ء میں ٹیسٹ کرکٹ میں جوسب سے بڑا واقع ہوا ہے وہ آسٹریلیا نے مسلسل ۱۲ ٹیسٹ میچوں میں کامیابی

حاصل کر کے ورلڈ ریکارڈ قائم کیا ہے۔ اس سے قبل یہ ریکارڈ ویسٹ انڈیسز کے پاس تھا اس نے مسلسل ۱۱ ٹیسٹ جیت کر یہ ریکارڈ بنایا تھا۔

ان ریکارڈز کی تفصیل اس طرح ہے۔ آسٹریلیا نے پہلا ٹیسٹ جہاں سے مسلسل فتوحات شروع ہوئیں وہ زمبابوے کے خلاف ۱۴ سے ۱۷ اکتوبر ۹۹ء ہرارے کے مقام پر زمبابوے کے خلاف ۱۰ وکٹوں سے جیتا۔ اور ۱۲ واں ٹیسٹ یکم سے تین دسمبر ۲۰۰۰ء تک کھیلا گیا جس میں آسٹریلیا نے ویسٹ انڈیز کو ایک اننگز اور ۲۷ رنز سے شکست دے کر قائم کیا۔

پاکستان مسلسل کامیابیوں کی فہرست میں کسی جگہ بھی فٹ نہیں ہوتا۔ پاکستان کی طرف ۲۰۰۰ء کا اہم ترین واقع جو کرکٹ کی تاریخ میں رقم کیا گیا وہ پاکستان اور دنیائے کرکٹ کے عظیم فاسٹ بالر وسیم اکرم نے فیصل آباد ٹیسٹ کھل کر ۱۰۰ ٹیسٹ مکمل کئے اور دنیا کے واحد کھلاڑی بنے جنہوں نے ٹیسٹ کرکٹ اور ون ڈے دونوں میں ۸۰۰ وکٹیں حاصل کیں ہیں۔ ٹیسٹ میں...... ۴۰۰ سے زائد وکٹیں ہیں اور ون ڈے میں بھی ۴۰۰ سے زائد ہیں۔

سنگاپور چیلنج کپ کرکٹ ٹورنامنٹ

۲۰۰۰ء میں سہ ملکی سنگا پور کپ کرکٹ ٹورنامنٹ ساؤتھ افریقہ نے جیتا۔ دونوں لیگ میچوں میں پاکستان نے فتح حاصل کی اور فائنل میں پہنچا۔ لیکن جنوبی افریقہ سے ۹۳ رنز سے ہار گیا۔ جنوبی افریقہ نے ۳۵ اوورز میں ۷ وکٹوں کے نقصان پر ۱۹۷ رنز بنائے۔ بارش کی وجہ سے میچ ۳۵ اوورز کا کر دیا گیا تھا (ڈاک ورتھ اینڈ لیوٹس قوانین کے مطابق) پاکستان کو ۱۷ رنز کے اضافے کے ساتھ ۳۵ اوورز میں ۲۱۵ رنز کا ٹارگٹ ملا لیکن پاکستان ٹیم ۲۹ میں اوور میں ۱۲۱ رنز بنا کر آؤٹ ہوگئی۔

۲۰۰۰ء میں کرکٹ کے میدان میں پاکستان اور انگلینڈ کے درمیان ون ڈے اور ٹیسٹ کرکٹ ہوئی۔ یہ نومبر تا دسمبر میں ہوئی۔ ون ڈے سریز پاکستان نے ایک کے مقابلے میں دو سے جیت لی۔ پہلے ایک روزہ میچ میں پاکستان نے ۳۰۴ رنز بنائے لیکن انگلینڈ نے بہترین بیٹنگ کرتے ہوئے ۵ وکٹوں کے نقصان پر پورے کر لئے۔

دوسرے ون ڈے کرکٹ میں انگلینڈ پہلے کھیلتے ہوئے ۲۱۱ رنز بنائے۔ پاکستان نے یہ سکور ۲ وکٹوں کے نقصان پر پورا کر لیا۔

تیسرا ون ڈے بھی پاکستان نے با آسانی جیت لیا۔

پاکستان اور انگلینڈ کے درمیان ٹیسٹ سیریز انگلینڈ نے ۱-۰ سے جیت لی۔ کراچی کے میدان میں پاکستان کا قائم ریکارڈ کبھی نہ ہارنے کا ٹوٹ گیا۔

اُدھر ٹیسٹ کرکٹ میں بھارت نے زمبابوے ۰-۱ سے ہرا دیا۔ پہلا ٹیسٹ بھارت نے چھ وکٹوں سے جیتا۔ جبکہ دوسرا ٹیسٹ ڈرا ہو گیا۔ بھارت کے سچن ٹنڈولکر نے اس سیریز میں رنز کے ڈھیر لگائے یہ کھلاڑی اب ناقابل شکست ریکارڈز

کی طرف گامزن ہے۔ ٹنڈولکر ٹیسٹ کرکٹ میں ۲۴ سنچریاں بنا............ اس طرح انہوں نے آسٹریلیا کے گریگ چیپل کی سنچریوں کا ریکارڈ برابر کردیا ہے۔ اب ان سے آگے بھارت کے سنیل گواسکر (۳۴ سنچریاں) ڈان بریڈ مین (۲۹) ایلن بارڈر (۲۷) اور سر فیلڈ سوبرز (۲۶) سنچریاں بنائے ہیں۔

گرینڈ سلام یو ایس اوپن ٹینس ٹورنامنٹ روس کے مرات سافن اور امریکہ کی وینس ولیمز نے کامیابی حاصل کی۔ ۲۰ سالہ سافن نے گرینڈ سلام ریکارڈ ہولڈز امریکہ کے پیٹ سیمپر اس کے خلاف کامیابی حاصل کی سمپر اس نے جس خوبصورتی سے کھیلتے ہوئے فائنل میں پہنچے اس وقت ماہرین کا خیال تھا کہ سیمپر اس ۱۴ واں گرینڈ سلام ٹائٹل حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔ لیکن سافن نے اپنے جارحانہ کھیل سے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ سافن نے لگاتار تین سیٹ میں ۴۔۶، ۳۔۶ اور ۳۔۶ سے کامیابی حاصل کی۔

خواتین کا ٹائٹل امریکہ کی ۲۰ سالہ وینس ولیمز نے اپنی ہم وطن لنڈ سے ڈیون پورٹ کو ۴۔۶، ۵۔۷ سے ہرا کر جیتا۔ وینس ولیمز لگاتار ۲۶ میچوں میں کامیابی حاصل کرچکی ہے۔ اس نے جولائی ۲۰۰۰ء میں ومبلڈن ٹائٹل بھی جیتا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ۱۹۵۸ء کے......پہلی افریقین امریکن ہے جس نے یہ ٹائٹل جیتا۔

فٹ بال

ادھر فٹ بال میں جاپان نے حریت انگریز طور پر کھیل کر فٹ بال کے ایشین چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ فائنل میں جاپان نے سعودی عرب کو صرف کے مقابلے میں دو گول سے ہرایا۔ بیروت میں ہونے والی ایشین چیمپئن شپ میں جاپانی کھلاڑیوں نے غیر معمولی کھیل پیش کیا۔ اس سے قبل ایشیائی سطح پر مشرقی وسطی کے ممالک فٹ بال میں حکمرانی کرتے رہے ہیں۔

یاد رہے فٹ بال میں اولمپکس ۲۰۰۰ء میں چیمپئن کیمرون بنا۔

سنوکر میں پاکستان کے کھلاڑی سابق عالمی چیمپئن محمد یوسف نے بھارت میں ہونے والا انٹرنیشنل سنوکر ٹورنامنٹ جیتا۔ اس میں کل ۱۷ کھلاڑیوں نے شرکت کی۔

باکسنگ

عالمی ہیوی ویٹ باکسر لینوکس لیوس نے نیوزی لینڈ کے باکسر ڈیوڈ توا کو ہرا کر ڈبلیو جوسی اور آئی بی ایف ہیوی ویٹ ٹائٹلز کا کامیاب دفاع کیا۔ یہ مقابلہ ۱۲ راونڈ تک جاری رہا۔

عظیم باکسر مائیک ٹائسن (عبدالعزیز) نے اینڈریو گلوٹا کو تکنیکی طور پر شکست دے کر عالمی مقابلہ جیت لیا۔ گلوٹا کو زخمی حالت میں ہسپتال میں داخل کرنا پڑا۔

۲۰۰۰ء کے دوران انٹرنیشنل کبڈی ٹورنامنٹ کینیڈا میں ہوا جس میں کینیڈا، پاکستان، بھارت اور امریکہ کی ٹیموں نے شرکت کی۔ پاکستان کینیڈا سے ہار گیا۔

پاکستان کے اعصام الحق اور ان کے ساتھی ڈنمارک کے کرسٹین پلس نے نرائز پراگ انڈور انٹرنیشنل

ٹورنامنٹ جیت لیا۔ انہوں نے فائنل میں سوئزرلینڈ کے ولی لیوکی اور آئیو ویور گر کو ۴-۶، ۴-۶ سے شکست دی۔

کرکٹ

۲۰۰۰ء میں کینیا میں ہونے والی آئی سی سی ناک آؤٹ کرکٹ ٹورنامنٹ نیوزی لینڈ نے جیتا۔ نیوزی لینڈ نے فائنل میں بھارت کو ۴ وکٹوں سے شکست دی۔ بھارت نے پہلے کھیلتے ہوئے ۶ وکٹوں کے نقصان پر ۲۶۴ سکور کیے جو نیوزی لینڈ نے آخری اوور میں چھ کھلاڑیوں کے نقصان پر پورے کر لئے۔ پاکستان نیوزی لینڈ سے سیمی فائنل ہار گیا۔ اس ٹورنامنٹ میں ۸ ٹیموں نے شرکت کی۔

☆☆☆

"منیلا کو غیر ملکی ایک ہی شہر سمجھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا اصل نام میٹرو منیلا ہے۔ دراصل یہ مختلف شہروں کا مجموعہ ہے اس میں چار شہر اور ۱۳ قصبات شامل ہیں اور یہ ۱۹ میونسپل کمیٹیوں پر مشتمل ہے' یہ شہر جو اتنے بہت سے قصبوں اور شہروں کا مجموعہ ہے' ایک خلیج کے کنارے آباد ہے جس کی وجہ سے اس کی دلکشی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ ایک جانب سمندر ہے تو دوسرے کنارے پر پہاڑی سلسلہ شروع ہوتا ہے لیکن یہ تمام شہر اور قصبے اب میٹرو منیلا کے مختلف محلے اور علاقے معلوم ہوتے ہیں اور باہر سے آنے والوں کو یہ حد بندیاں نہ محسوس ہوتی ہیں اور نہ ہی نظر آتی ہیں۔ (دوران سفر' علی سفیان آفاقی)

میر تقی میر (1722-1810)

دیکھ تو دل کہ جاں سے اُٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اُٹھتا ہے
گور کس دل جلے کی ہے یہ فلک
شعلہ اک صبح یاں سے اُٹھتا ہے
بیٹھنے کون دے ہے پھر اس کو
جو ترے آستاں سے اُٹھتا ہے
یُوں اُٹھے آہ اُس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہاں سے اُٹھتا ہے
عشق اک میر بھاری پتھر ہے
کب یہ تجھ ناتواں سے اُٹھتا ہے

☆☆☆

حسرت موہانی (1878-1951)

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے
با ہزاراں اضطراب و صد ہزاراں اشتیاق
تجھ سے وہ پہلے دل کا لگانا یاد ہے
تجھ سے کچھ ملتے ہی وہ بے باک ہو جانا مرا
اور ترا دانتوں میں وہ انگلی دبانا یاد ہے
کھینچ لینا وہ مرا پردہ کا کونا ' دفعۃً
اور دوپٹے سے ترا وہ منہ چھپانا یاد ہے
آ گیا گر وصل کی شب بھی کہیں ذکرِ فراق
وہ ترا رُو رُو کے مجھ کو بھی رُلانا یاد ہے
دوپہر کی دھوپ میں میرے بلانے کے لئے
وہ ترا کوٹھے پہ ننگے پاؤں آنا یاد ہے
باوجود! اِدّعائے اتقا حسرت مجھے
آج تک عہد ہوس کا وہ فسانہ یاد ہے

☆☆☆

امیر مینائی

(1828-1900)

جب سے بلبل تونے دو تنکے لئے
ٹوٹتی ہیں بجلیاں ان کے لئے
ہے جوانی خود جوانی کا سنگھار
سادگی گہنا ہے اس سن کے لئے
کون ویرانے میں دیکھے گا بہار
پھول جنگل میں کھلے کن کے لئے
ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دنیا چھوڑ دی جن کے لئے
باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی
بھیجنی ہیں ایک کم سِن کے لئے
وصل کا دن اور اتنا مختصر
دن گنے جاتے تھے اس دن کے لئے
صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیر
بھیجتے تحفہ مؤذن کے لئے

☆☆☆

فصیح الملک داغ

(1831-1905)

تمہارے خط میں نیا اِک سلام کس کا تھا؟
نہ تھا رقیب تو آخر وہ نام کس کا تھا؟
وہ قتل کر کے مجھے ہر کسی سے پوچھتے ہیں
یہ کام کس نے کیا ہے؟ یہ کام کس کا تھا؟
وفا کریں گے، نباہیں گے، بات مانیں گے
تمہیں بھی یاد ہے کچھ یہ کلام کس کا تھا؟
رہا نہ دل میں وہ بے درد، اور درد رہا!
مقیم کون ہوا ہے، مقام کس کا تھا؟
نہ پوچھ گچھ تھی کس کی وہاں نہ آؤ بھگت
تمہاری بزم میں کل اہتمام کس کا تھا؟
گذر گیا وہ زمانہ، کہوں تو کس سے کہوں
خیال دل کو مرے صبح و شام کس کا تھا؟
ہر اک سے کہتے ہیں کیا داغ بے وفا نکلا
یہ پوچھے اُن سے کوئی، وہ غلام کس کا تھا؟

☆☆☆

رپورٹ ساتویں سالانہ علمی مقابلہ جات

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان منعقدہ 11,10,9 ستمبر 2000ء

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے شعبہ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے تحت ساتویں سالانہ علمی مقابلہ جات کا انعقاد مورخہ 9,10,11 ستمبر 2000ء کو ایوان محمود ربوہ میں ہو۔ 1994ء سے مرکزی علمی مقابلہ جات کا پروگرام بنایا گیا تھا اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ سلسلہ کا ساتواں پروگرام تھا۔ پہلے سال 4 دوسرے سال 6 تیسرے سال 10 چوتھے سال 11 پانچویں سال اور چھٹے سال 13 اور امسال 14 مختلف مقابلہ جات منعقد ہوئے۔

تیاری

گذشتہ مقابلہ جات کے بعد نئے سال کا نصاب تمام اضلاع اور علاقہ جات کو بھجوا دیا گیا تا کہ خدام بہتر تیاری کے ساتھ مقابلہ جات میں شامل ہوں اور اپنے ضلع اور علاقہ سے منتخب خدام بہتر نمائندگی کر سکیں۔ انتظامیہ کی سکیمز اور بجٹ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ میں پیش کئے گئے۔ منظوری کے بعد تمام ناظمین نے دن رات محنت کر کے انتظامات مکمل کئے۔ صدر محترم نے 9 ستمبر کو صبح ڈیوٹیوں کا معائنہ کیا اور انتظامات کا تفصیلی جائزہ لے کر راہنمائی فرمائی۔

انتظامیہ

ناظم	نام
ناظم اعلیٰ	مکرم فرید احمد نوید صاحب
نائب ناظم اعلیٰ	مکرم اسد اللہ غالب صاحب
ناظم مقابلہ جات	مکرم امین الرحمٰن صاحب
ناظم رجسٹریشن	مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب
ناظم خوراک	مکرم ظفر اللہ خان طاہر صاحب
ناظم رہائش	مکرم خلیل احمد تنویر صاحب
ناظم تربیت	مکرم مسعود احمد سلیمان صاحب
ناظم سٹیج وتزئین ہال	مکرم حافظ خالد افتخار صاحب
ناظم حاضری ونگرانی استقبال	مکرم ظہیر احمد خان صاحب
ناظم انعامات	مکرم نصیر احمد انجم صاحب
ناظم آب رسانی	مکرم نعیم اللہ ملہی صاحب
ناظم سمعی بصری	مکرم سلیم الدین صاحب قائمقام مکرم اکبر عدنی صاحب
ناظم طبی امداد	مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب
ناظم نظم وضبط	مکرم مرزا فضل احمد صاحب، مکرم سید میر محمود احمد صاحب (قائمقام)
ناظم مہمان نوازی	مکرم رفیق احمد ناصر صاحب
ناظم نظم وضبط	مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب
نظم سائیکل سٹینڈ	مکرم شمشاد احمد قمر صاحب
ناظم رابطہ	مکرم عبد الاعلیٰ صاحب

حاضری

امسال اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے 34 اضلاع کے 122 مجالس کے 238 خدام ان مقابلہ جات میں شامل ہوئے۔ جبکہ گذشتہ سال 33 اضلاع کی 109 مجالس کے 253 خدام شامل ہوئے تھے۔

نمائندگی اضلاع

نمبر شمار	ضلع	تعداد مجالس	تعداد نمائندگان
1	ربوہ	12	32
2	خانیوال	1	4
3	لاہور	10	25
4	سیالکوٹ	14	28
5	اسلام آباد	2	3
6	کراچی	10	18
7	عمر کوٹ	4	6
8	جہلم	4	8
9	سرگودھا	4	9
10	مردان	2	3
11	شیخوپورہ	4	5
12	بہاولنگر	2	2
13	سانگھڑ	1	1
14	بہاولپور	3	6
15	لاڑکانہ	1	1
16	اوکاڑہ	1	1
17	حافظ آباد	4	9
18	نوشہرو فیروز	2	2
19	میانوالی	1	1
20	جھنگ	1	2
21	ساہیوال	2	3
22	ملتان	4	5
23	حیدرآباد	2	6
24	بدین	1	1
25	راجن پور	1	1
26	چکوال	3	4
27	نارووال	4	4
28	ٹوبہ ٹیک سنگھ	1	1
29	راولپنڈی	7	15
30	فیصل آباد	5	13
31	نوابشاہ	1	3
32	گوجرانوالہ	5	11
33	کوٹلی A.K	1	1
34	منڈی بہاؤالدین	1	1

افتتاح

مقابلہ جات کا افتتاح 9 ستمبر بروز ہفتہ کو رات 8 بجے مہمان خصوصی مکرم ومحترم سید محمود احمد صاحب شاہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے کیا۔ تلاوت مکرم حافظ طیب احمد صاحب نے کی جس کے بعد خدام نے صدر محترم کے ساتھ عہد دہرایا۔ نظم مکرم صباح الدین ظفر صاحب نے پڑھی جس کے بعد مکرم فرید احمد نوید صاحب (ناظم اعلیٰ) نے رپورٹ پیش کی آخر پر صدر مجلس نے افتتاحی خطاب اور دعا کروائی۔ خطاب میں آپ نے خدام کو مندرجہ ذیل تین امور کی طرف توجہ دلائی۔

۱۔ خلافت سے زندہ تعلق پیدا کریں۔

۲۔ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے دعاؤں میں لگے رہیں۔ اس ضمن میں حضرت مصلح موعود کا ایک اقتباس پڑھا جس میں حضور فرماتے ہیں۔

''بے شک ہماری جماعت دعائیں کرتی ہے مگر آج کو در پیش ہے اس کا سواں حصہ بھی پہلے نہ تھا۔ پس پہلے جو ہم دعائیں کرتے تھے۔ وہ اس وقت بہت تھوڑی ہیں۔ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر دعائیں اور گریہ وزاری میں لگ جاؤ تا خدا تعالیٰ کی نصرت تمہارے شامل حال ہو۔

موقع کے مطابق زور لگاؤ جب تک پورے جوش

اور خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کرو گے تو تمہیں کبھی نصرت نہ ملے گی اور تمہاری کوشش رائیگاں جائے گی......''

''......اگر میری بات مان لو اور ایسا درد اور جوش پیدا کرو جو ایسے موقعہ پر کرنا چاہئے اور خدا سے مدد مانگو تو دشمن کی ہستی ہی کیا ہو جو تمہارے آگے ٹھہر سکے۔ کیا پدی کیا پدی کا شوربا۔ اس وقت فاتح مغلوب اور مغلوب فاتح بن جاوے گا اور یہ حالت صرف نصرت الٰہی پر منحصر ہے......''

''......پس تم دعاؤں میں لگ جاؤ اور عجز و انکساری کرو اور سچے مومن کے کام کرو تا یہ نشان پورے ہوں اور خدائے واحد کا جلال ظاہر اور دنیا سے کفر فسق مٹ جائے اور دنیا میں امن و امان ہو اور خالص توحید پھیل جائے۔ آمین

(الفضل 3 مئی 1923ء)

عاجزی و انکساری اختیار کریں اور حضرت خلیفة المسیح الثالث کے اس ماٹو پر عمل کریں۔

''تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں''

مقابلہ جات

افتتاح کے فوراً بعد مقابلہ جات شروع ہو گئے اور خدام نے ان علمی مقابلوں میں بھرپور شرکت کی۔

انتظامات

خدام کے قیام و طعام اور نمازوں کا انتظام ایوان محمود کے احاطہ میں ہی تھا۔ نماز فجر کے بعد درس کا اہتمام کیا گیا اور تربیتی امور پر نظر رکھی گئی۔ خدام کی سہولت کے لئے ضروری اعلانات نوٹس بورڈ پر چسپاں کئے جاتے رہے۔ ابتدائی طبی امداد کے لئے ایک دفتر قائم کیا گیا۔ جس سے ضروری ادویات فراہم کی جاتی رہیں۔

تمام اہم پروگراموں کی ریکارڈنگ ایم۔ٹی۔اے اور مجلس خدام الاحمدیہ کے شعبہ سمعی و بصری کے تعاون سے کی گئی۔ دفتر رجسٹریشن نے تمام شریک خدام کے لئے ضروری کوائف ایک مطبوعہ کوائف فارم پر حاصل کئے اور سب کو دیدہ زیب سند شرکت جاری کی۔ امسال تمام خدام شرکاء کے کارڈ مع تصاویر بنائے گئے' جبکہ ایک تصویر ریکارڈ کے لئے کوائف فارم کے ساتھ رکھ لی گئی۔ امسال قریباً 70 فیصد خدام تصاویر لائے۔ آئندہ اس بات خاص خیال رکھیں۔ قائدین اضلاع بھی خصوصی توجہ دیں۔

اختتامی تقریب

11 ستمبر بروز پیر دوپہر 12:30 بجے اختتامی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم مع ترجمہ سے ہوا' جو مکرم سمیع اللہ صاحب نے کی۔ اس کے بعد عہد اور پھر سلیمان احمد صاحب نے نظم پڑھی۔ ناظم صاحب کے رپورٹ پیش کرنے کے بعد مہمانِ خصوصی مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے پوزیشن لینے والے خدام میں انعامات تقسیم کئے۔ بعد ازاں خدام کو نصائح فرمائیں۔ آپ نے مندرجہ ذیل امور کی طرف توجہ دلائی۔

''آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ہیں۔ ہم نے جو جہاد کرنا ہے وہ علمی جہاد ہے۔ اس کیلئے قرآن' حدیث' کتب حضرت مسیح موعود اور پھر دلائل وغیرہ کی مدد سے لوگوں کو قائل کرنا ہے۔ اس کے بعد آپ نے دعا کروائی۔

فہرست انعامات

تلاوت

اوّل	ذاکر مسلم بٹ	کراچی

دوم سمیع اللہ ضیاء سرگودھا

سوم حافظ مظہر احمد ربوہ

خصوصی انعام عبدالرؤف طارق ربوہ

نظم

اول سلیمان احمد راولپنڈی

دوم رشید احمد تنویر ربوہ

سوم صباح الظفر ملک ربوہ

خصوصی انعام میر وسیم الرشید ربوہ

تقریر اردو

اول صادق احمد ریحان کراچی

دوم خالد احمد بلوچ ربوہ

سوم ملک عمر وسیم ربوہ

خصوصی انعام سید مجاہد حسین شاہ خانیوال

تقریر انگریزی

اول میر نصر احمد ربوہ

دوم مشہود اقبال لاہور

سوم عطاء المومن زاہد ربوہ

خصوصی انعام شیراز جمیل کراچی

فی البدیہہ اردو تقریری مقابلہ

اول میر تنویر احمد گوجرانوالہ

دوم کامران احمد کراچی

سوم میاں طاہر عمران مردان

حوصلہ افزائی قیس احمد نورانی گوجرانوالہ

مطالعہ قرآن

اول بشارت احمد اعجاز کراچی

دوم نصیر احمد شریف ربوہ

سوم راجہ بصیر احمد البصار ربوہ

حوصلہ افزائی سید مجاہد حسین شاہ خانیوال

مطالعہ قرآن معیار خاص

اول عبدالحق ربوہ

دوم ظہور الٰہی ربوہ

سوم ساجد محمود بٹر ربوہ

مطالعہ کتب

اول قیصر محمود لاہور

دوم ساجد محمود بٹر ربوہ

سوم ذاکر مسلم بٹ کراچی

حوصلہ افزائی شیراز جمیل احمد کراچی

خطبات امام

اول قیصر محمود لاہور

دوم محمد آصف ندیم ربوہ

سوم محمد جاوید ربوہ

حوصلہ افزائی رانا محمد نصر اللہ خان سیالکوٹ

مضمون نویسی

اول جواد ملک گوجرانوالہ

دوم قیصر محمود لاہور

سوم عمران قمر شیخوپورہ

حوصلہ افزائی میاں طاہر احمد مردان

مرکزی امتحان

اول ظہور الٰہی توقیر ربوہ

دوم ساجد محمود بٹر ربوہ

سوم محمد جاوید ربوہ

حوصلہ افزائی بشارت احمد اعجاز کراچی

بیت بازی اجتماعی

اول فہیم احمد + وقار احمد ربوہ
دوم توقیر احمد آصف + وسیم احمد فیصل آباد
سوم رفاقت احمد + منیر حسین چکوال
حوصلہ افزائی فضل احمد تیمور + طیب اعجاز چکوال
ڈاکٹر عامر خان + نادر محمود ربوہ

تقریر اردو معیار خاص

اول چوہدری محمود احمد گوجرانوالہ
دوم راجہ برہان احمد ربوہ
سوم طاہر احمد کراچی
حوصلہ افزائی عطاء القدوس حیدر آباد
مجموعی طور پر اول خادم قیصر محمود لاہور
مجموعی طور پر اول ضلع ربوہ

☆☆☆

''بارونگ'' فلپائینز کا مردانہ قومی لباس ہے۔ جو پائین ایپل اور کیلے کے باریک ریشوں سے بنا جاتا ہے۔ لمبی آستین والی اس بشرٹ کے سامنے والے حصے پر بڑی نفیس کڑھائی کا کام ہوتا ہے۔ ہسپانوی حکمرانوں نے فلپائنی عوام کو ان کی غلامی کا احساس دلانے کے لئے ان پر یہ پابندی لگادی تھی کہ وہ نہ تو ٹائی باندھ سکتے تھے اور نہ ہی اپنی قمیض کو پتلون کے اندر ڈال سکتے تھے۔ چونکہ ہر مجبوری ایجاد کی ماں ہوتی ہے اس لئے فلپینوں نے ''بارونگ'' ایجاد کیا جو حکمران کی پابندی بھی پوری کرتا تھا اور پہننے میں خوبصورت بھی لگتا تھا۔ اب ''بارونگ'' ان کا قومی لباس بن گیا ہے جسے ہر تقریب پر ہر جگہ پہنا جاسکتا ہے اور بڑے فخر سے پہنا جاسکتا ہے''۔ (سفر تین درویشوں کا، محمد اختر ممونکا)

مومن خان مومن (1800-1851)

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ جو لطف مجھ پہ تھے پیشتر وہ کرم کہ تھا مرے حال پر
مجھ سب ہے یاد ذرا ذرا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ نئے گلے، وہ شکایتیں، وہ مزے مزے کی حکایتیں
وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کوئی بات ایسی اگر ہوئی کہ تمہارے جی کو بری لگی
تو بیاں سے پہلے ہی بھولنا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی، کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ بگڑنا وصل کی رات کا، وہ نہ ماننا کسی بات کا
وہ نہیں نہیں کی ہر آن ادا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
جسے آپ گنتے تھے آشنا، جسے آپ کہتے تھے باوفا
میں وہی ہوں مومن مبتلا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

خواجہ حیدر علی آتش (1778-1846)

یہ آرزو تھی، تجھے گل کے روبرو کرتے
ہم اور بلبل بیتاب، گفتگو کرتے
پیام بر نہ میسر ہوا، تو خوب ہوا
زبانِ غیر سے کیا شرحِ آرزو کرتے
مری طرح سے مہ و مہر بھی ہیں آوارہ
کسی حبیب کی یہ بھی ہیں جستجو کرتے
جو دیکھتے تری زنجیر زُلف کا عالم
اسیر ہونے کی آزاد آرزو کرتے
نہ پوچھ عالم برگشتہ طالعی آتش
برستی آگ، جو باراں کی آرزو کرتے

جسمانی ساخت کیلئے کیور یٹوادویات

کمزور بچے۔ پچکے گالوں والے نوجوان اور چھوٹے قد والے نوجوان

بے بی گروتھ کورس (BABY GROWTH COURSE)

کمزور بچوں کی ہڈیوں کی نشوونما اور جسمانی توانائی کیلئے۔(30 روزہ کورس قیمت -/50 روپے)

بچے قوم کا مستقبل ہوتے ہیں۔ اگر شروع ہی سے ان کی نشوونما اور جسمانی توانائیوں کا خیال رکھا جائے تو بڑے ہو کر ان کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں اپنے عروج تک پہنچ جاتی ہیں اور وہ ایک مضبوط قوم کو تشکیل دیتے ہیں۔ جو بچے غذا کی کمی، امراض اور نامناسب دیکھ بھال کے باعث بچپن میں کمزور رہ جاتے ہیں ان کی یہ کمی ساری عمر پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ لہذا بچوں کی روحانی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی ظاہری صحت اور دماغی صلاحیتوں کی بھر پور نگرانی بھی لازمی ہے۔ بچوں کی معمولی تکالیف کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان کا فوری تدارک ضروری ہے۔

تعمیر بدن کورس (BODY BUILDING COURSE)

کمی خون، دبلے پتلے جسم اور پچکے گالوں والے کمزور افراد کی نشوونما اور جسمانی توانائی کے لئے۔ 30 روزہ کورس قیمت -/190 روپے

انسان کی شخصیت (Personality) اور وجاہت کے لئے صحت کا اچھا ہونا لازمی ہے علاوہ ازیں تمام انسانی افعال واعمال اور ذہنی صلاحیتوں کا دارومدار اچھی صحت پر ہی ہے۔ صحت کی بہتری کے لئے علاج کے ساتھ ساتھ اچھی خوراک مثلاً دودھ پھل اور گوشت وغیرہ کا استعمال اور حفظان صحت کے اصولوں پر عمل مثلاً بروقت سونا اور جلد بیدار ہونا صبح کی سیر ہلکی پھلکی ورزش ہاضمہ کا خیال رکھنا اور صفائی و غسل کا اہتمام بھی ضروری ہے۔

چھوٹا قد کورس (DWARFISHNESS COURSE)

قد کا چھوٹا ہونا، جسم کی کمزوری اور بوناپن، بچوں اور نوجوانوں کی رکی ہوئی نشوونما وغیرہ کیلئے بفضلہ تعالیٰ موثر کورس۔ (100 روزہ کورس۔ قیمت -/150)

مختلف وجوہات کے باعث بے نالی غدودوں کے فعل میں رکاوٹ اور ہارمونز کی کمی کی وجہ سے نشوونما میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ بچوں اور لڑکے لڑکیوں کی عمر کے جس حصہ میں بھی قد کے چھوٹے ہونے کا احساس ہو۔ اسی وقت اس کا علاج شروع کر دینا چاہئے۔ کیونکہ چھوٹی عمر میں یہ علاج زیادہ مفید اور موثر ہوتا ہے۔ تاہم یہ کورس لڑکوں میں تقریباً 19 سال اور لڑکیوں میں 17 سال کی عمر تک (مختلف افراد میں مختلف حد تک) موثر ہے۔ قد بڑھنے کا انحصار خوراک، آب وہوا، صحت وصفائی کی عمومی حالت، اور خاندانی قد وقامت پر ہے۔ یہ تمام عناصر جس قدر سازگار ہوں گے اور دوا جتنی چھوٹی عمر میں استعمال کی جائے گی قد بڑھانے میں اسی قدر موثر ہوگی۔

ادویات ولٹریچر اپنے شہر کے سٹاکسٹس سے یا براہ راست ہیڈ آفس لکھ کر طلب فرمائیں

کیور یٹو میڈیسن کمپنی انٹرنیشنل ربوہ پاکستان

فون۔ ہیڈ آفس 213156 کلینک 771 سیلز 419 فیکس 212299 (92-4524)

ایم۔ٹی۔اے اور احمدیت

بعض گزشتہ بزرگوں نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر امام مہدی کے ظہور پر بعض ایسی علامات بھی بیان کیں جو کسی طرح بھی وقت سے پہلے کسی کے عقل و فہم میں نہیں آسکتی تھیں۔ مثلاً شیعہ بزرگوں نے ظہور امام مہدی کی ایک نشانی یہ بھی بیان کی ہے کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا تو ساری دنیا یعنی شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک کے عوام الناس امام مہدی کو افق آسمان پر دیکھیں گے۔ یہاں تک بھی لکھا ہے کہ وہ لوگوں سے انکی زبان میں بات کرے گا اور لوگ اس کی بات اپنی زبان میں سمجھ جائیں گے۔ اسی طرح ایک مشہور روایت ہے کہ جب امام مہدی تشریف لائیں گے تو آسمان سے آواز آئے گی۔ هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِي یہ ہے اللہ کا خلیفہ مہدی۔

ان دو روایات پر غور کرنے سے عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے نشانات کس کس رنگ میں پورے ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ درحقیقت کچھ عرصہ پہلے تک ان جملوں کی یا ان روایات کی کوئی نہ کوئی عقل و فہم کے قریب تر تاویل کرنی پڑتی تھی۔ مگر ہم تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل سے اب اپنی آنکھوں سے خود افق آسمان پر امام مہدی کا دیدار کر رہے ہیں۔ اور ہر شخص اپنی زبان میں امام مہدی کی آواز سن رہا ہے۔ (جو کہ اس کے خلیفہ کی صورت میں ہم تک پہنچ رہی ہے) اور شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک ہر فرد و بشر اس عجیب نشان کا گواہ ہے۔ اگر تقویٰ اور انصاف کی نظر ہو تو صرف یہی ایک نشان یعنی MTA کا ظہور ہی احمدیت کی سچائی اور حقانیت کیلئے بہت بہت کافی ہے۔

(مضمون نگار مکرم طارق رشید صاحب۔ کوئٹہ)

احمدیت کا آغاز 23 مارچ 1889ء کو ہوا یہ وہ وقت تھا جب کہ

کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر

اور اس سے بھی بہت پہلے یعنی براہین احمدیہ جو کہ 1884ء میں چھپ چکی تھی اس کے اندر یہ پر شوکت اور حیرت انگیز کلام الٰہی موجود ہے کہ "میں تیری کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" درحقیقت زمین کے کناروں تک ("دعوت") پہنچانا کسی فرد بشر کا کام ہے ہی نہیں۔ آج کی دنیا پر اگر غور کریں کس قدر وسیع ہے۔ لاس اینجلس سے جاپان تک اور شمال میں ناروے کی حدود سے لے کر قطب جنوبی کے اندر اس قدر وسیع ایک دنیا آباد ہے کہ اس وسیع میدان کو عبور کرنا کسی انسانی طاقت کے بس میں نہ تھا۔ فی الوقت 200 کے قریب چھوٹے بڑے ممالک اس زمین پر موجود ہیں۔ ان کے اپنے اپنے ویزے پاسپورٹ اور قوانین ہیں۔ پھر سفر کی مشکلات' مذاہب کی دیواریں' زبانوں کی رکاوٹیں اور پھر قوموں کی آپس کی نفرتیں اور دشمنیاں ہیں۔ ان حالات میں " " کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے۔ ان حالات میں کسی کا یہ الہام پانا کہ میں یعنی خدا تعالیٰ تیری کو یعنی تیری تعلیمات اور تالیفات اور رسائل اور تحریر اور تقریر اور دیگر کوششوں کو خود اپنے فضل سے اور رحم سے زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ اپنی ذات میں یہ خود ایک عظیم الشان نشان ہے۔

یہ درست ہے کہ گزشتہ 80-90 سال میں سینکڑوں مبلغین دنیا کے کونے کونے میں گئے اور احمدیت کا پیغام اور لٹریچر پہنچانے کی کوشش کی مگر حقیقت حال کو اگر دیکھا جائے تو انکا رابطہ کس قدر انسانوں سے ممکن ہوا ہے۔ اس سے زیادہ لوگ تو دنیا میں ہر روز پیدا

ہو رہے ہیں۔ الغرض یہ الہام بھی اگر صحیح رنگ میں اپنی تکمیل کو پہنچا تو ہماری آنکھوں کے سامنے MTA کے ذریعہ ہی ممکن ہوا ہے۔ اگر کسی میں تقویٰ اور انصاف ہو تو یہ اس کے لئے دوسرا نشان ہے یعنی الہام الٰہی کا اس عجب رنگ میں پورا ہونا۔

MTA کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کے عظیم نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ جہاں احمدیت کے جھنڈے آسمانوں پر لہرا رہے ہیں وہاں دشمن اور بدخواہ تھک ہار کر نیچے کھڑے غیض و غضب سے دانت پیس رہے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو دشمن کی گزشتہ سو سالوں میں ایک ہی بڑی کوشش رہی ہے کہ احمدیت کی اشاعت کو روکا جائے۔ ظلم و جبر سے' دھونس دھاندلی سے' آرڈیننسوں اور قوانین سے' آئینی ترامیم سے' جلسے جلوس سے' گھیراؤ جلاؤ سے' کتابیں رسائل ضبط کرنے سے' احمدیوں پر مقدمات قائم کرنے سے' انکو قید میں ڈالنے سے۔ کونسا ایسا حربہ ہے جو دشمن نے احمدیت کے خلاف استعمال نہ کیا اور کونسا ایسا ذریعہ ہے جو بروئے کار نہ لایا گیا۔ مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ ہر قدم پر اس کارواں کی رفتار تیز سے تیز تر ہی ہوتی چلی گئی۔ جب دشمن نے اشاعت اور پریس پر پابندی لگا دی تو خدا تعالیٰ نے ہر ملک میں پریس دیا رسائل اور جرائد دئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضلوں کا ایک ایسا سلسلہ ہے جو ختم ہونے کو نہیں آ رہا۔

اس زمانے کا سب سے بڑا ہتھیار ایٹم بم یا ہائڈروجن بم نہیں۔ اس زمانے کا سب سے بڑا ہتھیار سب سے بڑا حربہ میڈیا Media ہے۔ دنیا کے دانشور اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ میڈیا کے ذریعہ سے یورپ اور امریکہ نے روس کے ٹکڑے کر دئے۔ دنیا کے کلچر اور تہذیب کو ہلا کر رکھ چھوڑا۔ صدیوں سے نسل در نسل چلی آنے والی خوبصورت اخلاقی قدروں کا رنگ و روپ تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ چادر اور چار دیواری کا تصور اب خواب ہوتا جا رہا ہے۔ نسلیں تباہی کی طرف اعلانیہ جا رہی ہیں اور یہ باتیں بموں اور دھماکوں سے نہیں ہو رہیں۔

خدا تعالیٰ نے احمدیت کو اس زمانے کا سب سے بڑا ہتھیار MTA کی صورت میں عطا فرما دیا ہے۔ اب آسمان سے ساری دنیا میں منادی ہو رہی ہے۔ ایک امام برحق خدا کا کلام ساری دنیا کو سنا رہا ہے اور کئی کئی زبانوں میں پہنچا رہا ہے اور لاکھوں کروڑوں انسان اپنی اپنی زبانوں میں اس برحق امام کی آواز میں کلام الٰہی سن رہے ہیں۔ یہ ہے وہ پیشگوئی **ھذا خلیفۃ اللہ المھدی** جس حربے سے دجال ساری دنیا کو اپنے دجل و فریب اور دھوکے کے جال میں پھانسنا چاہتا ہے اس کے خلاف اسی کے ہتھیار کو ایم ٹی اے کی صورت میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک مزید نشان حقیقت ہے کہ مقابلہ برابر کا ہے اور فتح یقیناً حق کی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

جس رفتار سے احمدیت دنیا میں پھیل رہی ہے یہ ناممکن تھا کہ امام وقت ایم ٹی اے کے غیر معمولی ذریعے کے بغیر اپنی جماعت کی حفاظت اور تربیت کر سکتے۔ امام وقت کا حقیقت حال سے باخبر رہنا اس وسیع دنیا میں ممکن ہی نہ تھا اور احمدیوں کا بھی اپنے امام سے کوئی بامعنی مفید اور مضبوط زندہ رابطہ' مستقل قائم نہ رہ سکتا تھا۔ ایک تو تعداد لاکھوں سے کروڑوں میں پہنچ رہی ہو پھر ایسی صورت میں محض خط و کتابت کا سلسلہ ہرگز اس عظیم الشان تعلق کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا جو ایک مرشد اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے کے لئے ضروری ہوا کرتا ہے۔ درحقیقت جس قدر یہ تعداد بڑھ رہی تھی اور فاصلے بڑھ رہے تھے قلبی تعلق کا اور ذاتی تربیت کا راستہ اسی قدر تنگ اور مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ اب دیکھئے کہ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ہر احمدی اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے کانوں سے امام وقت کے فرمودات اور ارشادات بغیر کسی لمحہ کی تاخیر کے سن رہا ہوتا ہے اور امام وقت کو یہ ذریعہ حاصل ہو گیا ہے کہ وہ پوری زمین اور ساری دنیا میں بکھری ہوئی جماعت کو اپنی ہدایات اور فرمودات سے ایک ہی وقت میں سرفراز فرماتا ہے اور ساری دنیا ایک مضبوط اور مجسم وجود کی طرح اپنے امام کے ہاتھ سے براہ راست تربیت پا رہی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا اس قدر فضل و احسان ہے کہ اس حقیقت کو ایک عام آدمی نہیں پا سکتا۔ اب کوئی دوری نہیں آ سکتی اب فاصلے مٹ جائیں گے اب روزانہ کا وصال ہے قرب ہے حضور کے ہر لمحہ کی خبر ہے۔ آج

حضور کی صحت اچھی ہے۔ آج گلے میں خراش پیدا ہو گئی تھی۔ آج فلاں دوا کھائی تو آرام آگیا تھا۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ ہمارے گھر میں رہتے ہوں۔ روح کی گرمی براہ راست روحوں میں منتقل ہوتی ہے امام کا دل دھڑکتا ہے تو ساری جماعت اس دھڑکن کو سن سکتی ہے۔ غرض کہ ایم ٹی اے نے امام وقت اور جماعت کو ایک وجود بنا دیا ہے۔ بھلا یہ قربتیں یہ لطف کہاں کے ہیں یہ ایم ٹی اے ہی کے ہیں یعنی خدا کے فضل و احسان کے ہیں۔

فتنوں کی گنجائش ختم ہوئی اتنی قربتوں میں ان کے لئے اب کوئی جگہ نہیں بچی۔ ادھر امام کا حکم ہوا ادھر تعمیل ہوئی۔

خدا کے ان فضلوں کو جذب کرنے کے لئے ایم ٹی اے سے بھرپور استفادہ کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ ورنہ کفران نعمت ہوگا۔ ہر فرد جماعت ان باتوں پر غور کرے اور اپنے اوقات کو ایسے ترتیب دے کہ ایم ٹی اے کے پروگراموں میں خصوصاً حلقہ درس اور خطبات جمعہ میں امام کے سامنے بیٹھے اور اس کی محفلوں میں شریک ہو۔ یہ بات اس قدر ضروری ہے کہ اس دنیاوی دور میں روحانی زندگی کی ضمانت ہے۔ ہر برائی اور غلطی اور ہر وسوسے کا حل ہے۔ اپنے اور اپنے بچوں کے دلوں میں شروع ہی سے ایم ٹی اے کو جگہ دیں ورنہ بعد میں جگہ بنانی مشکل ہو جائے گی۔ مثلاً دعوت الی اللہ کے میدان میں ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ جس شخص تک مخالفانہ لٹریچر یا غلط تعلیم نہیں پہنچی ہوتی اس کو بات سمجھانا ایسے شخص کی نسبت کافی آسان ہوتا ہے جو غلط اور جھوٹے ذرائع سے علم حاصل کر کے اپنا ایک Concept بنا چکا ہوتا ہے۔ جو کہ بالکل غلط ہوتے ہوئے بھی وہ اس کو صحیح سمجھتا ہے۔ اسی طرح اگر ہم یا ہمارے بچے انڈین فلموں یا گندے پروگراموں کو اپنے دل میں جگہ دے دیں گے تو ایم ٹی اے کی جگہ کہاں بچے گی اس لئے ان دجالی حربوں سے ہوشیار رہیں۔

حضور کی محفلوں میں بیٹھیں، خطبات اور سوال و جواب کے تمام پروگرام خود بھی دیکھیں اور اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو بھی دکھائیں۔ دیکھئے یہ خدا کا اس قدر فضل و احسان ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانا بہت ہی بڑی بد نصیبی ہوگی۔ خدا کا سلسلہ تو بہر حال آگے بڑھ رہا ہے اور بڑھے گا اور پھیلے گا اور پوری دنیا پر محیط ہو جائے گا۔ مگر ہمارا حصہ اس میں کس قدر ہے؟ ہم کس قدر معرفت اور عرفان حاصل کر چکے ہیں؟ ہم کس قدر اللہ تعالیٰ کے راستے میں وفاداری دکھا سکتے ہیں؟ ہم نے کیا اس کے حضور پیش کیا؟

درحقیقت ہم ہی اس کے فضلوں کے محتاج ہیں وہ تو غنی ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

''جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے رسول کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لئے ہوں اور خود خدا تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کر سکے۔ یاد رکھو میرا سلسلہ اگر نری دوکان داری ہے تو اس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اسی کی طرف سے ہے تو ساری دنیا بھی اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے تب بھی میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہوگا.......''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 148)

ہمیں چاہئے کہ ہم خدا تعالیٰ کے ان عظیم الشان فضلوں اور نشانوں کو شناخت کرنے والے اور سمیٹنے والے بنیں۔ اپنے آپ کو اور اپنے خاندانوں کو اس نور سے منور کریں۔ اور اپنی کمزوریوں کو دور کرتے ہوئے اس عظیم الشان ذریعہ ابلاغ یعنی ایم ٹی اے کی وساطت سے امام وقت کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کریں۔

تازہ بستیاں آباد

(مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب سویڈن)

مہاجرت انسانی زندگی کا ہمیشہ سے حصہ رہی ہے کیونکہ انسان ایک ہی ماحول یا ملک میں تنگی ترشی یا عدم استحکام کے آثار دیکھتا ہے تو اس جگہ سے نقل مکانی کر جاتا ہے۔ انسانی زندگی کا ارتقاء مہاجرت کی گوناگوں کیفیتوں کا مظہر رہا ہے اور ہے۔ قیام پاکستان کے وقت برصغیر ہند میں بھی ایک عظیم مہاجرت وجود میں آئی۔ اس ہجرت کو بیسویں صدی کی سب سے بڑی ہجرت قرار دیا گیا کیونکہ لکھو کھا انسان اپنے پرکھوں کا وطن چھوڑ کر اپنے نئے وطن کی طرف چل پڑے۔ وہ وطن جس کا خواب ان لوگوں نے دیکھا تھا امن، سکون، آشتی اور آزادی کا وطن! اس وطن تک پہنچنے میں بہت سی جانیں تلف ہوئیں۔ کچھ راہ میں کھیت رہے کچھ یہاں پہنچ کر غریب الوطنی کے آلام کا شکار ہوئے۔ میں 1990ء میں دوسری بار مہاجرت کا شکار ہوا تو میں نے انگریزی میں ایک نظم لکھی۔ اس نظم کا اردو میں اب تک ترجمہ نہیں ہوا مگر اس نظم نے یہاں کے ادبی حلقوں میں بہت داد و تحسین وصول کی۔ اس انگریزی نظم کا اردو ترجمہ درج کر رہا ہوں۔ اس نظم کا عنوان تھا۔

"دو نسلوں کا فرق"

"نصف صدی پہلے
میرے آباؤ اجداد نے، آزادی اور اطمینان کی خاطر
اپنے خوابوں کی سرزمین کی طرف
مہاجرت اختیار کی
نصف صدی کے بعد ان کی اولاد نے بھی انہی مقاصد کی خاطر مہاجرت
کی
مگر ایسی سرزمین کی جانب
جو انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھی تھی؟"

یہ داستان پہلی مہاجرت کے بعد کی داستان ہے۔ ہم لوگ قادیان سے نکلے تو انفرادی طور پر جہاں جہاں، جس جس کے سینگ سمائے جا بیٹھا۔ مگر جماعت کو بہر حال ایک مرکز درکار تھا۔ بنا بنایا مرکز کہاں سے آتا؟ جماعت کو کسی ایسے خطہ زمین کی ضرورت تھی جہاں وہ اپنا مرکز تعمیر کر کے اپنے مشن کو جاری رکھ سکے۔ ادھر قدرت مہربان تھی اس نے صدیوں سے ایک بے آباد قطعہ زمین اسی مقصد کے لئے مختص کر رکھا تھا۔ یہ بے آب و گیاہ خطہ زمین دریا کے کنارہ پر ہونے کے باوجود روئیدگی سے عاری تھا۔ ڈاکٹر وزیر آغا صاحب نے بعد میں مجھے بتایا کہ یہ علاقہ اتنا بے آباد اور خوفناک تھا کہ ہم لوگ دن کے وقت بھی یہاں سے گزرتے ہوئے ڈرتے تھے اور موٹر کی رفتار تیز کر دیا کرتے تھے۔ شور سے بھرپور زمین اور کالے کالے پہاڑ، پرانا سا قبرستان۔ خوف کے سارے قرینے موجود تھے۔ بہت سے لوگ اس قطعہ زمین کو دریا سے پانی اٹھا کر یا زمین سے پانی نکال کر اسے سیراب کرنے میں ناکامی کا اعلان کر چکے تھے اور لاکھوں روپیہ برباد کر چکے تھے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ نے جب اس بے آب و گیاہ اور بانجھ خطہ زمین کو چنا تو ارد گرد کے لوگوں نے یہی سوچا ہو گا کہ عجیب سرپھرے لوگ ہیں اس بنجر زمین کو لے کر کیا کریں گے؟ انہیں یہ علم نہیں تھا کہ یہ جماعت واقعی "سرپھروں" کی جماعت ہے۔ (لیکن خدا کی محبت میں "سرپھرے" اور اسی کی محبت کی خاطر) ظاہری مشکلات اس جماعت کا رستہ نہیں روک سکتیں۔

کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد!

ہم لوگ قادیان سے چلے تو اپنے آبائی گاؤں چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی میں جا کر رکے کیونکہ اباجی دوسرے ساتھیوں کے ساتھ قید کر لئے گئے تھے۔ 1948ء میں جب سیاسی قیدیوں کا تبادلہ ہوا تو رہا ہو کر پاکستان آئے۔ ان کے آنے کے بعد ہم لوگ ربوہ آئے۔ اس وقت میں ورنیکولر فائنل کا امتحان دینے والا تھا مگر اباجی کو مرکز میں حاضری دنیا تھی اس لئے اللہ میاں نے اس آزمائش سے بچالیا۔

رکھ لی مرے خدا نے میری بیکسی کی شرم!

تعلیم الاسلام ہائی سکول چنیوٹ میں اور جامعہ احمدیہ احمد نگر میں تھا۔ ربوہ میں ہماری عمر کے بچوں کا کوئی سکول نہیں تھا۔ ربوہ میں کچے مکانوں کی آبادی تھی۔ لمبی لمبی قطار میں کچھ اینٹوں سے بنے ہوئے مکان، انجمن کے دفاتر کا بھی یہی اسلوب تھا۔ تین چار لمبی بیرک نما عمارتیں تھیں جنہیں چھوٹے چھوٹے کمروں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہم بچوں کو دفاتر کی طرف جانے کی اجازت نہیں تھی۔ صرف ایک دوبار اباجی کو بلانے کے لئے جانا پڑا کیونکہ امی بہت بیمار تھیں۔ آخر اسی بیماری میں انہوں نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی اور ربوہ کے بہشتی مقبرہ کے اولین آبادکاروں میں شمار ہوئیں۔ یہ 1951ء کی بات ہے۔ اس وقت میں دسویں جماعت میں تھا اور چند مہینوں بعد میٹرک کا امتحان دینے والا تھا۔ اسی لئے گھر کے اداس اور پریشان ماحول سے دور رکھنے کے لئے اباجی نے سکول کے بورڈنگ ہاؤس میں داخل کروادیا۔ مگر ہمارا سارا وقت رحمانی صاحب کے ہاں پھوپھی صوفیہ مرحومہ کے ہاں گذرتا تھا۔ سردار مصباح الدین صاحب کے گھر والوں سے اور سردار نذر حسین صاحب بلوچ کی بیٹی آپا لطیفی کے ساتھ قادیان سے تعلق تھا اس لئے ان لوگوں نے ماں کا غم بھلا دیا اور ہم امتحان دے کر ربوہ آگئے۔

ربوہ کے ابتدائی دنوں کی آبادی خیموں میں تھی ہم نے خیمے نہیں دیکھے۔ مگر عبدالسلام صاحب اختر نے خیموں کا ذکر اتنی تفصیل سے ہمارے سامنے کر رکھا تھا کہ ہمیں خیموں کی آبادی اپنی آنکھوں دیکھی بات لگتی تھی۔ اختر صاحب بتایا کرتے تھے کہ پہلی رات ہم لوگ خوف کے مارے سو بھی نہیں سکے۔ کچھ اجنبی جگہ کا خوف، ویرانی کا ڈر کچھ گیدڑوں کی ہاؤ ہو۔ خیموں میں رہنا تو جماعت والوں کے لئے اچنبھے کی بات نہیں تھی کیونکہ خدام کے اجتماعات میں خیموں میں ہی رہنا پڑتا تھا۔

ہمیں تو یہ بات یاد ہے کہ حضرت صاحب کا قصر خلافت بھی کچا ہی تھا۔ اس کے ساتھ ایک کچی (''بیت الذکر'') تھی۔ اس میں حضرت صاحب نماز کے لئے تشریف لاتے اور جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔ سخت گرمی کے دنوں میں بھی حضرت صاحب ظہر یا عصر کی نماز کے بعد مجلس عرفان کے لئے تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ ذہن میں ابھی تک وہ تصویر مستحضر ہے۔ حضرت صاحب محراب میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت صاحب کی قمیض پسینہ سے جسم پر چپک رہی ہے۔ ایک دوبار حضرت صاحب نے سر سے پگڑی بھی اتاری۔ مگر ہمیں حضرت صاحب کا ٹوپی پہننا یاد نہیں۔ ربوہ میں بجلی تو بہت بعد میں آئی۔ اسی حالت میں گرمیاں بھی گذر جاتی تھیں سردیاں بھی!

پھر ہمیں وہ قیامت بھی یاد ہے جب حضرت اماں جان کا انتقال ہوا۔ ہم نے کسی جنازہ کے ساتھ لمبے لمبے بانس پہلی بار بندھے ہوئے دیکھے۔ لوگ زاروقطار روتے دیکھے۔ حضرت اماں جان کی وفات کی خبر ریڈیو سے تین بار نشر ہوئی۔ لفظ تک ذہن میں ہیں۔ ''بڑے افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بیوہ اور امام جماعت احمدیہ مرزا بشیرالدین محمود احمد کی والدہ محترمہ آج ربوے میں انتقال کر گئیں'' اس وقت ربوے کا لفظ سن کر بہت اچنبھا ہوا کیونکہ ''امالہ'' کا مسئلہ نہیں پڑھا تھا۔ پڑھا بھی ہوتا تو کیا فرق پڑتا تھا جماعت کے اکثر مقرروں کو ''امالے'' سے آج تک بے اعتنائی کرتے سن اور دیکھ رہے ہیں۔ مگر ریڈیو والوں نے ایک ہی نشریہ میں ہمیں امالے کا مسئلہ ذہن نشین کروادیا۔

آبادی ریلوے لائن کے دونوں طرف تھی۔ ہم موجودہ دارالصدر والی طرف رہتے تھے اسے محلہ الف کہا جاتا تھا۔ لائن کے پار بھی کوارٹروں کی قطاریں تھیں۔ چاچاجی بھامڑی صاحب اور ماجد شاہد ان کوارٹروں میں رہتے تھے۔ گاڑی بھی دن میں شاید ایک ہی آتی تھی۔ صبح چھ بجے کے قریب اور شام کو چھ بجے کے قریب۔ ہم لوگ چنیوٹ

جاتے تو اسی گاڑی سے آتے اور جاتے تھے۔ گاؤں میں تھے تو اپنے گاؤں سے قاضیاں کے قصبہ تک پیدل ہی آتے جاتے تھے۔ بس یہی چنیوٹ جتنا فاصلہ ہوگا۔ مگر پیدل آنا جانا کھلتا نہیں تھا۔ یہاں وہ ماحول نہیں تھا اس لئے ''صبح کے بھولے شام کو گھر لوٹتے تھے'' پھر اباجی نے نورالدین صاحب خوش نویس سے ایک پرانی ریلیے سائیکل خریدی۔ منشی صاحب سائیکل رکھنے اور کتابت کرنے کے بارہ میں بہت نستعلیق تھے۔ مچھلی کا شکار کھیلنے کے شوقین تھے شاید اب بھی ہوں۔ اس لئے کتابت سے فارغ ہوتے تو کیل کانٹے سے لیس ہو کر دریا پر پہنچ جاتے تھے۔ یہ سائیکل ان کے حوصلوں کا ساتھ نہ دے سکی ہوگی اس لئے آپ نے بیچ دی۔ اباجی نے دفتر سے پیشگی لے کر یہ قیمتی سائیکل بیس روپے میں خریدی۔ ظاہر ہے اباجی اپنے بھاری تن و توش کے ساتھ سائیکل پر بیٹھنے سے تو رہے۔ اس لئے سائیکل ہمارے چنیوٹ آنے جانے کے لئے خریدی گئی۔ ماجد شاہد جو ہم سے ایک کلاس آگے تھا اور جثہ میں ہم سے زیادہ توانا تھا ہمارا ساتھی قرار پایا۔ ماجد سائیکل چلاتا ہم اطمینان سے کیریئر پر بیٹھتے مگر دو سائیکل سواروں نے نیا ''ڈبل گیئر سسٹم'' ایجاد کر لیا۔ وہ یوں کہ دریا کی چڑھائی چڑھتے ہوئے پیچھے کیریئر پر بیٹھا ہوا سوار پیچھے سے پیڈل چلاتا تھا اور گدی پر بیٹھا ہوا سوار بھی اس کے ساتھ ساتھ پیڈل چلاتا رہتا۔ اس طرح چڑھائی کا مرحلہ طے ہو جاتا تھا مگر یہ ڈبل گیئر اکثر سارا سارا رستہ میں استعمال ہونے لگا تھا کہ ایک شخص کو سارا وقت سائیکل نہ چلانی پڑے۔ خاص طور پر جب ہوا تیز اور مخالف ہوتی تو یہ سسٹم بہت کار آمد رہتا۔ سڑک پر اکا دکا لاریاں چلتی تھیں۔ وہ بھی گیس پلانٹ سے چلتی تھیں اکثریوں ہوتا کہ بسوں کا گیس پلانٹ دریا کی چڑھائی چڑھنے کے لئے مناسب قوت مہیا نہ کر سکتا تو بسوں کا انجن دم توڑ دیتا۔ تب سواریاں اتر کر دھکا لگاتیں اور انجن کی مدد کرتیں۔ خدا خدا کر کے چڑھائی ختم ہوتی تو سواریاں ہانپتی کانپتی بس میں سوار ہو جاتیں۔

بسوں کے ڈرائیور ہم سائیکل سواروں پر بہت مہربان تھے کیونکہ بسا اوقات انہیں ہمارے دھکوں پر انحصار کرنا پڑتا تھا۔ سڑک چھوٹی سی تھی بمشکل ایک بس گذر سکتی تھی۔ ارد گرد ریت کے انبار تھے اس لئے ہمیں سڑک سے اترنا پڑتا تو ہم سائیکلوں سے ہی اتر جاتے تھے کیونکہ ریت میں دھنس جانے کے بعد سائیکل کو کھینچنا مشکل کیا ناممکن ہو جاتا تھا۔ ٹرک اس زمانہ میں بہت شاذ ہی نظر آتے تھے۔ بار برداری کے لئے تانگے یا گھوڑے کام میں لائے جاتے تھے۔ ربوہ کے سبزی بیچنے والے چنیوٹ سے سبزی لاتے اور انہیں تانگوں پر لایا کرتے تھے۔

ربوہ کی پہلی پہلی عمارتوں میں یعنی کچی عمارتوں میں جو عمارتیں ہمارے سامنے بنیں۔ دفاتر تحریک جدید کی عمارتیں تھیں۔ تحریک جدید کے دفاتر ایک چوکور احاطہ کی صورت میں تھی۔ یہ احاطہ بعد کو جامعہ احمدیہ کے ہاسٹل کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ ایک احاطہ اور بھی تھا اسے ''احاطہ'' کہا جاتا تھا اس کے اندر غرباء کے خاندان رہتے تھے۔ ہمارے سکول کے دوستوں میں سے ایک دوست اس احاطہ میں رہتا تھا اس لئے ہمیں اس احاطہ کے اندر آنے جانے کا موقعہ ملتا رہا۔ اب تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت خوش حال اور آل اولاد والا ہے اور لندن میں قیام پذیر ہے۔ مگر اس میں ذرا جو تبدیلی آئی ہو۔ اسے اپنے بچپن کی ساری باتیں اور غربت کے سارے حالات یاد ہیں۔ یہی انسان کی بڑائی ہے کہ کشائش میسر ہو تو عدم کشائش کے زمانہ کو بھول نہ جائے۔

ہماری گلی میں دونوں طرف کوارٹر تھے بیچ میں کشادہ راستہ تھا ہمارا مکان پہلا تھا۔ مقابل کے پہلے مکان میں بھائی محمد عالم حضرت صاحب کے باڈی گارڈ اور ان کے ابا غلام حسین رہتے تھے۔ دوسرے مکان میں بھائی جان محمد احمد نعیم صاحب اور پھوپھاجی حضرت مولوی غلام نبی مصری تھے۔ ہمارے ساتھ کے مکان میں قاری محمد امین صاحب اور تیسرے مکان میں مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر تھے۔ ان سے آگے چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب تھے جو ان دنوں معاون ناظر امور عامہ تھے۔ ان کی جگہ چوہدری عطاء اللہ صاحب آئے۔ سٹیشن کی جانب جہاں گلی ختم ہوتی تھی۔ حافظ غلام محی الدین صاحب نے ایک چھوٹا سا چائے خانہ کھول رکھا تھا۔ حضرت مولوی مصلح الدین صاحب وہیں تشریف رکھتے تھے اس لئے ہمارا وہاں آنا جانا تھا۔ ویسے ربوہ کے چائے خانوں میں سیلونی کا چائے خانہ بہت مشہور تھا۔ سیلونی صاحب

عجیب خوشبودار چائے بناتے تھے خدا معلوم کون سی پتی استعمال کرتے تھے اور چائے میں کیا خوشبو ملاتے تھے کہ ان کے ہاں سے ایک بار چائے پینے والا انہیں کا ہو کے رہ جاتا تھا۔ ایک کچے کوارٹر کے احاطہ میں ایک بہت بڑا خیمہ انہوں نے لگا رکھا تھا۔ پھر خدا جانے کیا بجوگ پڑا کہ سیلونی صاحب اپنا بوریا بستر سمیٹ کر ربوہ ہی سے چلے گئے۔ مدتوں بعد انہیں جھنگ کی ضلع کچہری میں ڈیرہ لگائے بیٹھے دیکھا۔ مگر ان سے بات چیت کا موقع نہ ملا کہ ان سے پوچھ ہی لیتے کہ ربوہ کے لگے لگائے گاہک چھوڑ کر جھنگ میں آ بیٹھنے میں کیا تک تھی؟ ان کے ہاں صرف چائے ہی اچھی نہیں ہوتی تھی صفائی کا بھی بہت خیال رکھا جاتا تھا۔ صاف ستھرے برتن' صاف ستھری میزیں' کرسیاں۔ اپنے خان میر افغان صاحب قادیان کے زمانہ سے حضرت صاحب کے باڈی گارڈ کے طور پر معروف تھے آپ نے بھی ایک چائے خانہ کھول رکھا تھا۔ اس میں پٹھانوں والی کڑک چائے بیچتے تھے۔ فیاض خان صاحب کرمانی بھی چائے پلاتے اور اپنی خاموش گفتگو سے گاہکوں کو متمتع کیا کرتے تھے۔ ربوہ کی آبادی میں ایک اور بڑا سا خیمہ تھا وہ ملک عمر علی صاحب کا خیمہ تھا۔ آپ اس خیمہ میں رہتے تھے۔ تحریک جدید کے دفتروں میں کام کرتے تھے غالباً وکیل التبشیر تھے۔ آپ نے ایک جرمن خاتون سے بیاہ بھی کر لیا تھا۔ ربوہ میں اس بیاہ کا خوب چرچا ہوا۔

ہمارے پڑوس ہی میں پچھلی گلی میں حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب اور قاضی عبداللہ صاحب رہتے تھے۔ قاضی عبدالرحیم صاحب کی نگرانی میں البیت المبارک اور نیا قصر خلافت تعمیر ہوا۔ انجمن اور تحریک کے دفاتر کی عمارتیں بھی غالباً انہی کی نگرانی میں بنیں۔ نہایت محنت کرنے والے بزرگ تھے۔ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب سے تو کافی دیر تک متمتع ہونے کا موقع ملتا رہا۔ قاضی صاحب بہت اونچا سننے لگے تھے مگر شہر بھر میں آپ کا بہت احترام تھا۔ بزرگوں کا ذکر شروع ہو گیا تو حضرت مفتی محمد صادق صاحب یاد آ گئے۔ آپ بہت ضعیف تھے۔ لمبی سفید داڑھی' سر پر سبز پگڑی' بر میں ایک لمبا سا چغہ! غالباً دگلہ تھا۔ یعنی اس میں روئی بھری ہوئی ہوتی تھی۔ حضرت مفتی صاحب آہستہ آہستہ چلتے اور محلہ کے بچوں میں ٹافیاں گولیاں بانٹتے رہتے تھے۔ جدھر سے ان کا گذر ہوتا بچے قطاروں میں کھڑے ان کا انتظار کرتے۔ جو بچہ سلام کرتا حضرت مفتی صاحب اسے ایک گولی دے دیتے۔ کئی بچے ایک جگہ سے ٹافی یا گولی لینے کے بعد لپک کر دوسری جگہ جا پہنچتے اور پھر اپنا حصہ وصول کرتے۔ حضرت مفتی صاحب مسکراتے مگر اسے دوبارہ گولی یا ٹافی دینے سے انکار نہ کرتے۔ حضرت مفتی صاحب کی تقریریں جلسہ سالانہ پر ذکر حبیب کے موضوع پر ہوتی تھیں اور بہت دلچسپی اور احترام سے سنی جاتی تھیں۔ مفتی صاحب کی زبان میں بہت مٹھاس تھی۔ ذکر حبیب ان کی زبان سے بہت مزا دیتا تھا۔ مفتی صاحب کئی بار بات کرتے کرتے واقعات سناتے سناتے آب دیدہ ہو جاتے۔ سارا مجمع رونے لگتا۔ ہمیں حضرت مفتی صاحب کی زبان سے ذکر حبیب سننے کا جو مزا آیا وہ کسی اور سے سننے میں نہ آیا۔ غالب نے جو کہہ رکھا ہے

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا

اس کی سمجھ مفتی صاحب کی تقریریں سن کر آئی۔

دیکھتے دیکھتے ربوہ کی آبادی میں پکے مکانوں کی کثرت ہو گئی۔ انجمن کے دفتر پکے بن گئے۔ ہم ہسپتال میں کلرکی کرتے تھے تو کچی عمارت میں ہسپتال قائم تھا۔ ایک کمرہ میں کلرک اور ڈاکٹر اکٹھے بیٹھتے تھے۔ دوسرے میں ڈسپنسری تھی جہاں سے بھائی حفیظ اور ان کے کزن بھائی عبدالقیوم دوائیں بانٹتے۔ وہیں آس پاس ہی کہیں ہمارا یار لطف الرحمٰن شاکر' صبر شکر کے ساتھ بیٹھا اپنی خوردبین میں سلائیڈیں دیکھتا اور یالی پالی لمفو لمفو گنتا رہتا۔ خدا معلوم ان لفظوں کا کیا مطلب تھا مگر اب تک یاد ہیں۔ پھر بڑا ہسپتال بنا۔ ربوہ کا نقشہ بدل گیا۔ بسوں کا اڈہ بن گیا۔ سٹیشن پر لکڑی کی گیلیوں سے بنے ہوئے چھوٹے سے کمرہ کی بجائے ذرا بڑا کمرہ بن گیا۔ پلیٹ فارم تو اب جا کر کہیں نئی عمارت کے بعد اونچا ہوا ہے اس زمانہ میں بالکل ہی زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ ایک دو بار حضرت صاحب کہیں تشریف لے گئے تو ان کے لئے لکڑی کا بنا ہوا

پائیدان علیحدہ سے مہیا کیا گیا۔

جلسہ سالانہ بھی خوب ہوتا تھا۔ کچی بیرکیں بنتیں۔ ان پر سرکنڈے کی چھت ڈالی جاتی۔ ایک بار ہمیں یاد ہے کہ ایک بیرک میں اچانک آگ لگی اور دیکھتے دیکھتے ساری بیرکیں اس کی زد میں آگئیں۔ خشک سرکنڈے کی چھتیں اور اندر پرالی۔ چشم زدن میں ساری بیرکیں راکھ کا ڈھیر بن گئیں۔ مگر کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ خدام نے تگ و دو کر کے آگ بجھائی۔ اگلے روز پھر چھتیں ڈال دی گئیں۔ جلسہ کا انتظام جاری رہا۔ ہم نے شعلوں کی لپکتی زبانیں دیکھیں تو بہت خوف آیا۔ مگر کام کرنے والوں کے حوصلے بلند تھے کوئی زیادہ فرق نہیں پڑا۔ بعد میں جلسہ سالانہ کے موقع پر چنیوٹ یا سرگودھا کی میونسپل کمیٹیوں سے فائر بریگیڈ کی گاڑیاں عاریتاً منگوائی جاتیں اور جلسہ کے دنوں میں ربوہ میں موجود رہتیں۔ ہم نے کبھی انہیں استعمال ہوتے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو ہمیشہ ہر قسم کی آگ سے محفوظ ہی رکھا ہے۔ الحمدللہ!

ڈاک خانہ بھی ایک کچی عمارت میں تھا۔ اس میں پوسٹ ماسٹر ایک صاحب برج لال شاہ تھے۔ ہم لوگ حیران ہوا کرتے تھے کہ یہ عیسائی ہو کر ''شاہ'' کیوں کہلاتے ہیں؟ پھر سوچا برنارڈ شا کی طرح کے شا ہوں گے۔ بڑے نستعلیق آدمی تھے۔ صاف ستھرے کپڑے پہنتے۔ خاکی رنگ کی زین کے کپڑے۔ سر پر سولا ہیٹ' میاں منور احمد صاحب جب ربوہ کی نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی کے سربراہ تھے۔ کمیٹی کی طرف جاتے تو برج لال شاہ صاحب ہیٹ اتار کر انہیں سلام کیا کرتے تھے۔ کمیٹی کا ایک دو کمروں کا دفتر ڈاک خانہ کے ساتھ ہی تھا۔ اپنے حاجی برکت اللہ صاحب بعد میں ربوہ کے پوسٹ آفس میں آئے یا شاید اس وقت بھی موجود ہوں ہمیں علم نہیں۔ ان کے صاحبزادے مطیع اللہ درد سے کالج کے زمانہ میں دوستی اور مدیرانہ رفاقت شروع ہوئی۔ ''المنار'' (تعلیم الاسلام کالج کا مجلّہ۔ ''المنار'' ۔ مدیر) میں ہم اکٹھے رہے۔ مطیع اللہ درد انگلستان چلے گئے اور وہیں کہیں غائب ہو گئے۔ مدتوں سے ملنا ملانا نہیں ہوا۔ خدا کرے خیریت سے ہوں۔ حاجی برکت اللہ صاحب کے دوسرے صاحبزادے رفیع اللہ ٹیلیفون کے محکمہ میں تھے اب بھی شاید ہوں۔ حاجی صاحب بھی ریٹائر ہونے کے بعد ایک سب پوسٹ آفس بنا کر کام میں مصروف رہے۔ معلوم نہیں حیات ہیں یا گذر گئے۔ خوب آدمی تھے۔ غالباً مولانا درد صاحب کے عزیزوں میں سے تھے یا شاید بھائی تھے۔ واللہ اعلم بالصواب

بسوں کا اڈہ مدتوں' قصر خلافت اور الیبت مبارک کے پاس رہا۔ جہاں گھاس کے سرسبز و شاداب قطعات کے دائیں بائیں والی سڑکیں ملتی ہیں۔ ایک کونے پر اڈہ تھا دوسرے کونے پر مہمان خانہ' دارالضیافت بھی اب نئی جگہ پر بنا ہے پہلے اڈہ کے عین ساتھ تھا اب جہاں الیبت المبارک کے صحن کے آگے کا وسیع میدان نظر آتا ہے یہاں مہمان خانہ تھا کہ مہمان بس سے اتر کے سیدھے مہمان خانہ میں پہنچیں۔ الیبت المبارک والا گیٹ بھی بعد میں بنا ہے۔

حضرت صاحب پر قاتلانہ حملہ ہوا تو غالباً عصر کی نماز کا وقت تھا۔ ایک شخص خدا معلوم کس طرح عین حضرت صاحب کے پیچھے نماز میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک تیز چاقو اپنی چادر میں چھپا رکھا تھا۔ پہرے داروں کو اس کی حرکات پر ذرا بھی شبہ نہ ہوا۔ نماز کے بعد جب حضرت صاحب جھکے جوتے پہننے کی خاطر' اس شخص نے عین گردن پر چاقو سے حملہ کر دیا چاقو گردن میں گہرا پیوست ہو گیا۔ خون کے فوارے چھوٹ پڑے۔ ہمارے ... کے پی۔ ٹی ماسٹر غلام مرتضیٰ صاحب اتفاق سے اس وقت موجود تھے آپ نے لپک کر حملہ آور کو قابو کیا۔ ان کے سارے کپڑے حضرت صاحب کے خون سے سرخ ہو گئے۔ بہرحال حضرت صاحب اندر تشریف لے گئے۔ اس قاتلانہ حملہ کی خبر جنگل کی آگ کی طرح شہر میں پھیل گئی۔ سب لوگ قصر خلافت کی طرف لپکے۔ حملہ آور کو قابو کیا گیا تو حضرت صاحب نے فرمایا اس کی پوری حفاظت کریں اسے کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ یہی وجہ تھی کہ کسی نے اس بدقسمت شخص کو کچھ نہیں کہا ورنہ لوگ اس کی تکہ بوٹی کر دیتے۔ ہمیں اتنا یاد ہے کہ اس وقت حضرت صاحب کا ایک پیغام جماعت کے نام پڑھ کر سنایا گیا اور بعد میں الفضل میں بھی چھپا۔ اس دردناک پیغام میں بھی حضرت صاحب نے یہی کہا تھا کہ جماعت کو حوصلہ مندی کے ساتھ اس صورت حال کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ پیغام کی

ساری باتیں تو اس وقت ذہن میں نہیں مگر اس کا لب لباب یہ تھا کہ اگر تو میرا وقت مقدر آگیا ہے تو جماعت کو حوصلہ کے ساتھ جماعت کے نظام کے ساتھ وابستہ رہنا چاہئے کیونکہ افراد کو تو بہرحال مرنا ہی ہوتا ہے جماعتیں نہیں مرا کرتیں۔ میں یہ ساری تفصیلات اپنی یادداشت کے زور سے لکھ رہا ہوں اس لئے ہو سکتا ہے حضرت صاحب کے پیغام کے اصل الفاظ سے کچھ اختلاف ہو لیکن اتنا یقین ہے کہ ان الفاظ کا یہی مطلب بنتا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ربوہ والوں کے لئے خاص طور سے وہ وقت بڑا کڑا تھا۔ ہمیں یاد ہے حضرت صاحب کی صحت کے بارہ میں روز بلیٹن شائع ہوتے تھے۔ دعاؤں کی تحریک ہوتی تھی اور لوگ رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ ساری جماعت از حد بیقرار تھی۔ ربوہ کے در و دیوار سے اداسی ٹپکتی تھی۔ حضرت اماں جان کی وفات کے وقت جو نظارہ دیکھا اسی قسم کی کیفیت سامنے آرہی تھی مگر اللہ کا فضل ہوا اور حضرت صاحب ٹھیک ہو گئے۔ حملہ آور کو اقدام قتل کے جرم میں پانچ یا چھ برس کی قید ہوئی۔ اس وقت ساری جماعت کو احساس ہوا کہ امام کا وجود جماعت کے لئے کیا ہوتا ہے؟ حضرت صاحب نے تقریباً نصف صدی تک جماعت کی رہنمائی فرمائی۔ اس عرصہ میں دو نسلیں پیدا ہوئیں۔ بڑی ہوئیں اور بوڑھی بھی ہو گئیں۔ اس لئے حضرت صاحب کا وجود ہی جماعت لگتا تھا۔ انہی دنوں ایک فتنہ منافقین بھی جماعت میں برپا ہوا۔ اس فتنہ کی باگ تو بعض بڑے منافقین کے ہاتھوں میں تھی مگر ان لوگوں نے چھوٹوں کو آگے کر رکھا تھا۔ اس فتنہ کی سرکوبی کا حال بھی ہمیں خوب یاد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جماعت کو اس فتنہ سے بچا لیا۔ حضرت صاحب نے جس حکمت سے اس فتنہ کا استیصال کیا اس سے جماعت کے اندر یہ بات بھی راسخ ہو گئی کہ ان کی قیادت کیسے زیرک اور اولوالعزم امام کے ہاتھ میں ہے۔ اس فتنہ کے بعد خدام اور اطفال اور انصار کے عہدوں میں خلافت کے ساتھ ناقابل شکست تعلق امام وقت کی ہر معروف امر میں اطاعت کرنے کے الفاظ شامل کئے گئے۔ پہلے یہ الفاظ اس صورت میں موجود نہیں تھے۔

ہم لوگ محلہ الف سے اٹھ کر محلہ دارالرحمت وسطی والے مکان میں آ گئے۔ ساتھ پھوپھاجی کا ایک کمرہ کا مکان تھا اندر سے صحن ایک ہی تھا اس لئے باہر سے مکان بڑا لگتا تھا۔ ہمارے اپنے گھر میں تایا جی محمد خان، امی ابا، تین بہنیں، تین بھائی۔ سب کی سمائی تھی۔ پھر دوسرا کمرہ بنا۔ اس وقت شاید ایف اے کا امتحان دے رہے تھے۔ ربوہ میں بجلی آ گئی تھی مگر ہمارے گھر تک نہیں پہنچی تھی۔ بجلی کے محکمہ میں مکرم احمد زمان صاحب تھے اب ان کی اولاد جرمنی میں بیٹھی ہے۔ سید سجاد حیدر شاہ صاحب تھے ان کی اولاد بھی ہماری شاگرد ہوئی۔ نعیم حیدر کسی ڈائجسٹ میں کام کرتا تھا خدا معلوم کہاں ہے اور کہاں ڈائجسٹ ہو گیا ہے۔ اس کا ماموں سید ارشاد علی شاہ ہمارا کلاس فیلو تھا۔ اس کے نانا سید سمیع اللہ صاحب ہمارے استاد تھے۔ اللہ بخشے خوب آدمی تھے۔

خدا خدا کر کے بجلی ہمارے گھر تک بھی پہنچی مگر صرف روشنی کے لئے استعمال میں آتی تھی۔ پنکھے چلانے کا رواج بعد میں آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے گھر میں ائرکنڈیشنز بھی لگے۔ مگر وہ وقت بھی گذر ہی گیا۔ ربوہ میں بجلی کی وہ آنکھ مچولی رہتی تھی کہ پناہ بخدا۔ پہلے پہل میاں مظفر احمد صاحب نے اصرار کر کے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ہاں ائرکنڈیشنز لگوایا۔ سنا ہے ربوہ میں بجلی کی آنکھ مچولی اسی طرح جاری ہے۔ شاید آپ کو ضمیر جعفری صاحب کا ہمارا ہی سنایا ہوا شعر یاد ہو۔

یا الہ العالمین کوئی خوشی خالص بھی دے
برق پیدا کی ہے تو پھر واپڈا پیدا نہ کر

مگر جناب بجلی اور پانی ہے تو واپڈا تو ہوگا! کما لافغان کا ڈر ہے۔ کما افغان تو ہوگا۔ ہم بجلی کا ذکر کرتے ہوئے بجلی کی سی تیزی سے دوسری طرف مڑ گئے۔ یہ خیال نہ آیا کہ ربوہ کے ذرائع مواصلات کا تو ذکر کیا نہیں۔ آج لوگ اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ کسی زمانہ میں ربوہ میں کوئی تانگہ نہیں تھا اور تانگہ اس لئے نہیں تھا کہ کوئی سڑک ہی نہیں تھی۔ ہاں رستے ہموار کئے گئے تھے۔ رفتہ رفتہ ان ہموار راستوں پر بجری ڈالی گئی پھر پکی سڑکیں تو کہیں ساٹھ کی دہائی میں آکر بنی ہیں۔

بسوں کا یہ عالم تھا کہ اکا دکا بسیں چلتی تھیں اور وہ بھی گیس پلانٹ سے۔ گیس پلانٹ بالکل ویسا ہی گیس پلانٹ تھا جیسا آج کل ویلڈنگ کرنے والوں کے گیس پلانٹ ہوتے ہیں۔ بس کے پیچھے جہاں آج کل لڑکے لٹکے ہوتے ہیں وہاں وہ پلانٹ لگا ہوتا تھا۔ اس میں آگ جلتی تھی اور کسی خاص کیمیکل سے گیس پیدا کی جاتی تھی جو انجن کو توانائی مہیا کرتی تھی۔ کونسی گیس تھی؟ ہمیں پتہ نہیں کیونکہ ہم سائنس کے باب میں کورے کے کورے ہیں۔ ویسے ہمارا خیال ہے ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد صاحب کو خیال نہ رہا کہ ایک آدھ نسخہ ریکارڈ کے لئے بھی سنبھال لینا چاہئے مگر انہیں کیا خبر تھی کہ ہم ان سے پانچ دہائیوں کے بعد بسوں کو چلانے والی گیس کا نسخہ پوچھ لیں گے؟

دو بس کمپنیاں متروکہ املاک میں شمار ہوتی تھیں۔ ایک کا نام ہمالیہ ٹرانسپورٹ اور دوسری کا نیو سورج ٹرانسپورٹ۔ ہمالیہ کمپنی کا تو پتہ نہیں۔ ہمالیہ سے اتر کر کس کی گود میں گری۔ نیو سورج کمپنی نے نصرت ٹرانسپورٹ کمپنی کا نام اختیار کیا اور ملک فتح محمد خاں صاحب ٹوانہ ایم این اے کی ملکیت میں آگئی۔ ان دونوں بس کمپنیوں کی بسیں سرگودھا اور فیصل آباد کے درمیان چلتیں۔ یونائیٹڈ ٹرانسپورٹ ہمارے احمدی پراچگان کی ملکیت تھی اور لاہور اور بھیرہ کے درمیان چلتی تھی۔ اس کمپنی کا تخصص یہ تھا کہ لاہور تک اس کے سفر کا وقت مقرر تھا اس لئے یہ بسیں راستے میں زیادہ رکتی نہ تھیں۔ ایک اور ٹرانسپورٹ کمپنی لاہور کے کراؤن سینما والوں کی ملکیت تھی۔ کراؤن ٹرانسپورٹ۔ یہ بھی لاہور اور سرگودھا کے درمیان چلتی تھی۔ اس زمانہ میں لاہور کا کرایہ تین روپے تین آنے تھا۔ پھر ہمارے مرزا منیر احمد صاحب کی طارق ٹرانسپورٹ کمپنی سامنے آئی۔ اس کا روٹ بھی لاہور بھیرہ تھا۔ اس کمپنی کی خاص بات یہ تھی کہ لاہور اور سرگودھا کے درمیان کم سے کم وقت لیتی تھی مگر ہمیں تو ایک بار لے ہی بیٹھی تھی وہ تو اللہ کا فضل ہوا کہ ہم بچ گئے۔ یہ چھٹی دہائی کی بات ہے۔ ہم پی ایچ ڈی کے سلسلہ میں تین دن لاہور اور تین دن ربوہ میں رہتے تھے۔ قبلہ قاضی محمد اسلم صاحب نے اور ان سے پہلے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے ہمیں کھلی چھٹی دے رکھی تھی کہ ہم پی ایچ ڈی کے سلسلہ میں جتنی دیر تک چاہیں لاہور میں رک لیں۔ ہماری چھٹیوں پر یا ملازمت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ چنانچہ ہم جمعرات کی شام لاہور چلے جاتے۔ جمعہ ہفتہ اور اتوار وہاں ٹھہرتے' لائبریریوں میں تحقیق کا کام کرتے اور اتوار کی شام کو واپس ربوہ آجاتے۔ عموماً ہم وہاں سے شام کے سات بجے کی بس لیتے جو آخری بس ہوتی تھی۔ طارق ٹرانسپورٹ والوں کی یہ بس تاجر حلقہ میں بہت مقبول تھی۔ ہم تاجر تو نہ تھے مگر ہمیں یہ آخری بس بہت مناسب لگتی تھی کیونکہ سارا دن لائبریری میں کام کرنے کو مل جاتا تھا۔ ایسا ہی ایک سفر تھا۔ ہم آخری بس پر لاہور سے چلے۔ ربوہ کے درمیانی درہ کی چڑھائی چڑھتے ہوئے ڈرائیور سامنے سے آنے والی کسی بس یا ٹرک کی روشنی میں اندازہ نہ کر سکا اور بس پہلو کے بل الٹ گئی۔ نہ صرف الٹ گئی بلکہ دو چار لڑھکنیاں کھاتی ہوئی دور جا پڑی۔ ہم بائیں جانب بیٹھے تھے دائیں طرف بھاری تن و توش والے میانوالی کے تاجر تھے اور ان کا سامان۔ وہ سارا ہمارے اوپر آرہا حواس بجا رہے۔ الٹی ہوئی بس سے نکلے۔ لوگ باگ ہراساں تھے۔ مگر اللہ کا فضل تھا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ زخمی تو ہم بھی تھے مگر یہ تسلی تھی کہ ابھی کہیں سے ربوہ والے خدام دوڑتے بھاگتے آجائیں گے اور ہمیں ہسپتال پہنچا دیں گے۔ چنانچہ ہم ہسپتال پہنچائے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے دیکھا اور فرمایا بظاہر کوئی ہڈی وغیرہ نہیں ٹوٹی۔ ہم نے انہیں بتایا کہ سینہ میں بہت درد محسوس ہو رہی ہے۔ کہنے لگے کوئی بات نہیں حادثہ کا صدمہ ہے ٹھیک ہو جائے گا۔ ہم گھر پہنچ گئے۔ اگلے روز تکلیف بڑھ گئی دوبارہ ہسپتال پہنچے تو ایکسرے ہوا معلوم ہوا زیادہ نہیں بائیں طرف کی اوپر کی تین پسلیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ہمیں پلستر میں جکڑ دیا اور فرمایا بس اسی طرح یہ پسلیاں خود بخود جڑ جائیں گی جگہ ایسی ہے کہ اگر بوجھ نہ اٹھائیں تو دقت نہیں ہوگی۔ چلئے ہم کچھ دنوں کے لئے پابند بستر ہو گئے۔ اب بھی سرد ہوا چلتی ہے تو وہیں ٹیس سی اٹھتی ہے۔

اس ہمالیہ ٹرانسپورٹ کی ایک بس ایک بار ملک عمر علی صاحب کی کوٹھی والے درہ کے قریب الٹ گئی۔

دو چار جانیں بھی تلف ہوئیں۔ ہم نے وہ بس دیکھی تو بہت خوف آیا

بقیہ صفحہ 143 پر

مذہب کی اہمیّت اور ضرورت

مذہب کے متعلق چار اہم سوالات اور ان کے جواب

(از تحریرات حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی)

(نمبر۱):۔ مذہب راستہ کو کہتے ہیں۔ جس کے ذریعہ انسان منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ عقل اس ضرورت کو محسوس کرتی ہے کہ انسان کے مقاصد حیات میں سے جو بھی مقصد ہو اس تک پہنچنے کے لئے کوئی راہ جو ذریعہ حصول مقصد ہو ضرور ہونی چاہئے۔

(نمبر۲):۔ انسان اپنی زندگی کے قیام اور بقا کے لئے بہت سے اسباب اور سہاروں کا محتاج ہے۔ جس طرح انسان کا اپنا جسم مع ذرات جسم کے اور اس کی اپنی روح مع قویٰ و حواس کے اس کی اپنی پیدا کردہ نہیں اسی طرح وہ اسباب اور وہ سہارے کہ جن پر اس کی زندگی کے قیام و بقا کا مدار ہے وہ بھی اس کے اپنے پیدا کردہ نہیں اور نہ خرید کردہ ہیں اور نہ مانگ کر ہی اس نے لئے ہیں کیونکہ انسان کی پیدائش سے بھی پہلے کے یہ پیدا شدہ ہیں۔

(نمبر۳):۔ غور کرنے سے ہمیں نظام عالم میں ایک گہرا تعلق اور مضبوط رابطہ معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً آنکھ کا سورج سے تعلق ہے۔ کان کا فضا (ہوا) سے کیونکہ آنکھ بغیر سورج کی روشنی کے بے کار رہتی ہے اور کان بھی ہوا کے ذریعہ ہی کلام سنتے ہیں اور پھیپھڑے اور قلب کے لئے ہوا باعث حیات ہے۔ ایسا نظام کامل جو علم اور قدرت کے انتظام کا مقتضی ہے ایک ہستی کے وجود کی ضرورت کو ظاہر کرتا ہے جو کامل علم قدرت والی اور ہر پہلو سے اپنی شان میں بے نظیر اور بے مثال ہو۔

(نمبر۴):۔ انسان خود تو اپنے ارادہ اور اپنے اختیار سے پیدا نہیں ہوا کہ اپنی زندگی کا مقصد خود مقرر کر سکے بلکہ انسانی زندگی کا مقصد مقرر کرنا اسی کا حق ہے کہ جس نے اسے پیدا کیا ہے۔

(نمبر۵):۔ انسان اپنے حوائج کے لئے ذرہ ذرہ کا محتاج ہے جو اس کے خالق نے اس کی پیدائش سے بھی بہت پہلے پیدا کر دیئے ہیں۔ کائنات عالم کے تمام ذرات اور ان کے خواص کا اس کی خدمت کو بجالانا اس کے پیدا کرنے والے کی ان گنت نعمتوں میں سے ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ انسان کا خالق اس کے لئے کتنا بڑا محسن ہے اور محسن کے احسانات کی حسب منطوق جُبِلَتِ الْقُلُوبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا کہ دل احسان کرنے والے کی محبت کے احساس پر پیدا کئے گئے ہیں۔ قدر کرنا اور اس سے محبت کرنا اس کا فطری مذہب ہے۔

(نمبر۶):۔ انسان اگرچہ اپنی فطرت کی رو سے عقل اور علم و عرفان کے حصول کیلئے اپنے اندر اعلیٰ استعداد رکھتا ہے لیکن جس طرح وہ جسمانی نشوونماء اور ظاہری تربیت کیلئے والدین اور دوسرے اسباب کا محتاج ہے اور جس طرح باوجود عقل اور علم رکھنے کے ایک بی۔اے اور ایم۔اے کی قابلیت کا انسان باوجود روشن دماغ اور چشم بینا کے زمینی راستے جو آنکھ کو نظر آتے ہیں اور بدیہیات اور مشاہدات کی چیز معلوم ہوتے ہیں۔ جب تک واقف انسان نہ بتائے خود بخود معلوم نہیں کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ جن چیزوں کے انسان نام سیکھتا ہے یا علوم حاصل کرتا ہے خواہ وہ طب ہو خواہ فلسفہ اور حکمت یا ریاضی اور تواریخ وغیرہ ہو ان کے حصول کیلئے استادوں کی تعلیم اور رہنمائی کا محتاج ہے اور جو کچھ اس نے سیکھا ہے اگر استادوں سے نہ سیکھتا تو خود بخود اسکا سیکھنا اس کیلئے سخت مشکل اور دشوار ہوتا بلکہ وہ زبان اور نطق و گویائی جس کے ذریعے انسان پوچھ کر علم حاصل کرتا ہے اگر

اسے یہ بولی اور زبان سے کلام کرنا بھی دوسروں کے ذریعے حاصل نہ ہوتا تو اکبر بادشاہ کے گنگ محل کے آزاد طبع انسانوں کی طرح صرف حیوانوں کی آواز اور شور و غوغا سے بڑھ کر اور کچھ جوہر ظاہر نہ کر سکتا۔

قاعدہ کے حروف سمجھنے تک تو یہ عاجز انسان استاد کی رہنمائی کا محتاج ہے تو پھر روحانی اور عرفانی اور ربانی علوم کے لئے روحانی استادوں اور معلموں کی تربیتی ضرورت کا کیونکر محتاج نہ ہوگا۔

(نمبر۷):۔ عقل بھی آنکھ کی طرح بے شک مفید چیز ہے لیکن جس طرح آنکھ اندھیرے میں کچھ نہیں دیکھ سکتی اور خارجی روشنی کے بغیر خواہ کس قدر ہی بینا کیوں نہ ہو۔ ہرگز دیکھ نہیں سکتی بلکہ اندھے کی آنکھ کے مشابہ ہے۔ اسی طرح عقل کا حال ہے کہ اس کے لئے مذہبی اور روحانی علم کے بغیر جو الہام الٰہی کے ذریعہ خدا کی طرف سے مختلف مدارج کی روشنی رکھتا ہے صحیح ادراک کرنا اور یقینی معلومات تک خود بخود پہنچنا ناممکنات سے ہے۔

(نمبر۸):۔ عقل کی مثال آنکھ کی ہو تو الہامی نور اور مذہبی روشنی دور بین کے شیشے کے مشابہ ہے اور ظاہر ہے کہ جو کچھ انسان خورد بین اور دور بین کے شیشہ کے ذریعہ باریک سے باریک اور دور سے دور چیز دیکھ سکتا ہے وہ محض آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ یہی بات اپنی مثال میں انوار نبوت و رسالت سے تعلق رکھتی ہے کہ جو کچھ خدا کا نبی اور رسول وحی نبوت و رسالت کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے وہ دنیا کے دانشمند اور عقلاء محض عقل و دانش سے ہرگز نہیں دیکھ سکتے اور نہ عقل کے ذریعہ انکشاف حقائق میں علم کا وہ یقینی مرتبہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جو انوار نبوت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

(نمبر۹):۔ خدا کے نبی اور رسول جو خدا کی طرف سے آئے اور اب تک آتے رہے خواہ وہ مختلف زمانوں میں آئے اور مختلف ملکوں اور زبانوں میں یا مختلف قوموں میں آئے مگر سب کے سب حسب منطوق وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ اور ضرور ہم نے ہر قوم میں رسول یہ تعلیم دیکر بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور باطل معبودوں سے بچو توحید الٰہی کی تعلیم لیکر آئے اور سب نے اپنی اپنی قوم کے آگے لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم کو پیش کیا لیکن جہاں عقل نے اپنے ڈھکوسلوں سے کام لینا شروع کیا توحید کے عقیدہ کو بگاڑنے کے ساتھ کسی قوم نے اہرمن اور یزدان دو خداؤں کی پرستش کرائی کسی قوم نے تثلیث کا باطل عقیدہ منوا کر ضلالت کے گڑھے میں گرایا۔ کسی قوم کو عناصر کی پرستش کسی کو اجرام سماویہ وارضیہ کی پرستش کرائی اور مشرک قوموں میں سے متفقہ طور پر کوئی قوم بھی ایک عقیدہ پر قائم نہیں پائی جاتی اور یہ افتراق اقوام عالم محض عقلی راہنمائی کے نتیجہ میں ظاہر ہو رہا ہے ورنہ انبیاء کی تعلیم صرف توحید پر دنیا کو قائم کرنے والی ہوتی ہے۔

(نمبر۱۰):۔ مادی عقل والوں کی عقلی تحقیق کا یہ حال ہے کہ حکمائے یونان اپنی تحقیق سے زمین کو ساکن اور آسمان کو دولابی صورت میں چکر کھانے والا اور کواکب کو کوئیں کی ٹنڈوں اور ڈولوں کی طرح آسمان سے پیوست شدہ مانتے رہے اور بعد کے حکماء کی جدید تحقیق نے اس تحقیق کو غلط قرار دیکر اس پر پانی پھیر دیا اور موجودہ سائنس دانوں نے تجارت اور مشاہدات کی باریکیوں سے جہاں اپنی مادی عقل سے بال کی کھال اتار کر دکھائی اور سائنس کی موشگافیوں سے صنائع جدیدہ کا دروازہ کھول کر سٹیمر، ہوائی جہاز، ریل، تار برقی، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ ایجادیں کیں وہاں اسی مادی عقل نے دنیا کا امن برباد کرنے کے لئے ہوا و ہوس کے بندوں سے آتشبار بم اور خونریز آتشی اسلحہ سے ملکوں کے ملک اور شہروں کے شہر ویران اور کھنڈرات بنا دیئے اور قوموں کو حربی جہنم کا ایندھن بنا کر راکھ کر دیا۔

(نمبر۱۱):۔ عقل انسانی صرف مادی قوانین ناقص طور پر تیار کر سکتی ہے جن کی خرابیوں کے نتائج آئے دن دنیا کی اقوام کو بھگتنے پڑتے ہیں اور ان میں تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں پس اس کے لئے کسی ایسے ضابطہ اور مجموعہ قوانین کی ضرورت ہے جو تمام انسانی ضروریات کے مطابق ہو اور انسانی تنگ خیالی اور تنگ نظری سے مبرا ہو۔

(نمبر۱۲):۔ انسانی قوانین کی گرفت کا خطرہ تمام لوگوں کو ہر وقت خلوت اور جلوت میں بدیوں اور بداخلاقیوں سے روکنے میں بالکل ناکام و ناکارہ ثابت ہوا ہے مگر روحانی ضابطہ ہر حالت میں انسان کو بدیوں سے روکتا ہے اور اس بارے میں کامیاب ثابت ہوا ہے لہٰذا ضرورت مذہب ثابت ہے۔

اب ذیل میں ان سوالات کے جوابات درج کئے جاتے ہیں جو

بالعموم مذہب کے متعلق کئے جاتے ہیں۔

سوال:۔ کیا مذہب انسان کی عقل کو کند کرتا ہے؟۔

جواب:۔ (۱) عقل آنکھ کی طرح ہے۔ کیا آنکھ کو ظاہری روشنی یا سرمہ بصارت افزاء یا دور بین اور خورد بین کا شیشہ کند کرتا ہے یا تیز کرتا ہے پس جس طرح کا فائدہ آنکھ کو خارجی نور اور روشنی اور خورد بین اور دور بین کے شیشہ وغیرہ کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے اسی پر مذہب اور الہام کا فائدہ عقل کی نسبت قیاس کر لینا چاہئے۔

(۲):۔ اسلامی پیشگوئیاں جو نبی اسلام اور مسیح...(موعود۔) کے ذریعہ آج تک ظہور میں آئیں اور باوجود اسباب مخالفہ اور حالات نامساعدہ اور عقلی استدلالات کے مایوس کن فتوؤں کے .... نبی اور مسیح موعود کی کامیابیوں اور پیشگوئیوں کا وقوع میں آنا اور بالکل حرف بحرف اور لفظ بلفظ پورا اترنا عقول بشریہ سے یہ بالا تر واقعات صاف بتاتے ہیں کہ مذہبی الہام عقلی آنکھ کو تیز کرنے والی چیز ہے کیونکہ عقل کا منبع مشاہدات اور تجارب تک محدود ہے لیکن مذہب حق کی الہامی روشنی کا منبع قانون نیچر سے بالا خدائے علیم کا علم اور کلام ہے۔

(۳):۔ نبی کی بعثت سے پہلے لوگ منتشر ہوتے ہیں اور حقیقی اتحاد اور وحدت اور سچی ہمدردی جو نبی کے ذریعہ اس کی جماعت میں پیدا ہوتی ہے اس کی مثال دنیا میں مفقود ہوتی ہے یہ نظام وحدت بھی عقلی تدابیر سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مذہبی تعلیم اور الہامی رہنمائی کے ذریعہ یہ نمونہ پیدا ہوتا ہے ہر ایک رسول جو صاحب سلسلہ کی حیثیت میں آیا جس کی سخت سے سخت اور شدید سے شدید مخالفتوں کے باوجود دنیا میں جماعت روحانی قائم ہوئی اور وہ اپنے مخالفین پر آخر غالب ہوا اور مادی عقل والے اور مادی عقل کی تدبیروں کو عمل میں لانے والے ہی اس کی جماعت کے مقابل مغلوب ہوئے۔ کیا اس سے سمجھ میں نہیں آتا کہ عقل کے مقابل الہامی بصیرت بڑھ کر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مثیل موسیٰ یعنی آنحضرت ﷺ جس بے کسی اور بے سروسامانی کے ساتھ دنیا میں آئے اور دعویٰ نبوت کو خدا کی طرف سے پیش کرنے والے ہوئے مادی عقل کی رہنمائی میں سوچ کر واقعات پر نگاہ ڈال کر نتائج اخذ کرنے والا کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ ایسی بے سروسامانی کے ساتھ نبوت کے مدعی اور منجاب اللہ تبلیغ رسالت کرنے والے بھی دنیا میں جماعت بنا سکیں گے۔ اور ان پر کوئی ایمان لا سکے گا اور پھر اپنے باسروسامان دشمنوں اور مخالفوں پر باوجود ان کی دنیوی حشمت اور شوکت و جلال کے جو فوجوں اور لشکروں کی عظمت کے ذریعہ ہیبت اور وحشت پیدا کرنے والی تھی کبھی موسیٰ فرعون اور فرعونیوں پر غالب آسکے گا اور مثیل موسیٰ یعنی رسول عربی صلعم کو کبھی ایسی قوت اور طاقت حاصل ہو سکے گی کہ جس سے آپ تمام عرب پر ہی نہیں بلکہ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر غالب آجائیں گے اور ایسا اتفاقی طور پر نہیں ہوا بلکہ اپنی بے سروسامانی کی حالت میں قبل از وقت تحدی کے ساتھ اپنے غلبہ اور اپنے دشمنوں کی شکست اور تباہی کا اعلان بھی کر دیا۔ کیا اس سے صاف طور پر سمجھ دار انسان اس بات کو سمجھ نہیں سکتا کہ مذہبی تعلیم اور الہامی بصیرت کا مرتبہ مادی عقل سے بہت بڑھ کر ہے اور یہ کہ عقل کو مذہب کند کرنے والا نہیں بلکہ تیز کرنیوالا اور اس کی بینائی و بینش کو اور بھی ترقی دینے والا ہے۔

(۴):۔ عرب کے لوگوں کو دنیا وحشی اور حیوانوں سے بڑھ کر نہیں سمجھتی تھی پھر آنحضرت ﷺ کے مبعوث ہونے پر آپ کے شرف اتباع اور آپ کی تعلیم سے مسلمانوں کے دل اور دماغ میں ایسی اعلیٰ درجہ کی روشنی پیدا ہوئی کہ وہ لوگ ہر طرح کے علوم و فنون میں دنیا کے استاد مانے گئے۔ حضرت عمرؓ جیسے شخص نے جو قبل از قبول اسلام اونٹوں کا چرواہا تھا اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے قلب صافی اور روشن ضمیری اور تیزی ذہانت میں وہ ترقی اور کمال حاصل کیا کہ اپنے چند سالہ دور خلافت میں اپنی سیاست کی حیرت انگیز بوقلمونیوں سے دنیا کی کایا پلٹ دی اور ایک نیا جہان اپنے نظام نو سے پیدا کر دیا اور آپ کے کارنامے جو حسن تدابیر سے آپ کی کامیاب خلافت کو چار چاند لگائے ہوئے ہیں آج یورپ والے جو دنیوی اور سیاسی عروج کے اعلیٰ مینار پر اپنے تئیں سمجھے بیٹھے ہیں کیا یہ تمام مادی عقل والے بہت سے سیاسی مسائل میں حضرت عمرؓ کی خوشہ چینی کرنے والے نہیں ہیں۔ کیا مذہب جس نے حضرت عمر فاروقؓ کی دینی و دنیوی حسن تدابیر میں زمانہ کا یکتا بنا دیا اس نے اس مذہبی انسان کی عقل کو کند بنا دیا یا ترقی دے کر اور بھی تیز کر دیا پس حقیقت یہی ہے کہ مذہب عقل کو کند نہیں کرتا بلکہ اور بھی تیز بنا دیتا ہے۔

دوسرا سوال:۔ کیا مذہب دنیا میں لڑائی اور

فساد کا باعث ہے؟

جواب:۔ حقیقی امن بغیر صحیح مذہب کی تعلیم پر عمل کرنے کے دنیا کو کبھی حاصل نہیں ہوا کیا صحف انبیاء مثلاً تورات و انجیل کی تعلیم فساد اور لڑائی کی تعلیم دیتی ہے۔ جس میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی تیرے داہنے گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے پھر قرآن مجید کی کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ جس کا مقابلہ کوئی تہذیب و سیاست نہیں کر سکتی۔ بطور نمونہ صرف ایک آیت ہی ملاحظہ ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ وَ إِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ یقیناً اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل و انصاف اور احسان اور قریبی رشتہ داروں جیسا سلوک کرنے کا اور روکتا ہے بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے۔ پس عدل و احسان اور فطری ہمدردانہ سلوک پر عمل کرنا اور ذاتی بدی جو بدکار کی طرف سے کسی دوسرے تک اثر انداز ہوتی ہے اور المنکر کے نام سے موسوم ہے اور پھر وہ بدی جو اپنے محسنوں اور پاسبان حکومتوں اور امن کے حامیوں کے خلاف کی جاتی ہے ان سے خود بھی مجتنب رہنا اور دوسروں کو بھی مجتنب رکھنا یعنی عدل و احسان اور فطری ہمدردی کا سلوک دنیا میں عمل میں لانا اور فحشاء اور منکر اور بغی سے بچنا اور بچانا یہ چھ امور یا یہ چھ خصائل ایسے ہیں کہ اگر دنیا میں امن کی تعلیم جو امر و نہی کی صورت میں پیش کی گئی ہے رواج پذیر ہو جائے تو ہر طرف ہر ملک میں اور ہر قوم میں امن ہی امن قائم ہو جائے۔ دنیا میں ہزاروں لاکھوں عقلمند اور علم والے اگر کسی مجلس میں باہمی مشورہ اور رائے صائب سے زیادہ سے زیادہ تدبر اور غور کے بعد بھی امن عالم کے لئے کوئی قانون پاس کریں یا تعلیم رائج کریں تو قرآن کریم کی اس مختصر اور جامع مانع اور کامل تعلیم سے بڑھ کر نہ پیش کر سکیں گے۔

دنیا میں بدامنی عدل کی ضد یعنی ظلم سے ہوئی یا محسن کشی سے جو احسان کی ضد ہے یا والدین اور محسن حکومت کی بغاوت سے جو ایتاء ذی القربیٰ کی ضد ہے اگر یہ اضداد دور ہو جائیں تو پھر امن کی صورت ضرور پیدا ہو جائیگی اور اگر لف و نشر کے رو سے بصورت عکس دیکھا جائے تو فحشاء عدل کی ضد ہے اور منکر احسان کی اور بغی ایتاء ذی القربیٰ کی۔

دنیا میں جب بھی امن کی کامل اور صحیح طور پر صورت پیدا ہوئی تو خدا کے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ ہی پیدا ہوئی۔ تاریخ کے صفحات سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ عرب میں رسول عربی ﷺ کی بعثت سے پہلے قوم عرب کن حالات میں سے گذر رہی تھی آیا امن میں یا فساد میں اور پھر آنحضرت صلعم کے ذریعہ پیدا شدہ جماعت نے بلحاظ امن کے کیسے اچھے حالات پیدا کئے پھر دنیا جانتی ہے کہ نبیوں رسولوں کی اتمام حجت کے بعد حسب دستور سنت الیہ ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا یعنی ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ رسول مبعوث نہ کرلیں۔ شریر مخالفوں کی تباہی اور ہلاکت کے لئے ضرور عذاب آیا کرتے ہیں چنانچہ قوم نوح قوم ہود قوم صالح قوم لوط قوم شعیب اور فرعونیوں پر عذاب آئے اور وہ عذاب اور ہلاکتیں اسی لئے موجب تباہی بنیں کہ نبیوں اور رسولوں کے مقابلہ میں شرارت کرنے والوں نے ہر طرح سے امن کو برباد کرنے کی کوشش کی اور انہوں نے درندہ ہو کر چاہا کہ زمین پر درندوں کا ہی قبضہ رہے اور خدا کے نیک اور امن پسند بندے زمین سے نابود کر دیئے جائیں۔ اس صورت میں خدا نے رسولوں کے ذریعہ ان شریروں کو پہلے بہت کچھ سمجھایا۔ لیکن جب وہ نہ سمجھے اور نہ شرارت سے ہی باز آئے تو خدا نے اپنے تباہ کن عذابوں سے اس گندے عنصر کو مٹا کر دنیا میں امن قائم کیا۔ پھر خدا کے رسولوں کو ماننے والی اور ان کی تعلیم پر چلنے والی جماعت ہمیشہ ہی محفوظ رہی ان شریروں سے بھی اور خدا کے عذابوں سے بھی نوح کی جماعت کے لوگ جو مومن تھے کشتی کے ذریعہ امن میں رہے اور خدا نے ان کی حفاظت فرمائی۔ اسی طرح ہود' صالح وغیرہ رسولوں کی جماعت کو بھی ہر طرح امن حاصل رہا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کے رسولوں کے ذریعہ مذہب کا اور مذہبی تعلیم کا دنیا میں پیش کیا جانا امن اور سلامتی کا باعث ہے نہ کہ فساد اور بدامنی کا اور عذاب صرف اور صرف لامذہبیت کے نتیجہ میں ظاہر ہوئے ہیں۔

(۲):۔ مذہب اور مذہبی تعلیم اور الہام الٰہی کا مسئلہ جو ازمنہ ماضیہ اور قرون سابقہ کی بات ہے شاید کوئی اسے فسانہ بے حقیقت اور داستان بے معنی خیال کرے لیکن موجودہ زمانہ کے حالات اور واقعات جو بصورت مشاہدہ ثابت کے مستحق ہیں ان سے کسی کو کیا انکار ہو سکتا ہے۔ حضرت سیدنا مسیح موعود و مہدی موعود اور موعود اقوام عالم اسی

دور جدید میں مبعوث فرمائے گئے آپ نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر ساری دنیا کے لئے یہ اعلان کیا کہ۔

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

اسی طرح آپ نے یہ محبت بھرا پیغام بھی دیا کہ

امن است در مقام محبت سرائے ما

یعنی ہمارے مقام محبت سرائے میں ہر طرح امن ہی امن ہے۔ ہاں جو لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے بربادی اور تباہی کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے آپ نے انہیں بھی خبردار کرتے ہوئے الہاماً فرمایا۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔"

دنیا کا لفظ بتاتا ہے کہ آپ کا نبی اور نذیر ہو کر آنا ساری دنیا کے لئے ہے اور دنیا کا آپ کو قبول نہ کرنا بلکہ رد کرنا یہ بغاوت اور مخالفت پر دلالت کرتا ہے اور نبی اور نذیر کا لفظ بتاتا ہے کہ نبوت کے ذریعے آپ تمام دنیا کی قوموں کیلئے انذاری پیشگوئیاں بھی کریں گے اور تبشیری بھی کیونکہ نبی بشیر بھی ہوتا ہے اور نذیر بھی۔ اپنے لئے اور اپنی جماعت کیلئے جو آپ پر ایمان لاتا ہے حفاظت اور ترقی کی بشارتیں دینے والے اور اپنے مخالف کافروں اور شریر منکروں کیلئے عذابوں اور تباہی کی خبریں دینے والے اور انہی انذاری نشانات کے وقوع کو خدا کے زور آور حملوں کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے اور ان کی اصل غرض خدا کی قبولیت کا اظہار ہے جس سے یہ ثابت ہوگا کہ آپ نعوذ باللہ مفتری اور کاذب اور مردود نہیں بلکہ خدا کے مقبول اور سچے نبی اور رسول ہیں چنانچہ ہزار ہا قسم کے نشان آپ کی پیشگوئیوں کے مطابق ظاہر ہوئے اور لاکھوں سعید روحیں آپ پر ایمان بھی لائیں اور مادی دنیا کے طالبوں اور پرستاروں کو ضلالت اور گمراہی کے تباہ کن اتھاہ سمندر سے ہدایت اور سلامتی کے کنارے پر پہنچانے کی غرض سے عتابات اور تنبیہات کے لئے ہولناک اور دہشت انگیز عذابوں کی صورت بھی پیدا کی گئی جو بروں کو مٹانے اور آئندہ بدی کے بیج کو اکھیڑ دینے کے لئے تھیں۔ دنیا کی کوئی قوم بھی اپنی مادی تدبیروں کے ذریعہ ان عذابوں سے محفوظ اور مامون نہ رہی اور جو بجائے نقصان اور تنزل کے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی پر ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ وہ جماعت احمدی جماعت ہے۔ جس کی حفاظت اور امن اور ترقی کا واحد ذریعہ موجودہ زمانہ میں حضرت اقدس پر ایمان لانا اور آپ کی پیش کردہ تعلیم کے مطابق عقائد حقہ اور اعمال صالحہ کا نمونہ پیش کرنا ہے۔ آج بھی دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ مذہب سے بیزار ہونے والوں اور دہریت کو اختیار کرنے والوں نے مذہب اور مذہبی زندگی کو ترک کر کے کیا لیا۔

کیا موجود جنگیں دنیا کی مادی عقلوں اور سائنس دانوں کی تدبیروں کا نتیجہ نہیں۔ کیا یہ بدامنی اور تباہی مذہب کے نتیجہ میں ظاہر ہوئی یا مذہب کے ترک کرنے کے نتیجہ میں۔ کیا اس سے ظاہر نہیں کہ مذہب امن و سلامتی کا پیامبر ہے اور لامذہبیت امن عالم کو تباہ کرنے والی چیز ہے۔ یورپ اور مغربیت میں بلکہ دنیا بھر میں جب بھی امن قائم ہوگا مذہب کے ذریعہ ہوگا اور مذاہب عالم میں سے بھی مذہب......اور احمدیت کے ذریعے اور وہ وقت دور نہیں کہ زمانہ خود اس کی تصدیق کے سامان پیدا کرے گا اور نظام نو جو سراسر مذہب کی بنیادوں پر قائم کیا جائیگا۔ امن عالم کا ذریعہ بنے گا۔

مذہب کی وجہ سے مذہب کے اصولوں پر عامل ہوتے ہوئے کبھی فتنہ و فساد کی صورت پیدا نہیں ہوئی اس کی کوئی ایک مثال بھی مذہب کے مخالف پیش نہیں کر سکتے ہاں ہم یہ تسلیم کرتے ہیں مذہب کے نام پر لڑائیاں ضرور ہوئی ہیں مگر مذہب کو چھوڑ کر اور اس کی تعلیم کو پس پشت ڈال کر ایسا ہوا ہے اور اگر وہ لڑائیاں قابل اعتراض بتائی جائیں جو قیام امن کے لئے حاملین مذاہب نے کیں تو یہ چیز قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ یقیناً لائق صد تحسین ہے کہ دنیا میں امن قائم کرنے اور مظلوموں کو ظالموں کی چیرہ دستیوں سے بچانے کے لئے مٹھی بھر جماعتوں نے ہر زمانہ میں اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر زبردست جنگجو قوموں کا مقابلہ کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ کیا کوئی عقلمند اسے مذہبی لوگوں کے لئے باعث ملامت قرار دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

پھر معترضین حضرات ذرا اتنا تو سوچیں کہ اگر صرف مذہب کے نام پر چند خود غرض لوگوں کا ناجائز فعل مذہب کے نام پر دھبہ لگاتا ہے اور ان کے نزدیک یہ بات انہیں ترک مذہب پر آمادہ کرتی ہے تو کیا آئے دن جو دنیا داری کی خاطر کثرت سے نہ صرف جہلاء بلکہ بڑے بڑے

عقلاء اور مدبرین جو دنیا کی خاطر لڑائیاں کرتے ہیں۔ تو کیا وہ اس کی وجہ سے دنیا کو چھوڑ دیں گے۔ دیدہ باید

تیسرا سوال:- موجودہ زمانہ میں مذہب کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:- اگرچہ مذہب کی ضرورت ہر زمانہ کے لوگوں کو رہی ہے۔ لیکن میرے خیال میں مذہب کی ضرورت موجودہ زمانہ میں سب زمانوں سے زیادہ ہے اس لئے کہ مذہب کی صحیح اور اصل غرض خدا کا عبد اور مظہر بنانا ہے اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنا اخلاقی معیار بناؤ۔ زندگی کے ہر پہلو میں اختیار کرنا ہے۔ آج جو دنیا کی حالت ہے وہ کسی صاحب عقل و دانش سے مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اخلاق کو اختیار کرنا تو الگ رہا۔ خود اس کی ہستی سے ہی انکار کیا جا رہا ہے اور مذہب کی ضرورت اور شاندار اخلاقی تعلیم کو پس پشت ڈال کر محض اپنے عقلی ڈھکوسلوں کی پیروی پر لوگوں کو کمربستہ کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ انسانی فطرت کو جس چیز کی مدتوں سے تلاش تھی یعنی خدا تعالیٰ کی جستجو اور اس کی کامل محبت اور اخلاق کے اعلیٰ معیار کو قائم کرنا۔ وہ دنیا سے مفقود ہے۔ موجود زمانہ کے لوگوں نے صرف اپنے عقلی تجاویز کو ہی اپنی اخلاقی حالت کا معیار قرار دے رکھا ہے اور اس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ بعض بالکل عریاں قسم کے بے حیائی کے کام بھی ان کی عقل کے نزدیک عین شرافت اور تہذیب سمجھے جانے لگے ہیں جیسا کہ یورپ میں ننگوں کی سوسائٹی کا وجود اور ملک کے لئے بغیر نکاح کے اولاد پیدا کرنے والوں کی مدد اور حوصلہ افزائی وغیرہ امور ہیں جنہیں بعض افراد اپنے عقلی ڈھکوسلوں کی بناء پر اعلیٰ درجہ کی تہذیب اور اخلاق قرار دینے لگے ہیں اور پھر بعض حکومتیں جبراً لوگوں کے پسینہ کی کمائی چھین کر ان پر قبضہ رکھنا اسے انتہائی رواداری قرار دینے لگ پڑی ہیں۔ غرض جب بڑے اور چھوٹے اس درجہ اخلاقی پستی میں گر چکے ہوں کہ بد اخلاقی کو خوش اخلاقی اور ظلم کو انصاف سمجھنے لگ پڑے ہوں تو ایسے زمانہ میں تو مذہب کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

اس زمانہ میں ہر فرد اور ہر قوم کو اس بات کی تو ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کاش دنیا میں انسانی زندگی قومی ہو یا انفرادی امن اور آرام سے گذرے۔ لیکن مذہب کی منکر اور محض عقل کو رہنما بنانیوالی قومیں آج دیکھ رہی ہیں کہ ان کی عقل نے قوموں کی قومیں ہلاک اور ملکوں کے ملک ویران اور بحر و بر کی آبادیوں اور شہروں کو کھنڈرات بنا دیا ہے اور جب کوئی مغلوب حکومت صلح کیلئے ہاتھ بڑھاتی ہے تو غالب اور جابر حکومتیں غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے پر اسے مجبور کرنے لگ پڑتی ہیں۔ مگر وہ اتنا نہیں سوچتیں کہ اگر وہ خود مغلوب ہوتیں تو یقیناً غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے کی بجائے شرائط والی صلح کو پسند کرتیں۔ اگر انقلاب زمانہ نے آج ایک قوم کو مغلوب کر دیا ہے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ دوسرے وقت میں یہی مغلوب قوم غالب آ جائے اور جو آج غالب ہیں وہ مغلوب ہو جائیں بات صرف اتنی ہے کہ گردش ایام سے غافل ہونے کے نتیجہ میں وہ نہیں جانتیں کہ نہ رات کا دور دائمی ہے اور نہ ہر دن کا دور ہمیشہ کے لئے قائم رہے گا۔ انقلاب کے دروازہ کو کس نے بند کیا ہے کہ وہ آئندہ بند رہ سکے گا۔ بہت ممکن ہے کہ نئے انقلاب سے مغلوب حکومتیں غالب ہو سکیں اس وقت یہی قانون جو آج غالب حکومتیں پسند کر رہی ہیں ان سے بھی زیادہ تشدد کے لئے وہ شدید ترین اور تباہ کن قدم اٹھانے والی ہوں۔ اس وقت کو ملحوظ رکھ کر فطرت سے سوال کیا جائے تو فطرت کبھی بھی اپنے لئے بلحاظ انفرادی و قومی حالات کے ایسی شدید سیاسی گرفت اور برباد کن سختی کا قانون پسند نہ کرے گی بلکہ نفرت اور کراہت سے اس کی مدافعت کے لئے کسی کوکوشش اور حیلہ کو تلاش کرے گی سو زمانہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا۔ پس غالب کو غلبہ کے حاصل ہونے کے وقت مغلوب پر رحم کرنا مغلوب کو اس کے غلبہ کے وقت اپنے اوپر مہربان بنانے کی تحریک ہاں فطری تحریک ہے اور رحم اور نرمی کی جگہ تشدد اور سختی کا برتاؤ کرنے سے اپنی تباہی کی تحریک کیلئے زمانہ کو تیار کرنا ہے۔ کم از کم مغلوب حکومت صلح کا ہاتھ بڑھائے اور شرائط پر صلح پیش کرنے کی تحریک ہو تو غنیمت سمجھتے ہوئے صلح کر لینی چاہئے۔ قرآن کی اس امر کے متعلق کیا ہی پر حکمت اور امن بخش تعلیم ہے کہ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا کہ دشمن اگر صلح کے لئے جھکے تو اس کے لئے فوراً جھک جانا چاہئے۔

عقل سلیم اور فطرت سلیمہ بھی اگر الہامی تعلیم اور مذہبی روشنی میں دنیا کے قیام امن کو ملحوظ رکھتے ہوئے غور کرے تو صلح کا ہاتھ جب بھی ایک فریق کی طرف بڑھے دوسرے فریق کو بھی فوراً بڑھانا مناسب

ہے ورنہ باوجود تحریک صلح کے پھر بھی جنگ کو جاری رکھنا اس کے معنی کسی علمی تدبیر یا عقل سلیم کی پیروی کے نہیں بلکہ درندگی اور وحشت کے وحشیانہ جوش کا محض انتقامی جذبہ اور مظاہرہ ہے اور بس۔ جس طرح درندے جب تک کہ ان کے اندر درندگی کا جوش اور غیظ و غضب کا جذبہ ابھار میں رہتا ہے وہ دوسرے کی تباہی اور ہلاکت سے باز نہیں رہ سکتے۔ یہی حالت ان درندہ صفت انسانوں کی ہے۔ کہ ان کی جنگ کسی امن اور صلح کی غرض سے نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی فتنہ اور فساد کی مدافعت کی غرض سے ہوتی ہے بلکہ اس لئے ہوتی ہے کہ ہمارے پاس ابھی جنگ و قتال کے لئے حربی سازو سامان کثرت اور وفور کے ساتھ موجود ہے اور مغلوب حکومت کا ملک جب تک کلیہ ہمارے زیر نگین نہیں آتا اور اس مقصد کے حصول میں جو روکیں ہیں جب تک وہ ہم دور نہ کرلیں جنگ بند نہیں ہو سکتی بلکہ جاری رہے گی۔ ہاں جنگی سامانوں کے قائم رہنے تک قائم اور جاری رہے گی۔ کیا یہ نظریہ کسی اصلاح کا محتاج نہیں۔ اگر محتاج ہے اور محتاج اصلاح ہونے سے اس کا فاسد ہونا امر مسلم ہے تو ایسا فساد کس نے پیدا کیا۔ کیا مذہب نے یا عقل نے۔ ظاہر ہے کہ یہ عالمگیر جنگ (جنگ عظیم دوم۔ مدیر) جس نے ایک دنیا جہان کو ویران کر دیا اور ڈکٹیٹروں اور عقلی راہنماؤں نے ہی مذہب کو پس پشت پھینک کر اطراف دنیا میں جنگ کی آگ لگائی جس نے بڑھتے بڑھتے ایک جہان کو اس کا ایندھن بنا کر راکھ کر دیا جس سے عقل کا نام اور عقل عقل پکارنے والوں کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مذہبی تعلقات سے محض بیگانہ ہونے کے نتیجہ میں عقل کی راہنمائی یہ گل کھلاتی ہے۔

دنیا کی آباد بستیوں کی ویرانی اور آباد شہروں اور ملکوں کی بربادی اور تباہی ہولناک نظاروں اور ہیبت ناک منظروں اور دہشت انگیز ویرانوں سے اس مادی عقل کی گمراہ کن تجویزوں اور فساد آلود تدبیروں پر ماتم کر رہی ہے لیکن باوجود اس شور قیامت اور حشر عظیم کی سی مصیبت کے احمدی ہاں صرف احمدی جماعت ہے جو موجودہ دور کے طوفان عظیم کی تباہی سے نوح کے سلامتی بخش سفینہ میں بیٹھنے والے ہیں اور حسب ارشاد وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ محض خدا اور اس کے رسول پر سچا ایمان لائے اس کی پیش کردہ الہامی اور مذہبی تعلیم پر عمل کرنے سے مقام امن میں ہیں عذابوں پر عذاب آئے اور آ رہے ہیں۔ ہلاکتوں سے دنیا تباہ اور برباد ہو رہی ہے اور قوموں کی قومیں زمانہ کی چکی میں پستی جا رہی ہیں اور نقصان پر نقصان اٹھا رہی ہیں لیکن جماعت احمدیہ ہے کہ وہ ہر طرح کے نقصانوں سے محفوظ بلکہ ترقیات پر ترقیات اور برکات پر برکات حاصل کر رہی ہے کیا اس زمانہ میں کسی سمجھدار کیلئے ان ابتلاؤں اور بلاؤں میں امن عالم کے اسباب کا سمجھنا اور محض عقل کی پیروی کے نتائج اور مذہب کی رہنمائی اور پیروی کے نتائج کے درمیان کھلے طور پر فرق اگر معلوم کرنا چاہے تو کیا معلوم نہیں کر سکتا۔ نتائج ہر ایک کے کھلے ہیں اور سامنے موجود ہیں پھر نظری نہیں روحانی اور مخفی نہیں بلکہ ظاہر ہیں اور مشہودات سے ہیں۔ پس یہ زمانہ عقل کی خامیاں دکھانے اور مذہب کے فوائد اور خوبیاں ظاہر کرنے کے لئے عجیب زمانہ ہے جس کی نظیر پہلے کبھی نہیں پائی گئی۔ مبارک ہیں وہ جو اس بدیہی اور کھلے فرق کو سمجھنے کی کوشش کر کے مذہب کی ضرورت کا احساس کریں۔

چوتھا سوال:۔ ازمنئہ سابقہ میں مذہبی لوگوں نے دنیا کی کیا راہنمائی کی؟

جواب:۔ خدا تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کے زمانہ کے حالات اور واقعات بلحاظ مقاصد نبوت و رسالت متماثل اور متشاکل ہوتے ہیں ہر نبی اور رسول خدا کی وحی اور الہام کی راہنمائی میں مذہب کی بنیاد قائم کرتا ہے اور اپنی مذہبی تعلیم سے لوگوں کے عقائد اعمال اور اخلاق کے صحیح توازن کے لئے اپنا اسوہ حسنہ پیش کرتا ہے اور افراط و تفریط کو دور کر کے اپنی جماعت کو جو ایمان لانے اور پیش کردہ تعلیم پر علم کرنے سے کامل طور پر مومنانہ اخلاص کا نمونہ ظاہر کرتی ہے حد اعتدال پر قائم کر دیتا ہے اور اس طرح دنیا کے کفر اور فسق و فجور کا گند ہر ایک نبی اور رسول نے کچھ جماعت کے پاک نمونہ سے دور کیا اور کچھ کافروں کی ہلاکت اور تباہی سے خدا کے عذابوں نے صفائی اور پاکیزگی زمین میں پیدا کی۔

ازمنہ سابقہ اور قرون ماضیہ میں ہر نبی اور رسول پر ایمان لانے والوں نے مذہب کے ذریعہ حسنات دنیا اور حسنات آخرت کی کامیابیاں حاصل کیں اور امن میں بھی رہے، اور سچے مذہب اور الہامی تعلیم کے مخالفوں نے ہمیشہ اور ہر زمانہ رسول میں مخالفت کا برا خمیازہ ہی اٹھایا اور

بجز عذاب اور ہلاکت اور تباہی و بربادی کے اور کچھ فائدہ حاصل نہ کیا۔ خود بھی تباہ ہوئے اور دوسروں کو بھی تباہ کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ازمنہ ماضیہ میں نبیوں اور رسولوں کی رہنمائی کے نتائج کیا ظاہر ہوئے اور مخالف لیڈروں اور ڈکٹیٹروں کی رہنمائی جو نبیوں اور رسولوں کی مخالفت میں ظاہر ہوئی اس کے نتائج کیا برآمد ہوئے قرآن نے آیت هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ کے رو سے فرعون کی ڈکٹیٹر شپ اور قوم ثمود کی جمہوریت کا نمونہ پیش کر کے انجام بھی دونوں کا جو مذہب کی بغاوت میں رونما ہوا بتا دیا کہ کیا ہوا۔

درحقیقت آرام کی زندگی کے ساتھ خود روی کے وحشیانہ جذبات کا مظاہرہ صحیح نظام یا الٰہی تعلیم کی پابندی سے آزاد رکھنا چاہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر نبی اور رسول کی بعثت میں جو صحیح نظام قائم کیا جاتا ہے ابنائے دنیا اس مذہبی نظام کو اپنی طبعی آزادی اور خودروی کے خلاف پا کر اس کے دشمن بن جاتے ہیں اور اس کے استیصال کے درپے ہو جاتے ہیں اور ان کی بے راہ روی اور خدا کے نبیوں اور رسولوں کے مذہبی نظام کی مثال بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسے ڈاکوؤں چوروں اور بدمعاشوں کے گروہ اور نظام حکومت کی۔ نظام حکومت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں قیام امن کے لئے دستور اور سیاست و حکومت قائم رہے لیکن چور اور ڈاکو اور بدمعاش نہیں چاہتے کہ حکومت جو اپنے نظام اور انتظامی تصرفات سے لوگوں کی ان سے حفاظت کرنا چاہتی ہے ان کے لئے مزاحمت کے قوانین کا اجرا کرے اور انہیں بدمعاشیوں سے روکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بدمعاشوں کی تباہ شدہ فطرت اتنا بھی محسوس نہیں کر سکتی کہ اخلاق کیا ہوتے ہیں اور انسانی زندگی کا حقیقی مقصد اور اس کا اعلیٰ نمونہ بجز مذہب اور الٰہی تعلیم کے حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔

صحیح مذہبی تعلیم جو الہام الٰہی کے ذریعہ دنیا میں پیش کی جاتی ہے انسان کو روحانیت کے وسیع سمندر میں اتارتی اور اسے خداشناسی کی اعلیٰ شناوری اور غواصی سے خدا کا ہم کلام اور مقرب بنا دیتی ہے جسے دنیادار لوگ سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اس تعلیم کا ہر پہلو کے لحاظ سے یہ ڈکٹیٹر اور قومی لیڈر کہلانے والے اور مذہب پر نکتہ چینیاں کرنے والے بلحاظ حقیت دلائل اور صحیح ایثار و قربانی اور بہترین نتائج کے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ منطقیوں کے مغالطات کی طرح اور فلسفیوں کے غلط اور مادی نظریوں سے ظاہر پرستوں کو دھوکا دے لینا اور بات ہے لیکن نبیوں اور رسولوں کی قوت قدسیہ اور الہامی رہنمائی جس کے ذریعہ مایوس کن حالات اور واقعات کے جنگلوں اور ریگستانوں سے گذرتے ہوئے الٰہی بشارات کی روشنی میں خدا کے نبی اور رسول مع اپنی جماعت کے کامیابی کی منزل پر جا پہنچتے ہیں کیا اس کا نمونہ تلاش کرنے سے ابناء دنیا میں بھی مل سکتا ہے۔

عقل سلیم اور فطرت صحیحہ خالق فطرت کی ہستی کو محسوس کرتی ہے اور نظام عالم کی باہمی ترکیب و ترتیب کو اپنے لئے اپنے محسن خالق کے اسباب تربیت و احسانات کے رو سے استعانت اور اعانت اور استفاضہ اور افاضہ کے تعلقات کا احساس رکھتی ہے۔

خدا کے نبی اور رسول جو الہامی تعلیم پیش کرتے ہیں اس میں حق اللہ اور حق العباد یا تعظیم لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ کے دونوں پہلوؤں پر کامل روشنی ڈالتے ہیں۔

اسلامی تعلیم کی روشنی میں حضرت نبی اسلام کا کامل نمونہ اور اسوہ حسنہ اس شان کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ علاوہ انسانوں کے حقوق کے عام جانوروں اور جانداروں کے ساتھ بھی شفقت سے نیک سلوک کرنا اسلامی تعلیم نے سکھایا ہے۔ چنانچہ جہاں يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا کی رو سے پر شفقت سلوک کے ساتھ مسکینوں یتیموں اور اسیروں کو جو مالی تکلیف کی حالت میں بھوک سے کھانے کے محتاج ہوتے ہیں انہیں محض اس خیال محبت سے کہ یہ بے بس اور محتاج لوگ ہمارے اللہ کے بندے ہیں بحالت توفیق و استطاعت و مقدرت انہیں کھانا کھلاتے ہیں علاوہ انسانوں کے حسب ارشاد وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ بے زبان اور معذور جانوروں کو جو زبان قال سے اپنی حالت احتیاج کا اظہار نہیں کر سکتے۔ ایک مسلم کے لئے اسلامی ہدایت اور تعلیم کے رو سے انہیں بھی اپنے مال میں حقدار سمجھ کر ان کا حق ادا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں اسی قسم کی تعلیم پیش کرنے کی غرض سے بطور نمونہ ایک عورت کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو جو شدت پیاس کی وجہ سے

بقیہ صفحہ 143 پر

نماز

مختلف اذکار کا مجموعہ

(مکرم پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب۔ ربوہ)

پنجوقتہ نماز ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار اس اہم فریضہ کا حکم دیا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ نور آیت ۵۷ میں فرمایا وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ اور تم سب نمازوں کو قائم کرو اور زکوۃ دو اور اس رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

پھر سورۃ الماعون آیت ۵ تا ۷ میں وضاحت فرمائی فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَاءُوْنَ اور ان نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں (اور) جو صرف دکھاوے سے کام لیتے ہیں۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

یعنی ہر مسلمان پر پانچوں کی پانچوں نمازوں کی پابندی لازمی ہے۔ نماز کے سلسلہ میں نہ کوئی غفلت ہونی چاہئے اور نہ نمود و تشہیر۔

جیسا کہ سب کو معلوم ہے (دین حق) کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے۔ ان پانچوں میں سے جو رکن اور فرض تسلسل کے ساتھ روزانہ باقاعدگی کے ساتھ ہمارے ذمہ ہے وہ ہے نماز اور نماز بھی حتی الوسع باجماعت۔ اس لئے کہ قرآن کریم کا بار بار یہ حکم ہے "اقیموا الصلوۃ" کہ نماز قائم کرو یعنی جماعت کے ساتھ ادا کرو۔ نماز کی باقاعدگی سے اللہ تعالیٰ کے حضور باقاعدہ حاضری اور رب قدوس سے ملاقات کا اہتمام پیدا ہوتا ہے۔ نماز وہ ذریعہ ہے جس سے بندے کی عبودیت کا کم از کم پانچ بار ثبوت ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا رابطہ استوار رہتا ہے۔ نماز انسان کے اخلاق اور خیالات کو سنوارتی ہے۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ کی تحریرات اور ارشادات سے ان باتوں کی خوب وضاحت ہوتی ہے۔ ایک جگہ حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:۔

"نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ ہمیں نماز معاف فرما دی جائے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں۔ مویشی وغیرہ کے سبب سے کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا اور نہ ہمیں فرصت ہوتی ہے۔ تو آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو جب نماز نہیں ہے تو ہے ہی کیا؟ وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں"۔ (ملفوظات: جلد ۵: صفحہ ۲۵۳۔ ۲۵۴)

پھر فرمایا:۔

"نماز سے بڑھ کر کوئی اور وظیفہ نہیں کیونکہ اس میں حمد الٰہی ہے۔ استغفار ہے اور درود شریف ہے۔ تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے اور اس سے ہر قسم کے غم و ہم دور ہوتے ہیں اور مشکلات حل ہوتی ہیں"۔ (ملفوظات: جلد ۵: صفحہ ۲۳۲۔ ۲۳۳)

نماز کی فرضیت اور تاکید بموجب احادیث نبویؐ

(الف) بخاری شریف میں معراج کے متعلق ایک طویل حدیث بیان ہوئی ہے۔ اس کا جو حصہ نماز سے متعلق ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریمؐ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ جب حضورؐ واپس لوٹ رہے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دریافت کرنے پر حضورؐ نے پچاس نمازوں کی فرضیت کے بارے میں بتایا۔ اس پر حضرت موسیٰ نے کہا کہ آپؐ اپنے پروردگار سے ان میں کمی کروایئے کیونکہ یہ آپ کی امت کے لئے بہت زیادہ ہیں۔ حضورؐ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو نمازوں کا ایک حصہ معاف کر دیا گیا۔ پھر جب حضورؐ واپسی پر حضرت موسیٰ کے قریب سے گزرے تو انہوں نے مزید تخفیف کروانے کے لئے کہا۔ حضورؐ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر بار بار جناب الٰہی میں حاضر ہوئے اور آخر پانچ نمازیں فرض رہ گئیں۔ اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کو مزید تخفیف کروانے کے لئے کہا تو حضرت سرور کائناتؐ نے فرمایا کہ اب میں مزید کمی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض نہیں کروں گا کیونکہ مجھے شرم آتی ہے (یعنی کیا میری امت اتنی ہی گئی گزری ہے کہ وہ دن میں پچاس کی بجائے پانچ نمازیں بھی ادا نہیں کرے گی جب کہ ان کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر رکھا گیا ہے)۔ (بخاری کتاب الصلوۃ: حدیث نمبر۱)

اس حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کہ مسلمان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ جن میں کسی قسم کی کمی یا تساہل جائز نہیں۔

(ب) حضرت امام غزالی اپنی شہرہ آفاق تصنیف "کیمیائے سعادت" میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:۔

"نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے اپنا دین کھو دیا"

لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ دین میں افضل ترین عمل کیا ہے تو جواب فرمایا کہ وقت پر نماز ادا کرنا۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ نماز جنت کی کنجی ہے۔

("کیمیائے سعادت" باب الصلوۃ: صفحہ ۱۶۴)

(ج) نماز مسلمان کی پہچان ہے اور مسلمان ہونے کا ایسا قوی اور حتمی ثبوت ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے اور جسے قول رسولؐ کی سند حاصل ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا:۔

"جو کوئی ہمارے جیسی نماز ادا کرے۔ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہ ایسا مسلمان ہے جس کے لئے اللہ کا ذمہ ہے۔ پس تم اللہ کے ذمہ کے بارے میں عہد شکنی نہ کرو"۔

(تجرید البخاری کتاب الصلوۃ: حدیث نمبر۲۹: ناشران ملک دین محمد اینڈ سنز: کشمیری بازار لاہور پاکستان)

اس حدیث مبارکہ سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے وہاں اس بات کی بھی سند مہیا ہے کہ اسلام اور حضرت بانی اسلام کے نزدیک مسلمان کی تعریف کیا ہے؟

(د) اپنے نوجوان طبقہ کو نماز کی اہمیت اور شوق کا احساس دلانے کے لئے ایک اور حدیث شریف درج کی جاتی ہے جس کو سچے دل سے پڑھنے کے بعد کوئی بھی نماز میں غفلت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

"قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے متعلق ہی بازپرس کی جائے گی"۔

یہ صحاح ستہ کی حدیث ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے روز اگر نمازوں کا حساب درست نکلا تو آگے دوسرے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ لیکن اگر شروع میں ہی نمازوں کے حساب

میں ناکامی ہوئی تو ایسے شخص سے کہا جائے گا کہ تمہارے باقی اعمال کا حساب کیا لیناتم تو پہلی منزل پر ہی فیل ہو گئے ہو۔

ان احادیث کو پڑھنے کے بعد کوئی عقلمند نماز میں سستی نہیں کرسکتا۔ ہمارے نوجوانوں کو یہ بات دل و دماغ کے گوشہ گوشہ میں سمو لینی چاہئے کہ کسی طور پر بھی پنجوقتہ نماز میں کوئی چھوٹ نہیں ہے۔ ہاں بیماری اور مجبوری کی وجہ سے نمازیں جمع تو ہوسکتی ہیں۔ سفر میں قصر بھی کی جاسکتی ہیں لیکن پانچ نمازیں ہم سب پر روزانہ پڑھنی فرض ہیں۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ اور آئمہ جماعت کے ارشادات

(الف) حضرت اقدس کشتی نوح میں فرماتے ہیں:۔

''جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے''۔ (کشتی نوح: صفحہ ۱۳)

(ب) پھر فرمایا:۔

''نماز چیز کیا ہے؟ وہ دعا ہے جو تسبیح، تحمید، تقدیس اور استغفار اور درود شریف کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے...... نماز آنے والی بلاؤں کا علاج ہے۔ تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کی قضا و قدر تمہارے لئے لائے گا؟ پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولا کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے''۔ (کشتی نوح: صفحہ ۳۵)

(ج) حضرت اقدس شرائط بیعت میں سے شرط نمبر ۳ کو اس طرح شروع فرماتے ہیں:۔

''یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسولؐ کے ادا کرتا رہے گا''۔

(د) حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

''ایمان کی جڑ بھی نماز ہے۔ بعض بے وقوف کہتے ہیں کہ خدا کو ہماری نمازوں کی کیا حاجت ہے۔ اے نادانو! خدا کو حاجت نہیں مگر تم کو تو حاجت ہے کہ خدا تعالیٰ تمہاری طرف توجہ کرے۔ خدا کی توجہ سے بگڑے ہوئے کام سب درست ہو جاتے ہیں۔ نماز ہزاروں خطاؤں کو دور کر دیتی ہے اور ذریعہ حصول قرب الٰہی ہے''۔

(ملفوظات: جلد ہفتم: صفحہ ۳۷۸)

(ر) حضرت خلیفہ المسیح الاول حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب فرماتے ہیں:۔

''نماز مومن کا معراج ہے۔ تمام عبادتوں کی جامع ہے۔ کبھی اس میں غفلت نہ کرو''۔

(بحوالہ الفضل ۹ مئی ۱۹۹۰ء: صفحہ ۷: کالم نمبر ۱)

(ز) حضرت مصلح موعود اپنی تقریر ''ذکر الٰہی'' میں فرماتے ہیں:۔

''اب میں نماز کے متعلق بتاتا ہوں۔ یہ سب سے ضروری ہے اور اہم ذکر ہے۔ کیونکہ اس میں کبھی انسان کھڑا ہو کر ذکر کرتا ہے اور کبھی رکوع میں۔ کبھی سجدہ میں، کبھی بیٹھ کر۔ پھر نماز میں قرآن کریم پڑھتا ہے اور اس کے علاوہ اور اذکار بھی کرتا ہے۔ پس نماز سب ذکروں کی جامع ہے''۔

(''تقاریر محمود'' ذکر الٰہی: صفحہ ۲۳)

پھر حضرت فضل عمر کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جب کوئی احمدی نماز چھوڑتا ہے تو وہ اسی وقت جماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔

(س) ہمارے موجودہ پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء کے ایک حصہ کا خلاصہ...!:۔

''عبادت الٰہی کے اعلیٰ معیار کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے جس میں سب سے پہلی چیز قیام صلوۃ ہے۔ جس میں ابھی کئی قسم کے خلاء پائے جاتے ہیں۔ ہر فرد جماعت پانچ وقت نماز کا عادی ہو اور باترجمہ نماز اس کو آتی ہو اور سوچ سمجھ کر نماز ادا کرے''۔

(روزنامہ الفضل ربوہ: سالانہ نمبر۱۹۸۹ء: صفحہ نمبر۱۰)

حضور ایدہ اللہ الودود نے نماز سے متعلق ایک خطبہ جمعہ میں نماز کی اہمیت اور تلقین کو واضح کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:۔

میں اس کے بیان سے کبھی تھک نہیں سکتا''۔

نماز جن کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''نماز کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے ذاتی شغف اور ذاتی سرور کا یہ عالم تھا کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے ''جُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِی فِی الصَّلٰوۃِ'' یعنی نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

(چالیس جواہر پارے: صفحہ ۱۸-۱۹)

سیرت اور تاریخ کی کتب کے مطابق آنحضرت ﷺ کا وصال بروز پیر بعد ادائیگی صلوۃ الفجر بوقت چاشت ہوا تھا۔ چاشت کا وقت طلوع آفتاب کے بعد سورج کے کچھ بلند ہونے سے لے کر ظہر سے قبل تک رہتا ہے۔ حضورؐ کے چند آخری لمحات کس شوق اور آرزو میں گزرے۔ اس سلسلہ میں حضورؐ کے شمائل اور خصائل پر مبنی کتاب ''شمائل ترمذی'' مؤلفہ امام المحدثین حافظ محمد بن عیسیٰ ترمذی (مؤلف جامع ترمذی) سے دو حدیثیں درج کی جاتی ہیں:۔

''سالم بن عبیدؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو مرض الوفات میں بار بار غشی ہوتی تھی اور جب افاقہ ہوتا تو زبان سے یہ نکلتا کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے یا نہیں؟ اور نماز کا وقت ہو جانے کا حال معلوم ہونے پر چونکہ مسجد تک تشریف لے جانے کی طاقت نہ تھی اس لئے ارشاد عالی ہوتا کہ بلالؓ سے کہو کہ نماز کی تیاری کریں اور صدیق اکبرؓ نماز پڑھائیں''۔

(شمائل ترمذی: باب وفات رسولؐ: حدیث نمبر۲)

اسی کتاب کی حدیث نمبر۱ میں درج ہے:۔

''حضور اکرمؐ کا آخری دیدار نصیب ہوا۔ وہ وہ وقت تھا جب کہ حضور اکرمؐ نے مرض الوفات میں دوشنبہ کے روز صبح کی نماز کے وقت دولت کدہ کا پردہ اٹھایا کہ امتیوں کی آخری نماز کا آخری معائنہ فرمالیں۔ اس وقت آپؐ کا چہرہ مبارک صفائی اور انوار اور چمک میں گویا مصحف شریف کا ایک پاک صاف ورق تھا۔ لوگ اس وقت صدیق اکبرؓ کی اقتداء میں صبح کی نماز ادا کر رہے تھے........ اور اسی دن (حضورؐ کا) وصال ہوگیا''۔

(شمائل ترمذی مترجم: صفحہ ۴۱۹: ناشر مکتبہ رحمانیہ: اردو بازار لاہور)

یعنی حضرت سرور کائناتؐ نے جو آخری کام اپنی امت کے لئے کیا وہ صحابہؓ کی نماز کا معائنہ اور اس پر بے پناہ اظہار اطمینان و مسرت تھا۔ جس کی وجہ سے آپؐ کا چہرہ مبارک چمک اٹھا۔ حضورؐ کے سچے عشاق اور امتیوں میں اس قسم کی مثالیں موجود ہیں کہ انہیں بموجب حکم خدا اور رسول نماز سے سچی لگن اور محبت تھی اور ان کا خاتمہ بھی نماز پر ہوا (بوقت چاشت قبل از ظہر)۔ چنانچہ اپنی تاریخی کتاب ''سلسلہ احمدیہ'' میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رقمطراز ہیں کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ کے سفر لاہور کے دوران آخری لمحات میں:۔

''صبح کی نماز کا وقت ہوا تو اس وقت جب کہ خاکسار مؤلف بھی پاس کھڑا تھا نحیف آواز میں دریافت فرمایا ''کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے؟'' ایک خادم نے عرض کیا ہاں حضور ہوگیا ہے۔ اس پر آپ نے بستر کے ساتھ دونوں ہاتھ تیمم کے رنگ میں چھو کر لیٹے لیٹے ہی نماز کی نیت باندھی مگر اسی دوران میں بے ہوشی کی حالت ہوگئی۔ جب ذرا ہوش آیا تو پھر پوچھا ''کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے''۔ عرض کیا گیا کہ ہاں حضور ہوگیا ہے۔ پھر دوبارہ نیت باندھی اور لیٹے لیٹے نماز ادا کی۔ اس کے بعد نیم بے ہوشی کی کیفیت طاری رہی۔ مگر جب کبھی ہوش آتا وہی الفاظ ''اللہ میرے پیارے اللہ'' سنائی دیتے تھے اور ضعف لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جاتا تھا...... پھر آخر ساڑھے دس بجے کے قریب.... آپ کی روح

قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے ابدی آقا اور محبوب کی خدمت میں پہنچ گئی''۔ (سلسلہ احمدیہ: صفحہ ۱۸۳۔ ۱۸۴)

حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب، جنہیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطبہ میں "کلمہ اللہ" قرار دیا، کے متعلق ماہنامہ "انصار اللہ" نومبر، دسمبر ۱۹۸۵ء میں حضرت چوہدری صاحب کے داماد اور امیر جماعت لاہور محترم حمید نصر اللہ خان صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا۔ آپ محترم چوہدری صاحب کی نمازوں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''اپنی ساری بیماری کے دوران جب تک اللہ تعالیٰ نے ہوش میں رکھا تمام کی تمام نمازیں باقاعدگی کے ساتھ بروقت، باجماعت ادا کیں..... علالت اور دوائی دونوں کبھی نماز کی ادائیگی میں حارج نہ ہو سکیں''۔

(ماہنامہ انصار اللہ: نومبر، دسمبر ۱۹۸۵ء: صفحہ ۱۴۲۔ ۱۴۳)

اللہ تعالیٰ نماز کو ہم سب چھوٹوں اور بڑوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر نماز پر ہو۔ (آمین یا رب العالمین)

بقیہ از صفحہ 130

جو پاکستان سے آتے وقت تک قائم تھا۔ مستزاد خود اپنے آپ کو حادثہ پیش آگیا۔ انہی دنوں میں ہمارے ایک محلہ دار تھے ملک محمد اشرف صاحب غالباً تبشیر کے دفتر میں کام کرتے تھے۔ وہ سرگودھا جاتے ہوئے گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کمپنی کی کسی بس میں سفر کرتے ہوئے حادثہ کا شکار ہوئے اور جاں بحق تسلیم کی۔ ہمارے ساتھ واقفیت نہیں تھی مگر ہمارے یار ملک فضل الٰہی کے عزیزوں میں سے تھے۔ اللہ بخشے ربوہ کے غالباً پہلے باشندے تھے جو بس کے حادثہ میں جاں بحق ہوئے۔ بھیرہ کے رہنے والے تھے۔ ربوہ میں ان کی حادثاتی موت کا بہت چرچا رہا۔ ان دنوں بسوں کے حادثات غیر معمولی سمجھے جاتے تھے آج کل تو حادثے زندگی کا معمول ہیں اور سال میں ہزاروں لوگ ان کا شکار ہوتے ہیں۔

بقیہ از صفحہ 138

مضطرب الحال ہو رہا تھا۔ کنوئیں سے پانی نکال کر اسے پلایا اور اس کا یہ عمل اس کے خالق اور محسن خدا نے اتنا پسند کیا کہ اس عورت کی نجات اور فلاح کا باعث یہی عمل بنا دیا۔

اسی طرح تشدد اور سخت دلی سے تکلیف دہ سلوک علاوہ انسانوں کے اسلام کی تعلیم میں جانوروں اور جانداروں سے کرنا بھی منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں محض اسی طرح کے تشدد اور سختی سے روکنے کیلئے آنحضرت ﷺ نے بطور مثال کے ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ایک عورت نے بلی کو بصورت حبس بند اور محبوس رکھنے سے بلا کھلانے اور پلانے کے اس قدر تشدد اور سختی سے کام لیا کہ آخر بلی اسی تکلیف سے تڑپ تڑپ کر مرگئی اور خدا نے اپنی مخلوق بلی پر اس طرح کے تشدد کو سخت ناپسند کرتے ہوئے اس عورت پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے مناسب سزا دینے کے لئے دوزخ میں ڈالنے کا حکم فرمایا۔

اب یہ تعلیم اور ایسی کامل اور وسیع تعلیم جو نبیوں اور رسولوں کی طرف سے دنیا میں پیش کی جاتی ہے ظالم ڈکٹیٹر اور بدکیش اور ستمگر لیڈر جو اپنی خود غرضی اور خود پرستی اور خود روی کے مطمح النظر کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہیں اور حب مدح اور حب جاہ کے بغیر ان کا کوئی نصب العین ہی نہیں کیا جانیں اور کیا سمجھیں کہ الہامی تعلیم کی بناء پر پیش کردہ ملت بیضا اور مذہب حق کیا ہوتا ہے۔ بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجودہ زمانہ کے لوگوں کی آنکھیں کھول دے تا وہ مذہب کی ضرورت کو سمجھیں۔ پھر صحیح مذہب قبول کر کے خدا کی رضا حاصل کریں۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

(حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۸۳ تا ۹۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

''واقفین بچوں میں سخت جانی کی عادت ڈالنا، نظامِ جماعت کی اطاعت کی بچپن سے عادت ڈالنا، اطفال الاحمدیہ سے وابستہ کرنا، ناصرات سے وابستہ کرنا، خدام الاحمدیہ سے وابستہ کرنا بھی بہت ضروری ہے۔''

(اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ر فروری ۱۹۸۹ء)

خالد کی جلد نمبر کے متعلق ضروری اعلان

آئندہ سے ماہنامہ خالد کی جلد اور شمارہ کا آغاز بجائے نومبر کے جنوری سے ہوا کرے گا۔ اور اس طرح سال ۲۰۰۰ء کی جلد نمبر ۴۷ دسمبر ۲۰۰۰ء تک کی ہوگی اور جنوری ۲۰۰۱ء سے جلد نمبر ۴۸ کا آغاز ہوگا۔ اسی طرح خالد کی فائل مکمل کرنے کے لئے یہ امر ذہن میں ہونا چاہئے کہ فروری ۲۰۰۰ء تا جولائی ۲۰۰۰ء کے شمارے ماہنامہ خالد و تشحیذ کے پبلشر مکرم مبارک احمد خالد صاحب کی وفات کی وجہ سے شائع نہیں ہوئے۔ البتہ متبادل کے طور پر اپریل میں ضمیمہ ''انصار اللہ'' جون میں ہفت روزہ ''سیر روحانی'' جلد ۹ شمارہ ۱۷، جولائی میں ہفت روزہ سیرِ روحانی جلد ۹ شمارہ ۲۰، اگست میں جلد نمبر ۹ شمارہ ۲۴ شائع کیا گیا تھا۔ خالد کی فائل ان شماروں کے ساتھ مکمل کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح فروری، مارچ، مئی اور اکتوبر کا شمارہ شائع ہی نہیں ہوا۔ اور دسمبر کا شمارہ سالنامہ ہے۔

نومبر کے رسالے میں سالانہ نمبر کی قیمت کا اعلان ۲۰ روپے کیا گیا تھا۔ اب اس رسالے کی قیمت صفحات زیادہ ہونے کی وجہ سے ۲۵ روپے کر دی گئی ہے۔

(ادارہ خالد)

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں

اے میرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

(کلام حضرت مسیح موعود)

☆☆☆
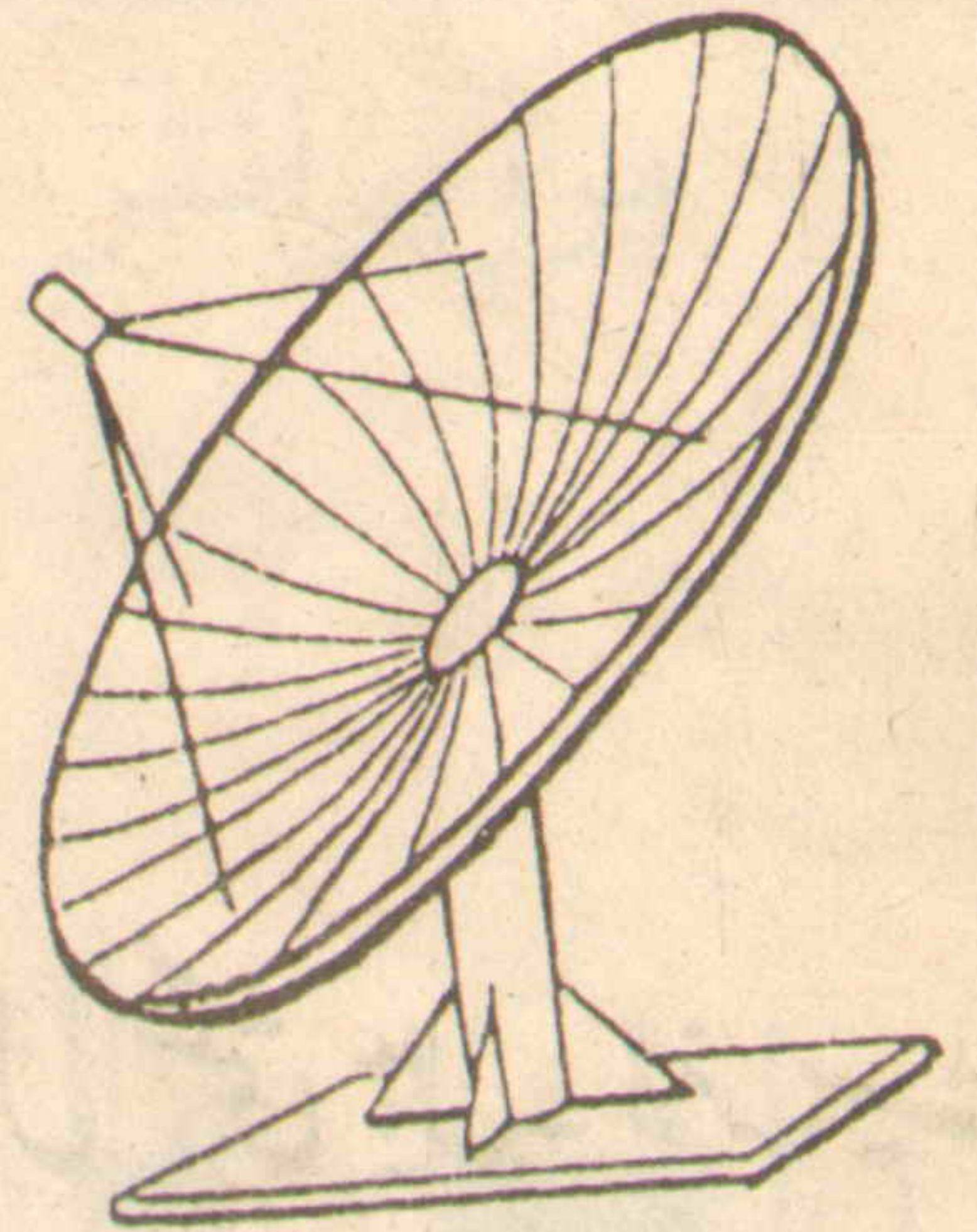
اشاریہ

جنوری 2000ء سے دسمبر 2000ء تک کے شماروں کے اہم مضامین کا انڈیکس

(مرتبہ: سید مبشر احمد ایاز)

جنوری 2000ء

فروری۔ مارچ (رسالہ شائع نہیں ہوا)

اپریل (ضمیمہ انصار اللہ)

مئی (شمارہ شائع نہیں ہوا)

جون (ہفت روزہ سیر روحانی)

جولائی (ہفت روزہ سیر روحانی)

اگست (ہفت روزہ سیر روحانی)

ستمبر

اکتوبر کا شمارہ شائع نہیں ہوا

نومبر

دسمبر ۲۰۰۰ء

☆☆☆

قارئین خالد کیلئے ضروری اطلاع

قارئین حضرات کیلئے ضروری گزارش ہے کہ پرانے خریداری نمبر تبدیل کر کے نیا خریداری نمبر جاری کیا گیا ہے۔ ہر خریدار کے رسالہ پر نئے خریداری نمبر کی چٹ لگی ہوئی ہے۔ براہ مہربانی آئندہ سے نئے خریداری نمبر پر خط و کتابت کریں اور چندہ بھی نئے خریداری نمبر پر ارسال کریں۔

ہر خریدار کو اس کی مدت خریداری ختم ہونے سے دو ماہ قبل یاد دہانی کروائی جاتی ہے براہ مہربانی یاد دہانی موصول ہوتے ہی نئے سال کے لئے چندہ دفتر خالد میں جمع کروا دیا کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(مینیجر)

کیا آپ کی لائبریری میں یہ کتابیں موجود ہیں؟

۱------------------------ ہمارے نبی پیارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲------------------------ رسول اللہؐ کی باتیں

۳ ------------------------ سیرت حضرت مسیح موعودؑ

۴------------------------ سوانح حضرت ابوبکرؓ

۵------------------------ سوانح حضرت عمرؓ

۶ ------------------------ سوانح حضرت عثمانؓ

۷ ------------------------ سوانح حضرت علیؓ

۸------------------------ سوانح سیدنا بلالؓ

۹------------------------ حضرت خالد بن ولیدؓ

۱۰ ------------------------ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ

۱۱------------------------ ورزش کے زینے

۱۲ ------------------------ پیارے مہدی کی پیاری باتیں

۱۳------------------------ سوانح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

۱۴------------------------ سوانح حضرت مصلح موعود

۱۵ ------------------------ ایک شہزادے کی سچی کہانی

یہ خوبصورت اور دیدہ زیب کتابیں شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ سے مل سکتی ہیں

(مہتمم اشاعت)

اِک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

تمام احباب جماعت کو نئے سال اور نئی صدی کی آمد بہت بہت مبارک ہو

With Compliments of

Almansoor Pvt Ltd. Karachi

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

کروڑہا افراد کی جماعت احمدیہ میں شمولیت پر تمام افراد جماعت کو دلی مبارک باد

طالبان دعا

قائد مجلس وممبران عاملہ
مجلس خدام الاحمدیہ ملیر کینٹ
ضلع کراچی

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

جماعت احمدیہ عالمگیر کو نئی صدی کی آمد مبارک

اللہ تعالیٰ اس صدی کو جماعت احمدیہ کی بے شمار ترقیات کی صدی بنا دے۔ آمین

منجانب

قائد مجلس واراکین عاملہ
مجلس خدام الاحمدیہ گلشن احمد
ضلع کراچی

آسماں پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے
ہورہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

اکنافِ عالم میں احمدیت کا سورج روشن سے روشن تر ھوتا چلا جارھا ھے
آئندہ صدی یقینا احمدیت کی صدی ھو گی ۔ (خدا کرے ایسا ہی ہو)

منجانب

قائد مجلس واراکین عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ عزیز آباد
ضلع کراچی

لبیک۔ لبیک۔ لبیک

نئی صدی کی محراب میں امام کی اس خواھش کی تکمیل کے ساتھ داخل ھوں که ھر گھر نمازیوں سے بھر جائے اور روزانه تلاوتِ قرآنِ کریم ھو۔ (خدا کرے کہ ایسا ہی ہو)

اراکین عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ النور
ضلع کراچی

قارئین خالد کو

عید مبارک

Monthly **KHALID** C. Nagar

Regd. CPL # 139 Editor: Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz December 2000

مجھ کو اِک آتش فشاں پُر وَلولہَ دِل کی تلاش

ہمنشیں تجھ کو ہے اک پُر اَمن منزل کی تلاش
سعی پیہم اور کُنجِ عافیت کا جوڑ کیا
ڈھونڈتی پھرتی تھی شمعِ نور کو محفل کبھی
یا تو سرگرداں تھا دِل جستجوئے یار میں
میں وہ مجنوں ہوں کہ جس کے دل میں ہے گھر یار کا
گلشنِ عالَم کی رونق ہے فقط انسان سے
اس رُخِ روشن سے مِٹ جاتی ہیں سب تاریکیاں

مجھ کو اِک آتش فشاں پُر وَلولہَ دِل کی تلاش
مجھ کو ہے منزل سے نفرت تجھ کو منزل کی تلاش
اَب تو ہے خود شمع کو دُنیا میں محفل کی تلاش
یا ہے اس یارِ ازل کو خود مرے دل کی تلاش
اور ہوگا وہ کوئی جس کو ہے محمل کی تلاش
گل بنانے ہوں اگر تونے کر گِل کی تلاش
عاشقِ سِفلی کو ہے کیوں اس میں ایک تل کی تلاش

آسمانی میں ' عدو میرا زمینی ' اس لئے
میں فلک پر اڑ رہا ہوں اس کو ہے بل کی تلاش

***